سلسلہ عزیزیہ کا نمبر ۲۱

صبح صادق

طبع ثانی

جس میں تذکرہ مشاہیر خلفاء اُمراء و حکمرانان آل عباسؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
از عہد ہمایوں حضور فخر کائنات سرورِ عالم صلعم تا اختتام ۱۳۶۲ھ ہجری نبوی مطابق
اخیر ۱۹۴۲ء کے علاوہ جغرافیہ دولت خداداد بہاولپور، شجرہ نسب آل عباسؓ اور تصاویر
فرمانروایان بہاولپور بھی ایزاد کی گئی ہیں

مُصنّفہ
دبیر الملک ابو الحسنات ایم ایچ محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیزؔ ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
و حال سپرنٹنڈنٹ میوزیم سلطانی و ناظم سررشتہ تالیفات بہاولپور

بحسن سعی
خاکسار محمد حفیظ الرحمٰن حفیظؔ مالک عزیز المطابع الیکٹرک پریس مدیر "العزیز" بہاولپور
۱۹۴۳ء / ۱۳۶۲ھ میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس ناچیز محنت اور قابل قدر کارنامے کو اعلیٰحضرت جلالۃ الملک حضور پرنور
ہز ہائینس، رکن الدولہ، نصرت جنگ، سیف الدولہ، حافظ الملک، مخلص الدولہ
و معین الدولہ لفٹیننٹ کرنل، ڈاکٹر، الحاج، نواب، سر

صادق محمد خان صاحب بہادر عباسی خامس

جی سی ایس آئی۔ جی سی آئی ای۔ کے سی ایس آئی۔ کے سی وی او۔ ایل ایل ڈی دام اقبالہ و ملکہٗ۔
فرمانروائے دولت خداداد بہاولپور کے نام نامی اور اسم گرامی سے باجازت
معنون کرتا ہوں

حضور ممدوح کے عہد ہمایوں میں اس ذرہ ناچیز (عزیز) کو تاریخ و ادب کی خدمات کا زریں موقعہ ملا

کمترین نمکخواران دولت عالیہ عباسیہ
بندۂ ناچیز
خاکسار محمد عزیز الرحمٰن عزیز
"دبیر الملک"

بہاولپور
۱۴ جنوری ۱۹۴۳ء
۷ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ

[illegible]



[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ طبع ثانی

تاریخ | زمانہ کے واقعات کو ترتیب وار جمع کرنے کا نام تاریخ ہے۔ اس طرح زمانہ گذشتہ کے واقعات کا ریکارڈ تاریخ سمجھا جاتا ہے۔ اور ماضی کے حالات سے حال اور استقبال کی پیشین گوئی کا مواد مرتب کرنا تاریخ کہلاتا ہے۔ آج جو واقعہ ہماری نظر سے گذرتا ہے کل وہ ایک بیان اور قصہ سمجھا جائے گا مگر پھر وہ تاریخ کا جزو کہلائے گا۔ مسٹر بکل انگلستان کے مشہور مورخ نے تاریخ کی تعریف یہ کی ہے "نیچر (قدرت) انسان کے حالات میں جو جو تبدیلیاں کرتی ہے۔ اور انسان جو تصرفات نیچر میں کرتا ہے ان کے مدون مجموعہ کا نام تاریخ ہے۔

قوم اور تاریخ | کوئی انسانی جماعت جب تک اپنے اسلاف کے قابل احترام کارناموں کو بطور وراثت بجائے محفوظ رکھنے کا منظم طریق اختیار نہ کرے اسوقت تک اس جماعت کو قوم نہیں خیال کیا جاسکتا۔ دوسرے لفظوں میں قومیت کا سنگ بنیاد تاریخ صحیح پر قائم ہوتا ہے

تاریخ کی ضرورت | تاریخ پر قلم اٹھانے والا شخص جانتا ہے کہ وہ زمانہ حال میں ایک کام کر رہا ہے۔ اور ماضی کے واقعات پر اس کا ہاتھ ہے لیکن اس کی نگاہ کا مرکز زمانہ مستقبل ہے۔ وہ جو لکھتا ہے وہ گذشتہ زمانہ کے واقعات کا ریکارڈ کہلاتا ہے لیکن وہ اس سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ کہ وہ آئندہ زمانہ کیلئے ایک ایسا مواد جمع کر رہا ہے جس سے آئندہ وقوع میں آنے والے حالات کی صحیح پیشین گوئی کی جا سکے گی بہت ممکن ہے کہ کسی ملک میں ایسے واقعات دوبارہ رونما ہوں جو زمانہ ماضی میں واقع ہو چکے ہیں۔ اس لحاظ سے تاریخ واقعات کو دہرانے کے اسباب پر غور کرنے کا ذریعہ ہے

تاریخ کی تاریخ | یہ مسلم ہے کہ فن تحریر سے بھی پہلے تاریخ کا وجود موجود تھا کیونکہ تاریخی واقعات کو جو

ہزاروں سال سے سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے محفوظ کرنے کی ضرورت اور بعض دوسرے حالات نے فن تحریر کی ایجاد کی بنیاد ڈالی۔ ابتدا میں روایات اور حالات کا بے کم و کاست بیان کر دینا تاریخ کہلاتا تھا۔ مگر اب اس علم نے معراج کمال حاصل کر لیا ہے۔ تاریخ کا آغاز کتب سماوی سے ہوا ہے۔ تورات مقدس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے عہد تک کے واقعات ملتے ہیں اسمیں فراعنہ مصر۔ بابل اور نینوا کے ابتدائی حالات اور بنی اسرائیل کی پوری تاریخ موجود ہے۔ انجیل مبارک میں حضرت عیسٰے علیہ السلام اور ان کے حواریین کے حالات موجود ہیں۔ قرآن مجید نے امم سابقہ کے اہم حالات اور واقعات پر ہدایت اور نصیحت کی بنیاد قائم کی ہے احادیث نبوی اور علم الرجال نے تاریخی مقاصد پر بہت کچھ مواد انسانی دنیا کی معرفت اور علم کے لئے پھیلایا ہے یہ ایک تاریخی سلسلہ ہے۔ عرب مورخوں نے سب سے پہلے دنیا کی تاریخ پر ایک وسیع نظر ڈالکر تاریخ کے ساتھ ساتھ جغرافیہ کو بھی علمی حیثیت میں دنیا کے روبرو پیش کیا۔ مشہور عرب مورخ ابن خلدون مسعودی۔ ابن خلکان نے تاریخ کو جدید اصول تاریخ نویسی میں مرتب کرنے کی بنیاد ڈالی۔ ابن خلدون کو فلسفہ تاریخ کا موجد سمجھا جاتا ہے جس نے چودھویں صدی عیسوی میں فلسفہ تاریخ کا سنگ بنیاد قائم کیا۔ یورپ تاریخ کے اصلی مفہوم سے ایک زمانہ دراز تک نا آشنا رہا ہے سپانیہ کے عرب تمدن اور علمی کارناموں نے یورپ کو تاریخ کی طرف متوجہ کیا۔

اٹھارھویں صدی کے آغاز میں ایک عالم وائسو نام یورپ میں گذرا ہے جس نے یہ خیال پہلے پہل ظاہر کیا۔ کہ جب ہمارے قوانے قدرتی طور پر نیچرل سائنس کے لئے اسباب مہیا کر دئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم فلسفہ تاریخ مرتب نہ کر سکیں یہ اس نے رائے دی مگر خود کوئی کتاب نہیں لکھی۔

اس کے بعد ایک مورخ لابرائیٹ (مانٹسکیو) نے فلسفہ تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس میں سلطنت روم کے عروج و زوال کے اسباب پر غائر نظر ڈالکر بحث کی اور وہ خصوصیتیں شمار کیں۔ جن کے فقدان کی وجہ سے اس سلطنت عظیم کو زوال آیا۔ اس کے بعد دنیا کے ہر ایک طبقہ میں علمی ترقی نے فن تاریخ اور فلسفہ تاریخ کی مجوزہ شاہراہ پر چل کر سینکڑوں کتابیں ایسی مرتب کیں جو آج یورپ کو فلسفہ تاریخ کا بہترین استاد منوانے کی سفارش کرتی ہیں۔ اور اب یہ ایک مدون علم ہو گیا ہے۔

تاریخ پر اعتراض

تاریخ کے خلاف دنیا میں وقتاً فوقتاً بہت معرکہ کے مباحث پیش آتے رہتے ہیں۔ اور اسکے خلاف معاندانہ درشت زبانیں بھی بجائے خود تاریخ کا حصہ بن گئی ہیں۔

(۱) کہا جاتا ہے کہ تاریخ قصہ گوئی اور تضیع اوقات کے سوا کوئی چیز نہیں ہے

(۲) یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاریخ انسانی مظالم اور سیہ کاریوں کا ریکارڈ ہے۔ اور لازمی طور پر اس کے مطالعہ سے

وحشیانہ پن۔ سفاکی اور سیہ کاری کے خاردار اور دشوار گذار راستوں سے کانٹے چن چن کر جرائم کیلئے معلومات جمع کی جاتی ہیں۔

(۲) تاریخ شان و شوکت اور اقتدار حاصل کرنے کی ہوس پیدا کرتی ہے۔ اور اکثر اوقات اس ہوس کی تگا پو۔ موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے اور بے نتیجہ رہتی ہے۔

(۳) بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ تاریخ ہم کو زمانہ ماضی کی داستانیں سناتی ہے۔ اور اس سے کبھی مستقبل کے شاندار ہونے کی کنجیاں (جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے) نہیں مل سکتیں۔ بلکہ تاریخ دنیا کو پیچھے کی طرف لے جاتی ہے۔ اس لئے تاریخ ترقی کی مانع ہے۔

ان اعتراضات کو سنکر ملول نہیں ہونا چاہیئے۔ دنیا میں کونسی بڑی چیز ایسی تصور کی جا سکتی ہے جس پر معاندانہ نکتہ چینی نہ ہوتی ہو۔ تاریخ کے متعلق موافق اور مخالف تمام آراء پر تبصرہ کرنا ایک صحیح الدماغ علم دوست کا کام ہے۔ تاریخ کے صفحات خود ہی ان اعتراضات کا جواب نہایت کامیابی سے دے رہے ہیں۔

جو لوگ تاریخ کو محض قصہ گوئی اور افسانوی حیثیت دیتے ہیں ان کو غور کرنی چاہیئے کہ تاریخ نے جن قوموں اور بہادر ہستیوں کی داستانیں دنیا کے روبرو پیش کی ہیں۔ وہ فرضی اور غلط قصے نہیں ہیں۔ اور نہ صرف بیکار تفریح کا مشغلہ ہیں۔ انہیں داستانوں کو دنیا کی بیشتر قسمت آزما قوموں نے پیش نظر رکھ کر صرف اپنی زندگیوں کو شاندار ہی نہیں بنایا۔ بلکہ ترقی اور شائستگی کی صحیح داغ بیل قائم کر دی ہے۔ اور موجودہ اقوام کی تقدیر اور کامیابی کی کھیتیاں انہیں کے خون سے سیراب ہو کر بارآور ہو رہی ہیں۔ یہ ثابت ہے کہ ماضی نے مستقبل کی قسمت کے لئے سانچے تیار کیا ہے۔ یہ بھی غلط نہیں ہے کہ تاریخ کا ایک حصہ انسانی مظالم اور سیہ کاریوں کی تصویر پیش کرتا ہے۔ مگر تاریخ کے اس حصے سے نیک طبع دانشمند لوگ انتباہ حاصل کرتے ہیں۔ کہ وہ برے افعال اور تعدیوں سے بچ کر ان نتائج بد سے محفوظ رہیں۔ یہ واقعات درشت طبائع کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دیتے ہیں اور دنیا کو ڈنکے کی چوٹ بتلاتے ہیں۔ کہ مظالم اور تشدد کرنے والوں کا جو انجام زمانہ ماضی میں ہوتا رہا ہے۔ وہی پھر بھی مظالم کے دہرانے سے ضرور نمودار ہوگا۔

بعینہٖ اس حصہ تاریخ کا سبق وہ سمجھنا چاہیے جو لقمان حکیم کی مشہور حکایت میں بیان کیا گیا ہے حکیم لقمان سے کسی نے پوچھا کہ تو نے حکمت کس سے سیکھی ہے۔ اس نے جواب دیا ہے کہ "نادانوں اور بدکاروں سے یعنی ان کے جاہلانہ کاموں کے نتائج سے سبق حاصل کر کے میں نے ان کا ارتکاب نہ کیا"

اس لحاظ سے یہ امر قابل اعتراض نہیں رہ جاتا۔ بلکہ تاریخ کا ایک مفید پہلو ہو جاتا ہے۔ یہ عیب نہیں

بلکہ بہتر ہے۔

بے شبہ تاریخ ایک اولوالعزم مطالعہ کرنیوالے کے دل میں عزت و اقتدار حاصل کرنے کی ہوس پیدا کرتی ہے لیکن کوئی عقلمند اس کو برا نہیں خیال کر سکتا بلکہ بری بات تو یہ ہے کہ اگر تاریخ اپنے مطالعہ کرنیوالوں کو یہ سبق دے۔ کہ اے تھکے ہوئے مسافر! تو منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔ واپس چلا جا۔ یا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہ۔"

تاریخ تو نا امید اور تھکے ہوئے مسافر کو یہ کہہ کر ابھارتی ہے۔ کہ

"جوانو! وہ سامنے منزل مقصود ہے۔ ذرا اور ہمت کرو۔ اور ماضی کے واقعات پر نظر رکھ کر آگے بڑھو" اور منزل مقصود پر پہنچکر سستا لینا۔ ہمت ہارنا اچھا نہیں ہے"

کامیابی کی امید اور حوصلہ افزائی کی کبھی ملامت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ امر بھی تاریخ کا اہم فائدہ ہے یہ صحیح ہے کہ تاریخ ہم کو گذشتہ حالات، واقعات اور کارناموں سے آگاہ کرتی ہے۔ لیکن یہ خیال درست نہیں ہے کہ تاریخ دنیا کو پیچھے ہٹاتی ہے۔ اور رجعت قہقری کا سبق دیتی ہے۔ اگر یہ اصول مدنظر ہے کہ ہمیشہ ماضی کے واقعات مستقبل کے نتائج کا مصدر ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ علت و معلول تمام کائنات کے حالات پر یکساں حاوی ہے۔ تو اس سے بہتر سبق بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اور تاریخ کا صحیح مقصد یہی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اعتراض بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ تاریخ کے فوائد پر نظر رکھنے والے اگر اپنی نگاہیں مفید اور نتیجہ خیز نتائج پر رکھیں تو تاریخ کو کبھی برا نہیں خیال کیا جا سکتا۔

مورخ

مندرجہ بالا حقائق کے مدنظر اب یہ سوال زیادہ تفصیل کا محتاج نہیں رہتا کہ مورخ کیسا ہو اور اس کے فرائض کسقدر اہم اور مقدس ہیں وہ کیونکر اپنے فرائض سے فی الواقعہ صحیح معنوں میں سبکدوش خیال کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال ایک مورخ جو زمانہ ماضی کے واقعات کو جمع کرتا ہے اس کے ذہن میں یہ اصول ہونا چاہیئے کہ وہ ماضی کے ریگذار میں مستقبل کے لئے ایک آئینہ تیار کر رہا ہے جس کو مطالعہ کر کے ہر قوم اور ہر شخص اپنے آئندہ پیش آنے والے واقعات کی پیشین گوئی میں مدد لے سکتا ہے۔ اور یہی وہ اہم خدمت ہے جو کسی ملک کی تاریخ لکھنے والا انجام دے رہا ہے بسا اوقات اس کی تاریخ پر غور کرنے والے اہل تدبیر اور نبض شناس عوارض انحطاط وقت پر متنبہ ہو کر اپنے ملک کو ادبار اور انحطاط کے مہلک عوارض سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

مورخ کا فرض

کوئی تاریخ لکھنے کے لیے جب مورخ ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل میں سب سے پہلے جو جذبہ موجزن ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ میری یہ خدمت ملک کے مختلف طبقات میں کس طرح دلچسپ اور مفید ہو سکتی ہے۔ اور وہ کون سے واقعات اور حالات ہیں۔ جنکا ثر صفحات تاریخ سے مطالعہ کے ذریعہ نوع انسان کی اصلاح اور ترقی کے اسباب پر متاثر ہوکر اس کو پہلے سے بہتر بنا سکتا ہے۔ اگر اسکو اپنی زیر تالیف تاریخ میں ایسی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ یقین کرتا ہے۔ کہ اسکی خدمت سے ملک کو علمی اور ذہنی فائدہ پہنچیگا۔ تفریح کے علاوہ اس کی تاریخ ملک کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہو سکے گی۔ تو وہ اس کے واقعات کو جمع کرنے اور ترتیب دینے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

ممالک متمدنہ یوروپ میں اب جو تاریخیں لکھی جا رہی ہیں۔ ان میں صرف واقعات اور قصوں کے انبار نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر ایک واقعہ سے جو جو مفید یا مضر نتائج ملک اور اہل ملک کے طبائع پر مرتب ہوتے ہیں زیادہ تر انہیں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ بھی ایک مورخ کے فرائض اہم میں داخل ہے۔ کہ وہ ان حالات کو جو اس کی تحقیق اور دریافت میں صحیح پائے جائیں۔ اس ترتیب سے جمع اور سلسلہ وار سپرد قلم کرے کہ پڑھنے والے کی طبعیت پر خوشگوار اور دل کش اثر عائد ہو۔ خشک واقعات اور غیر مرتب کہانیاں بسا اوقات گرانی طبع کا موجب ہو جاتی ہیں۔

مورخ کی انتخابی قابلیت

دنیا میں بنی نوع انسان کے مختلف طبقات اور جماعتیں ہیں۔ ہر ایک جماعت ایک خاص کام اور مصروفیت رکھتی ہے۔ اور ہر ایک طبقہ حالات۔ معاشرت اور اپنے ماحول کے موافق خاص حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ مورخ کی قابلیت کا اسی سے اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے اپنی محنت اور تالیف کے لیے کس طبقہ کی تاریخ لکھنے کے کام کو منتخب کیا ہے اور اس سے ملک اور ابنائے وطن کو کس طرح فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

نوع انسان میں اس کی انفرادی اور اجتماعی نظریہ سے دو حیثیتیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی حیثیت اس کی انفرادی ہے جس کے لحاظ سے وہ تنہا انسان سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے افعال و اقوال کا اثر انہیں کی ذات تک محدود رہتا ہے۔

دوسری حیثیت اس کی اجتماعی ہے۔ اس لحاظ سے وہ بے شمار انسانوں پر اپنے افعال یا اقوال کا اثر بالواسطہ یا بلاواسطہ بذات خود ڈالتا ہے۔

ہمارا انتخاب ہمارے ملک میں جس کے اندر ہمارے آباؤ اجداد عرصہ دراز تک اپنی اپنی زندگیاں بسر کر کے پیوند خاک ہو چکے ہیں اور ہم بھی اپنی زندگی کے اہم ترین وقت بچپن۔ جوانی اور بڑھاپے کی بہت ساری منزلیں گذار چکے ہیں۔ یہ سوال زیادہ اہم تھا کہ مورخ کو اس ملک کے کس طبقہ کی تاریخ لکھنی چاہیئے۔ تاکہ وہ واقعات اور سرگذشت کے علاوہ ملک اور اہل ملک کے لئے اپنی اجتماعی اور انفرادی حالت کے سدھارنے اور ترقی کا ذریعہ بننے کا صحیح معنوں میں مناسب ہو

ظاہر ہے کہ سب سے پہلے ملک کے فرمانرواؤں کی تاریخ ایسی سبق آموز اور ہمت افزا ہوسکتی ہے اس سے دو ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔ ایک واقعات اہم کا صحیح ریکارڈ۔ اور دوسرا تمام ملک کی رعایا کیلئے دلی محبت اور شوق سے مطالعہ کرنے اور اپنی اجتماعی اور انفرادی اصلاح کی ترغیب کا سامان

ہم نے سنہ ۱۹ ۔ ۔ میں آج بیالیس برس پہلے جب جنت آشیان نواب صادق محمد خان صاحب رابع علیہ الرحمۃ سابق فرمانروائے بہاولپور کی بایوگرافی لکھی تھی۔ تو اس وقت بھی اس انتخاب کے متعلق یہی خیالات ہمارے ذہن میں پیدا ہوئے تھے۔

وجوہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت سے اس مملکت خداداد بہاولپور پر عباسی خاندان عظیم الشان کی حکومت ہے جس کے لئے مشہور حدیث نبوی صلعم موجود ہے۔ کہ عباسی سلطنت قیامت تک قائم رہے گی۔ یہ خاندان عم نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہے۔ اس خاندان نے چھ سو سال تک دنیائے اسلام پر بغداد کے دارالخلافہ میں ایسی کامیاب حکومت کی اور اپنی حکومت میں ایسی ایسی خدمات بنی نوع انسان کی انجام دیں۔ کہ رہتی دنیا تک ان کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کی تمام زبانوں اور ملکوں کے لٹریچر میں اس حصہ تاریخ پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں اور موجود ہیں۔

۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء میں جب بغداد کی حکومت چنگیز خانی شمشیر سے ختم ہوئی۔ تو پھر اس حدیث مبارک کی پیشین گوئی کی صداقت اس کے مصر میں مستقل ہونے کی صورت میں سمجھی گئی۔ مصر کی خلافت کے وقت پورا ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عباسیوں کا جھنڈا مملکت خداداد بہاولپور کے میناروں اور قلعوں پر لہرانے لگا۔

اس حکومت کے زیر سایہ امن و آرام سے بسر کرنے اور نمکخوار حکومت عباسی ہونے کی وجہ سے ہم پر فرض تھا کہ ہم بھی اپنی استعداد اور قابلیت کے اندازہ پر اپنے آقا کے خاندان کی خدمت انجام دیں۔ بالخصوص، اس لئے بھی کہ اس ملک کے متعلق اس خاندان کی تاریخیں جو فارسی اور اردو میں پہلے معرض تحریر میں آچکی ہیں۔ وہ

اب نایاب ہیں۔ اس لیے اس سے بہتر کوئی اور موضوع بھی ہمارے لئے موزوں نہیں ہو سکتا تھا جس کیلئے تاریخ کی ضرورت اور دماغ پاشی اور عرق ریزی کی جانب دلی توجہ مبذول ہو سکے۔

ان وجوہ کی بناء پر ہم نے اپنی زندگی کا مشغلہ ہی یہی قرار دے لیا کہ اس خاندان عظیم الشان کی خدمت کرنے میں ہم خرما و ہم ثواب کی نعمت دنیا اور آخرت میں ملے گی۔ اور اپنا اخلاقی اور ملی و روحانی جذبات کا فرض بھی انجام ہوگا۔ اور پھر خاندان عم رسول اللہؐ کی یادگار قائم کرنے میں اجر عظیم کے علاوہ اپنی بھی یادگار قائم رہے گی۔

ایسی تاریخ جہاں ملک اور زمانہ کے علمی ذخیرہ میں فراوانی کا موجب ہوگی وہاں اسی خاندان کیلئے بھی بہترین سبق آموز اور نصیحت اندوز ہوگی۔ وہ عبرت کا ایک تازیانہ اور ہدایت کا کارگر آلہ سمجھی جائے گی۔

بیشک خاندان عباسیہ کی قدیم تاریخ پر فلسفیانہ اور ناقدانہ تبصروں کا بہت جامع اور ضخیم حصہ دنیا میں موجود ہے۔ لیکن جب سے اس خاندان کی محترم یادگاروں نے مصر کو چھوڑ کر سندھ کو اپنا مرکز توجہ بنایا۔ اسوقت کی مکمل تواریخ اب ملک میں نایاب ہے سندھ کے گزیٹر اور بعض تاریخوں میں جستہ جستہ مختصر حالات مثلاً شکارپور کی بنیاد قائم کرنے یا وہاں کے قدیم باشندوں سے لڑائیوں کا ذکر ملتا ہے اس سے پیشتر اور بعد کے حالات مرآت دولت عباسیہ اور جواہر عباسیہ میں درج ہیں۔ مگر یہ کتابیں اول تو قدیم فارسی زبان میں ہیں اور پھر اول الذکر کتاب چھپی تھی مگر اب اسکی کوئی کاپی دستیاب نہیں ہو سکتی۔ جواہر عباسیہ تو طباعت میں ہی نہیں آئی۔ اس لئے یہ دونوں کتابیں اب نایاب ہیں۔ ضرورت تھی کہ اردو زبان میں ایک مختصر تاریخ ایسی بہم پہنچائی جائے۔ جو تاریخ اشاعت تک کے واقعات صحیحہ پر مشتمل ہو۔ اور جدید نظریہ تاریخ نویسی کے لحاظ سے مکمل بھی ہو۔

صبح صادق جو اس وقت آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ اگرچہ اس کتاب کی جدید ترتیب میں صرف واقعات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اور فلسفہ تاریخ کے مطابق اس کے واقعات پر نہ تبصرہ کیا جاسکا ہے اور نہ ہی اسقدر وقت ملا ہے۔ اس کام کیلئے ایک لمبی فرصت اور کئی ایک کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت تھی۔ تاہم یہ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے نہ صرف ماضی و حال کے واقعات کا سلسلہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ وقت کی رفتار اور حالات کے تسلسل سے آئندہ کے لئے بھی بہت کچھ سوچا جا سکتا ہے

ملک اور ملک کے فرمانرواؤں کی تاریخ کا مدون کرنا۔ ملک کا ایک مشترکہ مقصد ہے اور ایک مشترکہ غرض تمام ابناء وطن کو اپنی محنت اور وقت کی قربانی کے لئے ہر وقت دعوت دے رہی ہے۔

واقعات کی ترتیب اور جیسا بھی اسلوب بیان ممکن تھا۔ اس مختصر میں پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے

اور جسقدر ممکن تھا۔ اسی مواد کو ترتیب اور تالیف کا لباس پہنایا گیا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر ملک کے روشن دماغ اور گہرے مطالعہ کے شیدا اصحاب اس طرف توجہ کریں۔ تو وہ انہیں واقعات پر بہت بلند اور شاندار عمارتیں کھڑی کر سکتے ہیں۔

کتاب کا نیا ایڈیشن

چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ اسی نام سے راقم نے ایک کتاب لکھی تھی۔ مجموعی طور پر وہ کتاب بھی اس خاندان عظیم الشان کی مختصر تاریخ تھی۔ مگر اس کے ترتیب کے زمانہ کو جسقدر وقت گذر گیا ہے اس درمیانی وقت کے واقعات اس امر کے متقضی تھے کہ ان کو بھی ترتیب اور تحریر کے سانچہ میں ڈھال کر سلسلہ واقعات کی کمی کو پورا کر دیا جائے چنانچہ یہی خیال اس کتاب کی ترتیب کا محرک ہوا۔ اور خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے اپنے ایک حقیر ضعیف اور ناتواں بندے کو اس کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اور حضور پر نور اعلیحضرت سکندر صولت جلالۃ الملک فرمانروائے بہاولپور دام اقبالہٗ و ملکہٗ کے عہد زریں میں راقم ناچیز کو ملک کی تاریخی خدمت انجام دینے کا دوبارہ موقعہ نصیب ہوا۔

حضور ممدوح دام اقبالہٗ و ملکہٗ کی حوصلہ افزائی قدر دانی اور سرپرستی سے علمی دنیائے بہاولپور کا پایہ نہایت بلند ہو گیا ہے اور مسلسل ادبیات تاریخ اور فنون لطیفہ پر تالیفات ہو رہی ہیں۔

سررشتۂ تالیفات

حضور ممدوح کے عہد زریں میں ایک خاص صیغہ تالیفات کے نام سے موسوم ہے راقم ناچیز کو اس سررشتۂ عالیہ کی نظامت کا فخر حاصل ہے۔ سررشتہ تالیفات بہاولپور سے ایک بہت بڑی مفصل تاریخ خاندان عباسی کی لکھی جا رہی ہے۔ جو کئی ایک جلدوں میں پوری ہوگی۔ اور جب یہ تاریخ جدید اصول تاریخ نویسی کے مطابق مرتب ہو کر اشاعت پذیر ہوگی۔ اسوقت ملک دیکھے گا۔ کہ اس سررشتہ نے ملک اور آقائے محترم کی کس قدر مہتم بالشان خدمت انجام دی ہے۔

راقم ناچیز نے خاندان سلطان العلوم خلیفۃ المسلمین کی تاریخ لکھنے میں جو حصہ لیا ہے وہ کم حیرت انگیز نہیں ہے میرے لخت جگر فرزند نور نظر محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ نے اس سلسلہ تصانیف کا نام سلسلہ عزیزیہ رکھا ہے اسی سلسلہ میں حضور اعلیحضرت جلالۃ الملک فرمانروائے بہاولپور کے حالات سفر حج (حج صادق) کے نام سے اور اعلیحضرت حضور ممدوح دام اقبالہٗ و ملکہٗ کے والد بزرگوار نواب الحاج محمد بہاولخان خامس عباسی علیہ الرحمۃ کے حالات حیات بہاولخان کے نام سے مکمل ہو کر چھپ چکے ہیں اور اب اس سلسلہ میں یہ تاریخ ایک عظیم الشان اضافہ کا باعث ہوگی۔

بہاولپور ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۶۲ھ
۲۰ر جنوری ۱۹۴۳ء

خاکسار محمد عزیز الرحمٰن عزیز (ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ)
سپرنٹنڈنٹ میوزیم سلطانی و ناظم سررشتہ تالیفات بہاولپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مقدمہ

مملکت خداداد بہاولپور شمالی ہندوستان میں سب سے بڑی اسلامی ریاست ہے۔ جو دنیا کے عظیم ترین اور اولوالعزم خاندان اور مملکت عباسیہ کی یادگار ہے۔ خاندان حضرت عباسؓ عم نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت عظیمہ بغداد کے ختم ہو جانے کے بعد عباسیوں کو مصر میں پھر موقعہ ملا۔ اسی شاخ کا ایک شہزادہ جو خلیفہ اول مصر ابوالقاسم احمد د ۶۵۹ھ تا ۶۶۰ھ کی پانچویں پشت میں تھا۔ اور جس کا نام امیر سلطان احمد ثانی تھا۔ مصر سے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ ۷۶۷ھ تا ۷۷۱ھ کے قریب سندھ میں وارد ہوا۔ اور آہستہ آہستہ اپنی ہمت۔ استقلال مذہبی اور اخلاقی صداقت اور اولوالعزمی سے رائے دہورنگ سے لڑ کی کا ناطہ اور حصہ ملک حاصل کر کے مستقل طور پر سندھ میں سکونت پذیر ہو گیا۔ اپنے مقبوضات کی ترقی اور آبادی میں مسلسل وہ اور اس کی اولاد کوشاں رہی۔ اس کی اولاد میں امیر چنی خان نے اپنی دانشمندی ذہانت اور ہر دلعزیزی سے سلطنت مغلیہ سے پنجہزاری کا لقب اور خطاب حامی دین حاصل کر کے اوباوڑہ سے لاہری بندرتک کے وسیع علاقہ کی وصول مالگذاری کا حق اور معقول جاگیر بھی حاصل کی اور اس طرح یہ عظیم الشان خاندان سندھ کے حکمرانوں کی فہرست کی صف اول میں پہنچ گیا اس امیر کے دو بیٹوں کی علیحدہ بود و باش کیوجہ سے یہ خاندان دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ داؤد خان فرزند اول کی اولاد داؤد پوترہ عباسی کہلائے۔ اور محمد مہدی خان فرزند دوم کی اولاد اس کے لڑکے کلہوڑہ کے نام سے کلہوڑہ کہلانے لگی۔

داؤد خان کی اولاد میں امیر صادق محمد خان اول نے کلہوڑہ خاندان کی رقابت اور سرد جنگ کی کشمکش سے پریشان ہو کر سندھ کے اس تمام علاقہ کو جو اپنی زور بازو اور مغل بادشاہوں کے رسوخ سے حاصل کیا تھا۔ ترک کر دیا۔ اور ناظم ملتان سے ۱۱۴۰ھ میں چودھری کا علاقہ بطور جاگیر حاصل کر کے اس کی

آبادی اور ترقی میں مصروف ہوگیا۔ اسی علاقہ میں امیر محمد بہاول خان اول کی ہمت سے ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء میں بہاولپور کا شہر آباد ہوا۔ اور امیر کے نام کی نسبت سے اس وقت سے عباسیوں کی مقبوضات کو ریاست بہاولپور کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس مختصر نوٹ کی تفصیل آپ اس کتاب میں پڑھیں گے اس مقدمہ میں ہم کو دولت خداداد بہاولپور کے جغرافی تمدنی اور انتظامی حالات کا ذکر مقصود ہے۔

پنجاب کے جنوب مغربی کنارہ پر دریائے گھارا۔ اور سندھ کے بائیں ساحل پر یہ ریاست قریباً تین سو میل لمبی اور اوسطاً پچپن میل چوڑی حدود میں واقع ہے اس کا مجموعی رقبہ سترہ ہزار میل مربع ہے اور اس میں تیرہ لاکھ سینتیس ہزار سات سو تینتیس ۱۳۳۷۷۳۳ نفوس کی آبادی ہے جس میں ۹/۱۰ مسلمان اور باقی ہندو سکھ عیسائی وغیرہ قومیں آباد ہیں۔ نواب بہاولخان صاحب ثالث عباسی نے سنہ ۱۸۴۴ء میں برٹش گورنمنٹ کی استدعا پر اپنے ملک کا مشرقی زرخیز علاقہ وٹوان جو ضلع فیروزپور کے بنگلہ فاضل کا کے متصل تھا۔ اور جس کی سالانہ آمدنی پچیس ہزار روپیہ تھی نہایت فراخدلی اور عالی حوصلگی سے گورنمنٹ کو دے دیا۔ سنہ ۱۸۴۸ء میں جب گورنمنٹ برطانیہ کو ہنگامہ ملتان میں بہاولپور نے بہت بڑی امداد دے کر ملتان اور اس کے مضافات کا تمام علاقہ فتح کرادیا جس سے تمام پنجاب میں گورنمنٹ انگریزی کا پرچم اقبال لہرانے لگا تو اس عظیم الشان امداد کے اعتراف میں گورنمنٹ نے حسب معاہدہ ریاست کے مغربی علاقہ کی وسعت کردی اور اس سے کوٹ سبزل بھونگ بھارہ کے مواضع ریاست میں داخل ہو گئے

اس مملکت خداداد کے شمال میں پنجاب کے اضلاع منٹگمری۔ ملتان۔ مظفرگڑھ اور ڈیرہ غازیخان۔ اور جنوب میں ریاست ہائے بیکانیر و جیسلمیر۔ مشرق میں ضلع فیروزپور اور کسی قدر حصہ ریاست بیکانیر۔ مغرب میں صوبہ سندھ کے اضلاع سکھر اور جیکب آباد واقع ہیں

آب وھوا: لب دریائی مواضعات کے مرطوب اور ریگستانی علاقہ کی صحت افزا ہے۔ اور اس کے خشک حصہ میں سردیوں میں سردی خاصی ہوتی ہے اور گرمیوں کا موسم بھی زیادہ گرم رہتا ہے۔ بارش اس علاقہ میں بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اس لئے زراعت دریائی پانی اور کنوئیں کے ذریعہ کی جاتی ہے

عام طور پر اس علاقہ کے مسلمان زراعت پیشہ ہیں۔ بعض تجارت، صنعت اور ملازمت میں بھی متوجہ ہیں۔ تجارت کا زیادہ حصہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ پیداوار ہر قسم کی بافراط ہوتی ہے اجناس خوردنی کے علاوہ پھل پھول۔ میوے۔ کپاس۔ نیل کی پیداوار بھی ہوتی ہے۔ باغات بھی بکثرت ہیں اور آمدنی سوا کروڑ روپیہ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور جدید انتظام توسیع انہار اور آبپاشی کے فیضان سے اس

میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔

پانچ سو میل لمبی ریلوے لائن موجود ہے جس میں آدم واہن سے لے کر ڈھنڈی کے ریلوے اسٹیشن تک ۱۴۵ میل نارتھ ویسٹرن ریلوے کی ڈبل لائن ہے۔ جو ملتان سے کراچی کو جاتی ہے اور جس میں حدود ریاست کے اندر ۲۱ اسٹیشن واقع ہیں۔ باقی ریلوے لائین سنگل ہے۔ ایک سمہ سٹہ سے اوڑکی اسٹیشن تک ۱۸۶ میل لمبی ہے جس میں ۲۵ اسٹیشن ہیں۔ ایک لائن امروکا ریلوے اسٹیشن تک ۱۷ میل لمبی میکلوڈ گنج سے جاتی ہے۔ ایک لائن قطب المعارہ سے براہ فورٹ عباس بہاول نگر تک ۱۵۰ میل لمبی جس میں ۱۷ اسٹیشن ہیں مگر اس لائن کو ۱۹ مئی ۱۹۳۰ء سے بوجہ حالات اب صرف بہاول نگر سے فورٹ عباس تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اور صرف ۶۳ میل لمبی جاری ہے۔ ایک لائن خانپور سے چاچڑاں شریف تک ۲۲ میل لمبی جاری ہے جس میں پانچ اسٹیشن واقع ہیں۔

ضروریات خاص کے لئے دو چھوٹی چھوٹی ریلوے لائنیں بخش خان اور ہیڈ پلہ ماری کے درمیان اور ڈیرہ نواب و ہیڈ پنجند کے درمیان عارضی طور پر موجود ہیں۔ حسب ضرورت ان سے کام لیا جاتا ہے۔ جو صیغہ انہار ریاست کی سہولیت کار کے لئے کارآمد ہوتی ہیں۔

نظم ونسق اعلحضرت فرمانروائے دولت خداداد بہاولپور دام اقبالہ و ملکہ کے عہد مبارک میں اس ملک کا نظم و نسق اصلاحات جدیدہ سے مکمل ہوا ہے۔ قابل اور تجربہ کار وزراء کی ایک جماعت مختلف شعبہ ہائے انتظامی بھی انچارج ہے۔ اور اعلحضرت دام اقبالہ و ملکہ کی نگرانی میں شبانہ روز انجام خدمت میں خلوص محنت اور استقلال سے مصروف ہیں چنانچہ

۱۔ رئیس الوزراء　پرائم منسٹر　ایک تجربہ کار یورپین افیسر ہے جس نے عرصہ دراز تک ہندوستان میں اپنی محنت، تدبر اور خوش نظمی سے نیک نام حاصل کیا ہوا ہے۔ جو عام نظم و نسق ریاست کے علاوہ دوسرے صیغہ ہائے ریاست کی عام نگرانی بھی کرتے ہیں

۲۔ اسی طرح نو آبادیات۔ مال۔ انہار۔ جنگلات۔ انکم ٹیکس۔ کامرس کے صیغوں پر بھی ایک قابل تجربہ کار یورپین آفیسر مامور ہے۔ جو ریونیو منسٹر کے نام سے موسوم ہے۔

۳۔ امور داخلیہ اور نظام اندرونی ریاست کے لئے ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ علیگ افیسر ہوم منسٹر تعینات ہے

۴۔ ہاؤس ہولڈ منسٹر کی اہم ذمہ داریوں کے انصرام کے لئے ایک قدیمی نمک خوار خاندان کا تجربہ کار اور اہل الرائے آفیسر مامور ہے۔

۵۔ دولت عالیہ خداداد بہاول پور کے صیغہ ہائے توسیع علوم و معارف۔ بلدیات شفاخانجات کا انچارج ایک وزیر جو شاہی اتالیق خاندان کا قابل فخر اور ممتاز ممبر ہے۔ ایجوکیشن منسٹر کے نام سے موسوم ہے اسی طرح ہر ایک ضروری اور اہم صیغہ نظام مملکت پر قابل اور لائق تجربہ کار اور بہی خواہ سرکار آفیسر تعینات ہیں۔ بلحاظ تقسیم کاروبار جدید ایڈمنسٹریشن کے رو سے دولت عالیہ بہاول پور دو ڈویژنوں میں منقسم ہے جن کو آبپاشی کے لحاظ سے سرکل۔ اور مال و جوڈیشل انتظام کے لحاظ سے ضلع کہتے ہیں۔

۱۔ رحیم یار خان ۲۔ بہاول پور

ہر ایک سرکل میں ریونیو اور اریگیشن کے فرائض کی انجام دہی کے لئے ایک ایک ڈپٹی کمشنر اور ایک ایک ڈویژنل افسر مقرر ہے۔

جوڈیشل خدمات کیلئے ایک ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و جج۔ اور تعلیمی اہتمام کیلئے انسپکٹر تعلیم کے ماتحت ایک ایک اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس مقرر ہے۔

حفظ امن عامہ اور حفاظت علاقہ کے لئے صاحب بہادر کمشنر پولیس کے ماتحت ایک ایک اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور انسپکٹر پولیس موجود ہے۔ اور طبی خدمات کے لئے ایک ایک اسسٹنٹ سرجن مقرر ہے۔ مقامی نظام عمل کے پیش نظر دولت خداداد دس تحصیلوں میں منقسم ہے۔ جہاں ایک ایک تحصیلدار، ایک ایک منصف و مجسٹریٹ۔ ایک ایک سیکرٹری میونسپلٹی۔ ایک ایک سب انسپکٹر پولیس ایک ایک ڈاکٹر مامور ہے حال ہی میں شہر بہاولپور کی توسیع اور جدید ترتیب کیلئے مضافات شہر کو شامل کر کے زیر سکیم ٹاؤن پلیننگ اور ٹاؤن امپرومنٹ لایا جا کہ دار الخلافہ ملک میں مروجہ انگریزی قوانین مقامی اور دوسرے حالات کی معمولی تبدیلی کے ساتھ رائج ہیں

امن عامہ کے لحاظ سے ریاست میں ۳۶ تھانے (پولیس اسٹیشن) اور میونسپل خدمات کیلئے ایک درجہ اول کے نو درجہ دوم کے اور ۱۶ درجہ سوم کی کمیٹیاں موجود ہیں۔ نو آبادیات کے بڑے بڑے بعض قصبوں اور بہاولنگر میں، نوٹیفائیڈ ایریا کا سسٹم بھی جاری ہے علمی سرگرمیوں کے سلسلہ میں علاوہ پبلک مدارس کے کالج۔ پانچ ہائی سکول۔ گیارہ اینگلو ورنیکلر مڈل، اور چھ لوئر مڈل سکول اور دو سو سے زیادہ پرائمری مدارس جاری ہیں۔ علم دوست اور تاریخ دان رعایا کے لئے بہاولپور سے ایک سرکاری گزٹ ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ اور ستلج اور اصلاح کے نام سے دو موقت اخبار بھی جاری ہیں۔ جو پبلک کے علم دوست اصحاب کی ادارت میں مرتب ہوتے ہیں۔ راقم الحروف کے اہتمام سے ایک ہفت روزہ اخبار اور ایک علمی تاریخی ادبی ماہنامہ العزیز کے نام سے جاری ہے۔

ملک کے جنوبی ریگستانی حصہ کو چھوڑ کر باقی ہر جگہ زراعت ہوتی ہے۔ وہ تمام اجناس اور پھل پھول، یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ جو پنجاب کے دوسرے حصوں میں ہوتے ہیں باغات بھی موجود ہیں۔ کپاس۔ چاول بیلنے آٹے کی مشینیں بھی بکثرت موجود ہیں جنہیں حسب ضرورت روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ زیادہ تر تجارت اسی قسم کی ہوتی ہے دوسری ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بکثرت شہروں میں مہیا ہوتی ہیں جن پر تاجر جماعت کی فلاح کا انحصار ہے۔ صدر بہاولپور میں علاوہ سرکاری پریس کے ایک پبلک پریس بھی ہے جو برقی طاقت کے ذریعے کام کرتا ہے۔ جو راقم الحروف نے ۱۹۳۸ء میں قائم کیا۔ تھا شہر بہاول پور اور صادق گڑھ پیلیس میں برقی سسٹم کے ذریعہ روشنی اور ہوا کا اہتمام نہایت وسیع پیمانہ پر بہاولپور میں سرکاری پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے ذریعہ اور صادق گڑھ پیلیس میں ورکشاپ سرکاری کے ذریعہ جاری ہے۔ بعض دوسرے بڑے بڑے قصبات میں بھی برقی سسٹم کے اجراء کا سوال زیر غور ہے

بہاول پور اور صادق گڑھ پیلیس کے درمیان لاریاں بھی چلتی ہیں۔ جن کے لئے پختہ سڑک موجود ہے۔ جو ۴۴ میل لمبی ہے۔ احمد پور سے اوچ اور دیگر بعض مقامات میں بھی لاریوں کا سسٹم موجود ہے

مقبوضات فرمانروایاں خاندان عالی شان عباسیہ اس نقشہ سے واضح ہوں گے جو آئندہ ورق پر شامل کیا جاتا ہے۔

اس نقشہ میں حدود جغرافی۔ انہار۔ اور مشہور مقامات ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور مختصر طور پر ایک شجرہ خاندان عباسی بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس میں انگریزی حرف ایس (S) کے اندر جو سرکار والا شان کے اسم گرامی کا پہلا حرف ہے کے اندر تمام شجرہ نسب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اعلیٰحضرت جلالۃ الملک حضور پر نور ہز ہائینس نواب صاحب بہادر دام اقبالہ و ملکہٗ کی اولاد احفاد تک کا سلسلہ نسب و جانشینی دکھایا گیا ہے

پہلی کتاب صبح صادق جسکا اصلاح شدہ مکمل با تصویر ایڈیشن یہ مرتب کیا گیا ہے۔ نہایت مختصر تھی۔ اور اس میں جنت آشیان نواب صادق محمد خانصاحب رابع مرحوم مغفور کے سوانح حیات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کیا گیا تھا۔ اور انتظام ریاست کے متعلق بھی وضاحت سے کام لیا گیا تھا۔ وہ کتاب صرف بایوگرافی کی شکل میں ۱۸۹۹ء تک کے واقعات پر مشتمل تھی مگر اس جدید ایڈیشن میں اس کا رنگ تمام خاندان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تاریخ کیصورت اختیار کر رہا ہے۔ اور سلسلہ واقعات بھی حال تک یعنی ۱۹۴۲ء کے آخیر تک بڑھا دیا گیا ہے۔

محترم فرمانروایان بہاولپور کی سوانح حیات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کرنے سے کتاب کا حجم زیادہ ہو گیا ہے۔ خط اور کاغذ کے لحاظ سے بھی اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

ترتیب کے لحاظ سے اس ایڈیشن کو مندرجہ ذیل چار بابوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

باب اول:۔ مملکت خداداد بہاولپور کے فرمانروا خاندان عباسی کی قدیم تاریخ اور خلفائے بغداد و مصر کا مختصر تذکرہ یہ باب ۴۱ صفحات میں مکمل ہوا ہے۔

باب دوم عباسیوں کا سندھ میں ورود اور منزل بمنزل آبادی بہاولپور کا آغاز اور امیر صادق محمد خان اول عباسی شہید سے نواب محمد بہاول خان صاحب رابع عباسی تک کے حالات محاسن ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء تک درج کئے گئے ہیں۔ یہ باب صفحات ۴۲ سے ۱۳۱ تک پورا کیا گیا ہے۔

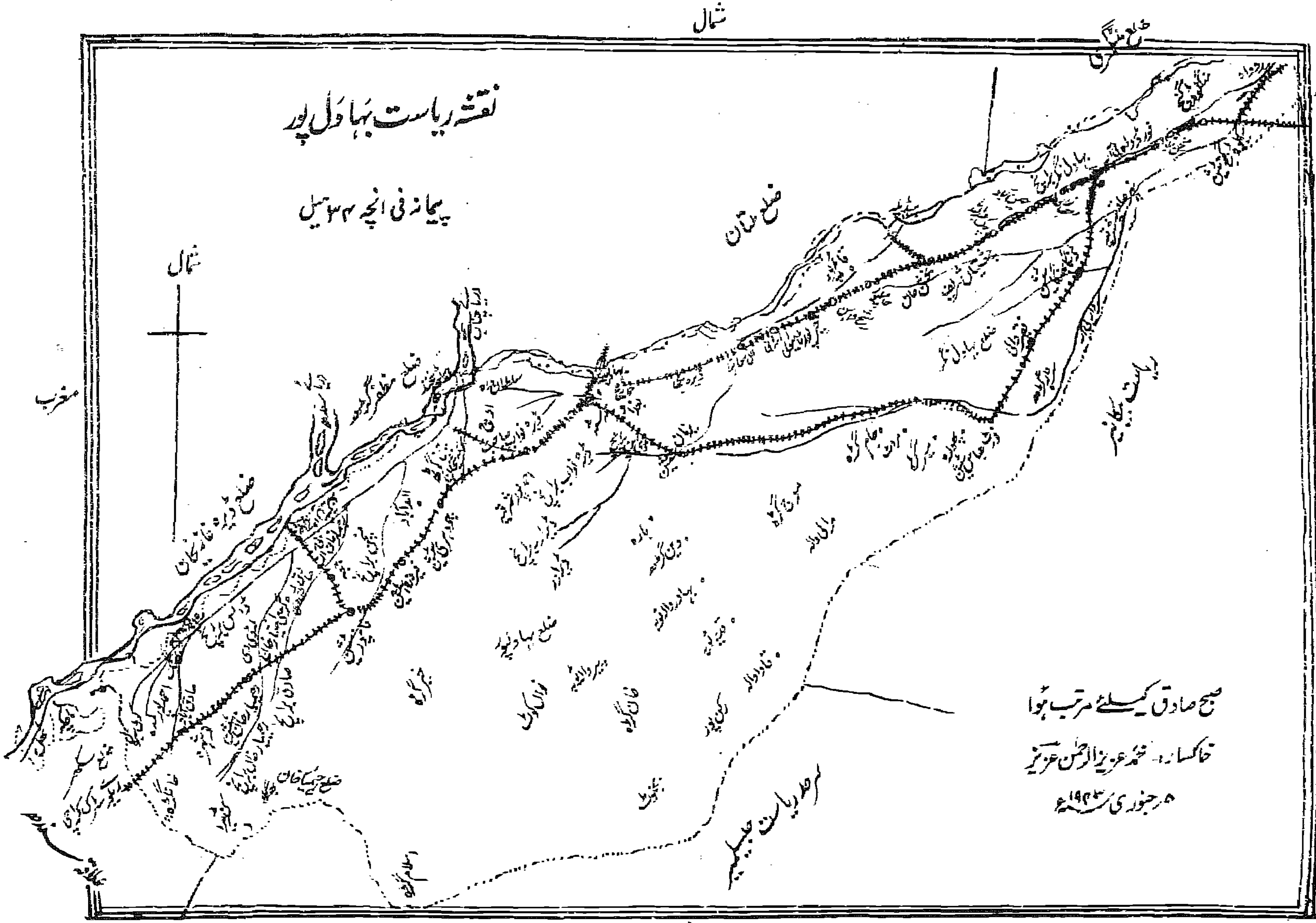
باب سوم نئے تمدن اور جدید دستور حکمرانی کا عہد نواب صادق محمد خان رابع عباسی مرحوم اور نواب حاجی محمد بہاول خان خامس عباسی کے عہد ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء سے ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء تک کے حالات جو صفحات ۱۳۲ سے ۱۸۴ تک درج ہوئے ہیں بیان کئے گئے ہیں۔

باب چہارم میں حضور پر نور اعلحضرت جلالۃ الملک ہز ہائینس لیفٹیننٹ کرنل الحاج سر صادق محمد خان صاحب بہادر خامس عباسی دام اقبالہٗ و زاد عمرہٗ و ملکہٗ تاجدار بہاولپور کے مبارک عہد اور محترم عرصہ کے اہم حالات درج کئے گئے ہیں جو ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء سے ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء کے آخیر تک لکھے گئے ہیں اور صفحات ۱۸۵ سے ۲۰۸ تک ان کا اندراج ہوا ہے۔

کتاب کے آخیر میں مؤلف ناچیز کی مختصر سوانح بھی درج ہیں۔ تاکہ اس خاندان عظیم الشان کی خدمت کے ذریعہ ایک ناچیز نمکخوار کے حالات کی یادگار بھی زندہ رہے۔

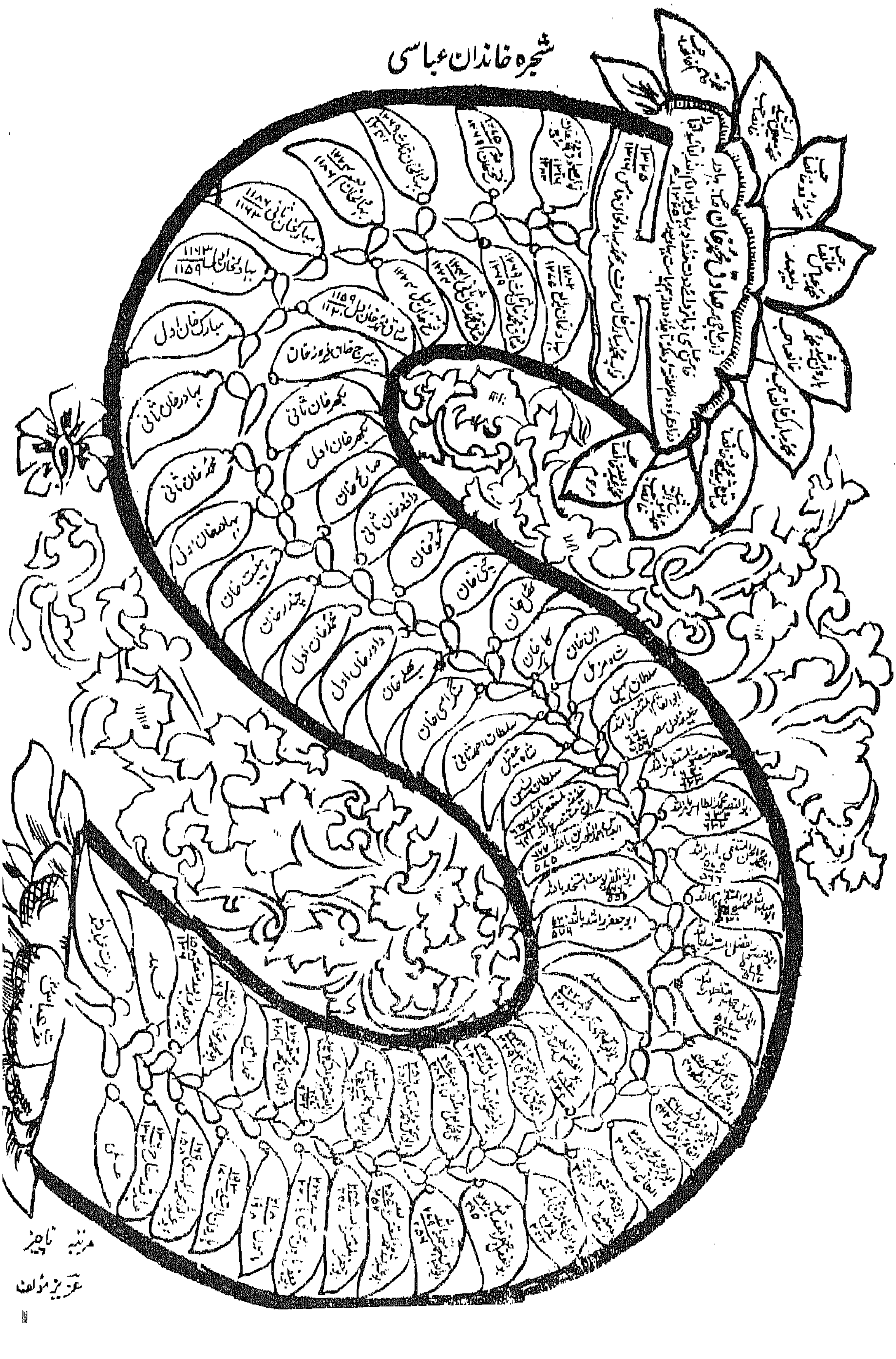
یقین ہے کہ اس ترتیب کو تاریخ سے دلچسپی لینے والے اصحاب پسند کریں گے۔

و باللہ التوفیق



شمال
نقشہ ریاست بہاولپور
پیمانہ فی انچہ ۴۳ میل
شمال
مغرب
ضلع ملتان
ضلع منٹگمری
ضلع مظفر گڑھ
ضلع ڈیرہ غازیخان
ریاست بیکانیر
سرحد ریاست جیسلمیر
صبح صادق کیلئے مرتب ہوا
خاکسار:- محمد عزیز الرحمن عزیز
۵ جنوری ۱۹۲۳ء

شجرہ خاندان عباسی



مرتبہ ناچیز

عزیز مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

صبح صادق

باب اوّل

مملکت خداداد بہاولپور کے حکمران خاندان کی

قدیم تاریخ

یعنی

دودمان عباسیؓ کے ابتدائی حالات

اسلام کے عظیم الشان خاندان عباسی کی تاریخ کو بانیٔ اسلام علیہ التحیۃ والسلام کے مبارک حالات سے نہایت ہی گہرا تعلق ہے۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ پیشوائے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ میں چچا تھے اور اسی نسبت سے بنی عباسؓ کو ابن عم رسول اللہ سے

مخاطب کیا جاتا ہے۔

حضرت عباسؓ کے محاسن اور محامد کے تمام کارنامے حضور پر نور نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد کے تمام شاہکار عہد اسلام کی تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔ اس دودمان عالیشان کے چھپتیس فرمانرواؤں نے دوسری صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری تک بغداد کے تخت پر جلوہ افروز رہ کر ملک کی خدمت اور اسلام کی اشاعت کا پورا حق ادا کیا۔ اور اس کے بعد اسی خاندان کی ایک شاخ نے مصر میں ایک سو سال تک حکومت کے فرائض ادا کیئے۔ مصری خاندان کی ایک شاخ نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر اپنا علم اقبال بلند کیا۔ اور یہی سلسلہ شمال مشرق کی جانب رفتہ رفتہ بڑھتا ہوا۔ آخر کار مملکت خداداد بہاولپور کا بانی ہوا۔

اس مبارک تاریخ کی ابتداء سے پہلے حضرت بانیٔ اسلام علیہ السلام کے مختصر حالات کا ذکر اس لئے موزوں ہوگا کہ اسلام کی تاریخ کے متعلق اس خاندان عالی شان کے کارنامے مطالعہ کرنیوالے اصحاب آغاز اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کی ضروری اور مختصر حالات سے اطلاع حاصل کرلیں اور معلوم کرلیں کہ ابتدائی عہدِ اسلامی سے آج تک جس عظیم الشان خاندان نے اسلام کی خدمت اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کے مشن کی اطاعت سب سے زیادہ شہرت اور سبقت حاصل کی ہے۔ اس خاندان کو بانیٔ اسلام کے خاندان سے کیا تعلق تھا۔ اور کس قدر سچی محبت تھی۔ اس مناسبت اور ضرورت کی بناء پر ہم پہلے حضرت بانیٔ اسلام علیہ السلام کے حالات درج کرتے ہیں۔

بانیٔ اسلام علیہ السلام رحمۃ للعالمین

حضرت سید الابرار احمد مختار خاتم النبیین۔ فخر آدم و عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے نامور۔ معزز اور ممتاز قبیلہ قریش کے سردار حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر مکۃ اللہ میں شب دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول شریف عام الفیل (۵۷۱ء) میں آمنہ بنت وہب خاتون کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے

آپ اپنے قبیلہ اور عرب کے شرفا کے دستور کے مطابق مضافات مکہ کی ایک نیک دل خاتون حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب کے سپرد کیئے گئے۔ جو قبیلہ بنی سعد کی ایک ممتاز خاتون تھیں۔ چار سال کی عمر تک آپ وہیں رہے۔ آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت سے بھی پہلے ہو چکا تھا چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور آپ یتیم ہو گئے۔

یتیمی کی حالت میں آپ کے دادا عبدالمطلب نے (جو حضرت عباسؓ بانیٔ خاندانِ عباسی کے والد تھے)

اپنی کفالت میں لے لیا۔ دو سال تک آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی زیر کفالت حضرت عباس کے ساتھ (جو آپ سے صرف تین سال عمر میں بڑے تھے) زندگی بسر کرتے رہے۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرت صلعم اپنے چچا حضرت ابوطالب (والد حضرت اسد اللہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) کے پاس آ گئے

اسی اثناء میں آپ تجارتی مقاصد کے لئے نو سال کی عمر میں شام کی جانب اپنے چچا کے ہمراہ گئے۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجہ بنت خولد سے جو مکہ مکرمہ میں ایک متمول بیوہ خاتون تھیں) منافع کے حصہ پر مال تجارت حاصل کیا۔ اور اس تجارت کے سلسلہ میں آپ دوسری دفعہ ملک شام کی جانب تشریف لے گئے۔ ملک شام کے ان دونوں سفروں میں آپ کو بحیرا۔ اور نسطورا دو راہبوں نے دیکھ کر آپ کی اولوالعزمی اور نبی آخر الزمان ہونے کی پیشین گوئی کی اس سفر سے واپس آکر آپ نے حضرت خدیجہ کی تحریک پر ان سے نکاح فرما لیا۔

آپ کا بچپن۔ عنفوان شباب اور جوانی نہایت پاکیزہ رہی۔ اور مکہ میں آپ کی نسبت یہ کہا جاتا تھا۔ کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے اور باحیا ہیں۔ آپ ذہانت، تواضع، نرم دلی اور صفائی معاملہ میں خاص طور پر ممتاز تھے۔ آپ کی اخلاقی اور تمدنی زندگی اس قدر شاندار اور بے نظیر تھی کہ تمام عرب میں آپ صادق، اور امین کے خطابات سے پکارے جاتے تھے۔

اُمّی اور ناخواندہ ہونے کے باوجود آپ تمام صفات حسنہ کے بہترین سرمایہ دار تھے۔ اور ہمیشہ یتیموں کی پرورش، غریبوں کی امداد بیواؤں کی ہمدردی میں سرگرم رہتے تھے۔ اور تمام گناہوں، لہو و لعب کی مصروفیتوں اور شرک سے بالطبع متنفر تھے۔ آپ کی عمر پینتیس سال کی ہوئی تو اس وقت کعبۃ اللہ کو آتش زدگی اور سیلاب کا اس قدر صدمہ پہنچا کہ اس کی دیواریں گر گئیں۔ قریش مکہ نے اس کی از سر نو تعمیر شروع کی جب نئی دیوار کعبہ میں حجر اسود نصب کرنے کا موقعہ آیا۔ تو تمام قبائل قریش کے سرداروں نے اس سعادت کو خود حاصل کرنے کی تمنا کی اور اس طرح ایک باہمی اختلاف پیدا ہو گیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصفیہ پر تمام قبائل، متفق ہو گئے۔ بحیثیت حکم آپ نے اپنی چادر بچھا کر حجر اسود کو اس چادر میں رکھ دیا۔ اور چادر کے تمام کناروں کو سرداران قریش نے ملکر اٹھایا۔ اور اسطرح سے حجر اسود تمام سرداران قریش کی امداد سے اصل موقعہ پر پہنچایا گیا اور آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے موقعہ پر نصب کر دیا۔ اسطرح ایک عظیم اختلاف اور جھگڑے کا آسانی سے انسداد ہو گیا

تمام عرب میں اسوقت مذہب اور روحانیت کی حالت نہایت ہی گری ہوئی تھی۔ بدکاری۔ سفا کی

شراب خواری۔ قمار بازی۔ دختر کشی اور بھوت پریت عوام کی طبائع پر پورا سکہ جمایا ہوا تھا۔ کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ جن کی عرب پوجا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا مذہبیت اور فسق و فجور سے محفوظ رہتے اور صحیح انسانیت اور اعلےٰ روحانیت کی تلاش اور مناظر قدرت پر غور و فکر کرنے کے لیئے تنہائی اختیار فرمائی ہوئی تھی اور عوام کے اختلاط اور ہنگاموں سے بچنے کی خاطر آپ اپنا زیادہ وقت پہاڑوں اور جنگلوں میں بسر فرماتے تھے۔ اور اکثر اوقات غار حرا میں عبادت۔ ذکر اور فکر میں کئی کئی دن اور راتیں گذار دیا کرتے تھے۔

اس عبادت اور عزلت گزینی۔ تفکر اور تدبر کا سلسلہ آپ کی چالیس سال کی عمر تک جاری رہا۔ اور جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو آپ پر انوار قدسی کا نزول شروع ہوا۔ اور حقیقت کے سربستہ رازوں کے دروازے آپ کے قلب منور پر کھل گئے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنی رسالت کی اہم خدمت کے لیئے منتخب فرمایا۔

آپ پر وحی نازل فرمائی اور آپ کو دنیا کی ہدایت کا حکم دیا۔ اور آپ پر قرآن مجید اُترنے لگا۔ آنحضرت صلعم قدرت کی فیاضیوں سے مشرف اور ممتاز ہو کر اصلاحِ خلق اللہ میں مصروف ہو گئے اور لوگوں کو توحید نکوکاری، ہمدردی اور مساوات انسانی کا سبق دینے لگے۔ بدکاری۔ شرک۔ کج خلقی۔ فسق و فجور اور قتل و غارت۔ قمار بازی اور منشیات کے خلاف جہاد شروع کیا۔ عورت کے حقوق اور غلاموں کی منزلت کو صحیح معنوں میں ملک کے روبرو پیش کیا۔

قریشیوں کی مخالفت کی وجہ سے ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق کا طریق خاموشی اور اخفاء پر مشتمل تھا۔ مگر جب علانیہ دعوتِ حق کا حکم الٰہی پہنچا۔ تو آپ علی الاعلان منکرات اور محرمات سے بچنے اور بتوں کی پرستش کے خلاف وعظ و نصیحت فرمانے لگے۔ دعوتِ حق پر لوگ آپ کے حلقہ میں داخل ہونے لگ گئے۔

چنانچہ سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابوبکرؓ عورتوں میں سیدہ خدیجہؓ اور لڑکوں میں حضرت علی بن ابی طالب اور غلاموں میں حضرت زید آپ کے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔

جوں جوں اشاعت کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا۔ مخالفت اور ایذارسانی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ اور اس سلسلہ نے یہاں تک طول کھینچا۔ کہ مشرکین مکہ نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے لاگو ہو گئے

بلکہ تو مسلم لوگوں کی ایذا رسانی میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔

ایذا دہی کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت، حکومت و اقتدار کے علاوہ طرح طرح کے لالچ دے کر اسلام کے پھیلانے سے باز رکھنے کی سعی کی گئی۔ مگر کوئی تدبیر آپ کو اظہار حق سے باز نہ رکھ سکی۔ تھوڑے عرصہ میں اسلام کا دائرہ عرب میں پھیلتا ہؤا دُور دُور تک جا پہنچا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت۔ صدق مقال۔ حسن خلق۔ تواضع۔ صبر و تحمل کے علاوہ عرب کی زبان بند کرنے کے لئے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور ہدایت و عمل کا معجزہ نہایت کامیاب رہا۔ اور اس کے علاوہ شق القمر۔ معراج شریف اور برکت طعام وغیرہ کے معجزات بکثرت آپ کی ذات بابرکات سے ظہور میں آئے۔ اور یہ بھی ایک ذریعہ ترغیب ہوگیا۔ سب سے زیادہ تائید الٰہی کا کارگر ہتھیار آنحضرت کے پاس موجود تھا۔ دشمن تعداد میں بہت کثیر تھے اور آنحضرت کی قتل کے لئے مختلف تدبیروں کو عمل میں لاکر پھر بھی ناکام رہتے۔ اور اسطرح شرمندگی کے سوا اور کچھ اُن کے ہاتھ نہ آتا۔

پھر بھی مسلمانوں کی قلیل تعداد مشرکین مکہ کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی سے بہت پریشان تھی چنانچہ

ہجرت اوّل:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو اجازت دیدی۔ کہ وہ کفار کی تعدی سے جو لوگ تنگ آ گئے ہیں وہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مکہ سے باہر چلے جاویں۔ یہ ہجرت اول کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس سلسلہ میں ۱۵ صحابی بعثت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے جن میں دس مرد اور پانچ عورتیں تھیں۔ مسلمانوں کی مجموعی تعداد چالیس کے قریب مرد اور گیارہ عورتوں پر مشتمل تھی۔

ہجرت ثانیہ:۔ مسلمانوں کو معلوم ہؤا۔ کہ مہاجرین حبشہ وہاں آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسلام کے احکام کی تعمیل میں آزاد ہیں۔ مکہ میں مسلمانوں کی زندگیاں خطرہ میں ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں کو بھی ہجرت حبشہ کی اجازت فرما دی۔ چنانچہ اس دوسری جماعت مہاجرین کی تعداد ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں کی تھی۔

مسلمانوں کی واپسی حبشہ کی کوشش:۔ قریش مکہ کو جب یہ معلوم ہؤا۔ کہ آنحضرت کے پیرو کار مسلمانوں کو حبشہ میں آزادی اور آرام حاصل ہو رہا ہے اور وہ بتدریج حبشہ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ تو انہوں نے شاہ حبشہ نجاشی کی خدمت میں ایک وفد بھیجا اور کچھ تحائف بھی بھیجکر استدعا کی کہ یہ لوگ اپنا آبائی مذہب ترک کر کے یہاں بھاگ آئے ہیں۔ ان کو ہمارے حوالہ کیا جائے۔ لیکن نجاشی بادشاہ نے حقیقت اور اسلام کی صحت دینی معلوم کرنے کے بعد مسلمانوں کی واپسی سے انکار کر دیا۔

سازشِ قتل:۔ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ اور آنحضرت اپنے کنبہ اور احوہ کے ساتھ کچھ دنوں کیلئے جب شعب ابی طالب میں گئے ہوئے تھے اس موقعہ کو قریش نے آنحضرت کی ایذا رسانی کا خوب ذریعہ تصور کرکے اس گھاٹی میں تمام قسم کی ضروریات کے بھجوانے کو روک دیا۔ اور خاندان نبوی صلعم کو اس گھاٹی میں محصور کردیا۔ جہاں آپ اور آپ کا تمام خاندان تین سال تک محصور رہ کر نہایت تکلیف میں رہا۔ مکہ والوں کے لئے ایک ایسا مضمون کا عہدنامہ لکھ کر کعبۃ اللہ کی دیوار سے چسپاں کردیا گیا تھا۔ کہ کوئی شخص خاندان نبوی صلعم کو کسی قسم کے اسباب معیشت کی امداد گھاٹی میں نہ پہنچا تین سال کے بعد اس عہدنامہ کے کاغذ کو دیمک چاٹ گئی۔ اور اس کے تلف ہو جانے پر آنحضرت صلعم اور ان کے ہمراہی محصورین اس گھاٹی کے بند سے نکلکر مکہ میں واپس آئے۔ یہ واقعہ نبوۃ کے دسویں سال کا ہے۔

خدیجہ خاتون اور ابوطالب کی وفات اور سفر طائف:۔ اسی سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محترم بیوی حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا۔

آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہاں آ گئے۔ دو ہی مہینے گذرے تھے کہ ابوطالب کی رحلت واقع ہوئی اب قریش مکہ کو کھلم کھلا آنحضرت کی مخالفت اور ایذا رسانی کا موقعہ مل گیا۔ اور طرح طرح سے انہوں نے آنحضرتؐ اور مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ کی صورت پیدا کردی۔

آنحضرت صلعم نے قریش کے ان مسلسل اور ناقابل برداشت ایذا رسانیوں سے تنگ آکر بنو ثقیف کی مساعدت حاصل کرنے کی امید پر طائف کا سفر اختیار فرمایا۔ اور اسی توقع پر ایک مہینہ طائف میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں طائف کے باشندوں میں کلمۃ اللہ کی اشاعت فرماتے رہے۔ اور وعظ و نصیحت کا شغل رہا۔ مگر طائف کے لوگ حق کی بات سننے کی بجائے آنحضرت صلعم کے درپے آزار ہوگئے۔ آپ پر کلوخ اندازی کرتے اور طائف کے بچوں اور غنڈوں کو آپ کے تعاقب میں دشنام دہی اور شور و غوغا کرنے کے لئے آمادہ کر دیتے جب کلمۃ اللہ کی طرف طائف والوں کا رجوع نہ ہوا۔ تو آپ پھر مکہ میں واپس آ گئے۔

باوجود قریش مکہ کی مخالفت۔ ایذا رسانی اور قتل کی کوششوں کے آپ اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ میں برابر مصروف رہتے تھے۔ عرب کے موسمی اجتماعوں اور میلوں کے ہجوم میں آپ تشریف لے جاکر بت پرستی کے خلاف وعظ فرماتے۔ توحید کا اعلان کرتے۔ برائیوں سے خلق خدا کو باز رکھنے کی

کوشش کرتے اور نیکیوں کی ترغیب میں وقت بسر فرمایا کرتے۔ اس تدبیر سے اشاعت اسلام کا کام اچھا چل نکلا۔ اسی سلسلہ میں مدینہ کے لوگ بھی دین اسلام کی خبریں لے کر وطن میں باعث نشر کلمتہ اللہ ہوئے مدینہ میں تو دین اسلام کی زیادہ اشاعت ہوئی بلکہ مدینہ والوں نے آنحضرت صلعم کو دعوت دی۔ اور مدینہ کی ہجرت کی تحریک اس دعوت کی بناء پر ہوئی اور آنحضرت نے مسلمانوں کو مدینہ کی ہجرت کی اجازت فرمادی۔ اس ارشاد نبوی کی تعمیل میں اکثر مسلمان مدینہ کی جانب ہجرت کرکے چلے گئے اور بہت تھوڑی تعداد مسلمانوں کی مکہ میں باقی رہ گئی۔ قریش مکہ نے اپنے سلسلہ معاندت کو برابر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ ایک رات آنحضرت صلعم کے ارادہ قتل سے قریش مکہ کی ایک بڑی جماعت نے دائرۂ دولت نبوی صلعم پر حملہ آور ہوکر مکان کو محاصرہ کرلیا۔

ہجرت مدینہ:۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک پیغمبر کو قریش کے ارادہ سے مطلع فرماکر ہجرت مدینہ کا الہام فرمایا۔ چنانچہ اسی شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر اپنے چچیرے بھائی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو سُلاکر آپ قریش مکہ کے نرغہ میں سے اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں نکلے ہوئے۔ اپنے صدیق دوست ابوبکر کے ساتھ رات ہی کے پردے میں مکہ سے نکلکر "غار ثور" تک جا پہنچے۔ اور باوجود دشمنوں کے تعاقب اور تگ و دو کے بسلامت و عافیت مدینہ پہنچ گئے۔ اور شہر مدینہ کے داخلہ سے پہلے آپ نے شہر سے دو میل کے فاصلہ پر جانب جنوب قبا میں ایک مسجد کی تعمیر کی بنا ڈالی۔ اس مسجد شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات گرامی تعمیری کام اپنے ہاتھ سے فرمایا۔ تاکہ مسلمانوں کو اس طرف ترغیب ہو۔ اسی مسجد میں نماز کے لئے اذان شروع کی گئی۔ اور پھر وہاں سے مدینہ طیبہ میں پہنچے۔ جہاں آپکے صحابی بھی آکر جمع ہو گئے۔ اور مدینہ والوں نے اس بابرکت جماعت کا پورے شوق اور جذبات محبت سے استقبال کیا۔ اور نہایت ہی بہتر سلوک کیا

مدینہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے اجتماع اور اسلام کی اشاعت کو حسد کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اپنی جماعت کو خطرہ میں دیکھکر بعض منافقین کی انگیخت سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے یہود مدینہ کے ساتھ ایک عہد کرلیا۔ جس سے مسلمانوں کی ایذا رسانی اور محاربہ کا اندیشہ کم ہوگیا۔

جہاد:۔ مذہب اسلام چونکہ دعوت اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ قائم ہو رہا تھا۔ اس لئے جہاں تک ممکن تھا۔ آنحضرت صلعم اور تمام مسلمان جدال و قتال سے محترز رہے۔ لیکن مشرکین مکہ اور مخالفین اسلام نے یہاں بھی مسلمانوں پر حملہ آوری اور تباہی کے اسباب میں ذرہ بھر کوتاہی نہ کی۔ جب مسلمانوں کی بقا

اور عافیت خطرہ میں پڑنے لگی۔ تو اپنے بچاؤ اور مدافعت کیلئے مسلمانوں کو بھی نبرد آزمائی اور جہاد کی اجازت کے احکام ملگئے۔ تاکہ مسلمان بھی اپنے دشمنوں کے مقاومت کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور اپنے ایذا رسان سے انتقام لے سکیں۔

چنانچہ اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کئی ایک لڑائیاں وقوع میں آئیں۔

غزوہ:۔ جس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس شامل ہوئے۔ اس کو شرعی اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں۔ اور بڑے بڑے غزوات کی تعداد نو (۹) شمار کی گئی۔ غزوہ بدر دو مرتبہ۔ احد۔ خندق۔ قریظہ۔ مصطلق۔ خیبر۔ حنین۔ تبوک اور طائف

اس کے بعد فتح مکہ کا عظیم الشان واقعہ ہے۔ جس میں سن ۸ھ ہجری میں آنحضرت صلعم نے دس ہزار مسلمانوں کے لشکر کی معیت میں مکہ پر چڑھائی کی۔ مکہ کے قریشیوں نے جب مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اور اتفاق فی سبیل اللہ کے حالات سنے۔ تو جنگ سے ڈر کر اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیا۔ اور اس طرح لشکر اسلام بغیر کسی جنگ کے مکہ میں فاتحانہ داخل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو ان کے تمام قصوروں کی معافی عطا فرمائی۔ اور کعبۃ اللہ بتوں سے خالی کر دیا گیا اور مکہ کے کثیر التعداد بلکہ جملہ باشندے مسلمان ہو گئے۔

سریہ:۔ جس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود شریک نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام کے لشکر گئے۔ اس کو شرعی اصطلاح میں سریہ کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بادشاہان عرب کے نام فرمان تحریری جاری فرمائے اور بعض قبائل اور ملکوں میں وفد بھیجکر اشاعت اسلام کی مساعی کو جاری رکھا۔

۹ھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سردار تجویز کر کے حج بیت اللہ شریف کے لئے بھیجا۔ اسی سال یہ احکام صادر ہوئے کہ آئیندہ کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور کوئی شخص ننگا ہو کر طواف بیت اللہ نہیں کر سکیگا۔ اور جن مشرکین نے اپنے معاہدے اس وقت تک وفا نہیں کئے ان کو چار ماہ کی آخری مہلت دی گئی۔ اور اس عرصہ کے بعد ان کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی عہد نہ سمجھا جاویگا۔

حجۃ الوداع:۔ ہجرت کے دسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا۔ اور ۹ ذوالحجہ کو عرفہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ جسمیں اصول و فروع دین اسلام کا مجموعی طور پر ذکر کیا۔ اسی دن یہ آیت

شریف آپ پر نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

اس آیت شریف میں چونکہ آپ کے متعلق دین کی اشاعت اور فرض نبوت کی تکمیل کا ارشاد تھا۔ اور نعمائے الہٰی کے اتمام کی خبر تھی۔ اس لئے بعض صحابہ کبار نے اس آیت شریف کو آپ کی رحلت کی پیشگوئی سمجھ لی۔ مناسک حج ادا فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف فرما ہوئے۔

اس حج کو تاریخ اسلام میں حجۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلعم اس حج کے تھوڑے دنوں بعد بیمار ہوگئے۔ اور پھر سفر آخرت فرمایا

مرض واپسی مدینہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک ناساز ہوگئی۔ اور تین دن کے بعد جب مرض نے شدت پکڑی تو آپ نے اپنے تمام مستورات محترم سے اپنی ایک بیوی حضرت عائیشہ رضہ کے گھر میں رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اور آخری وقت تک آپ وہیں مقیم رہے۔

مرض کی شدت اور تکلیف کے باعث آپ مسجد میں نماز کے لئے نہیں جا سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت ابا بکر صدیق رضہ کو حکم دیا۔ کہ مسجد میں وہ صحابہ کے ساتھ نماز ادا کرے اور امامت کے فرائض انجام دے۔ چنانچہ حضرت ابا بکر رضہ نے سترہ نمازیں مسلمانوں کو پڑھائیں

صحابہ رضہ آنحضرت کے فراق میں بیتاب اور بیماری کی اطلاع سے متوحش تھے۔ آنحضرت یہ اطلاع حاصل کر کے دردسر کی وجہ سے سر پر پٹی باندھے ہوئے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اور صحابہ کو اپنی زیارت اور نصیح و بلیغ خطبہ سے مستفید فرمایا۔ اور بعد فراغت اپنے حجرہ میں واپس تشریف لے گئے۔

اس واقعہ کے بعد پھر بھی ایک بار آنحضرت صلعم نے مسجد میں تشریف لا کر نماز ادا فرمائی۔ اور صحابہ کرام کو اپنے دیدار اور وعظ و نصیحت سے مشرف فرمایا۔ یہ نماز آپ کی آخری نماز تھی۔ اس کے بعد آپ حجرہ مطہرہ سے باہر تشریف نہ لا سکے۔ کیونکہ مرض نے زیادہ شدت اختیار کر لی تھی۔ اور اسی حالت میں دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مفوضہ فرائض نبوت کو نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دے کر ۶۳ سال کی عمر میں (جنہیں ۴۰ سال قبل از نبوت اور ۱۳ سال بعد از نبوت مکہ معظمہ میں اور ۱۰ سال مدینہ مطہرہ میں بسر ہوئے)

نہایت استقلال کے ساتھ اپنے رفیق اعلیٰ (رب العالمین خالق دوجہان) کو یاد فرماتے ہوئے اس دنیا سے عالم آخرت کی جانب رحلت فرمائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؕ

اس جانکاہ حادثہ سے تمام مدینہ طیبہ میں غم و الم کی لہر دوڑ گئی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اکثر افراد کو غش آ گیا اور بعض وفور غم سے اپنے حواس بحال نہ رکھ سکے۔ سارا شہر ایک ماتم کدہ بن گیا اور تمام مدینہ طیبہ پر حزن و ملال کی گھٹا چھا گئی۔ حضرت ابابکر صدیقؓ وفات کے وقوع کے بعد وہاں پہنچے تھے۔ بہت روئے اور غمزدگی کے ہیجان سے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کی زیارت کی۔ مگر پھر تمام صحابہ کی حالت کو دگرگوں دیکھ کر صحابہ کو صبر و سکون کا مشورہ دیا۔ اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ میں اس واقعہ کی درد آفرینی کو تسلیم کرتے ہوئے تمام صحابہ کو خدمت اسلام پر آمادہ کیا۔ اور غیر مشروع حرکات غم و الم کے ارتکاب سے منع فرمایا۔ اور طوفان رنج و شدت غم و الم کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور آنحضرت صلعم کی سبار کباد اور اعلیٰ خدمات کی تفصیل کو خوش بیانی سے کم کر کے

سلہ　مکہ مکرمہ کی ۱۳ سالہ اشاعت اسلام اور خدمت دین کے سلسلہ میں نبوت کے گیارہویں سال اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو خلعت معراج اور شرف اسریٰ سے ممتاز فرمایا۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں بتفصیل موجود ہے۔ اسی ذریعہ خاص یعنی معراج میں نماز پنجگانہ مسلمانوں پر فرض ہوئی

سلہ　ہجرت مدینہ طیبہ کے دس سال کے عرصہ میں جو نہایت اہم واقعات رونما ہوئے۔ ان کا نہایت مختصر ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

سال اوّل :- مسجد شریف کی بنا قائم ہوئی۔ اور اذان شروع ہوئی۔

سال دوم :- تحویل قبلہ ہوئی (پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ تحویل قبلہ کے حکم سے پھر بیت اللہ شریف (مکہ مکرمہ) کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے لگے) رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے۔ اور زکوٰۃ کے فرضیت کے احکام پہنچے۔

سال سوم :- شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

سال پنجم :- حج مستطیع مسلمانوں پر فرض ہوا۔

سال دہم :- میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا کیا

سال یازدہم :- میں آپ کی مرض اور رحلت کا واقعہ دردناک رونما واقع ہوا۔

اس تمام عرصہ میں اشاعت اسلام کا کام نہایت سرگرمی سے جاری رہا۔ اور مخالفین کی زد سے بچنے اور ان کے معاندانہ جذبات کے انسداد کی غرض سے کئی ایک لڑائیوں میں آپ شریک ہوئے۔

حضرت سیدہ عائشہؓ کے حجرہ مبارک میں جس جگہ آپ نے اپنے رفیق اعلیٰ کو لبیک کہا تھا۔ آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی اور جنازہ پڑھا جاتا رہا۔ اور وہیں لحد کھود کر اس ہدایت کے آفتاب اور خدا تعالیٰ کے عظیم المرتبت پیغمبر اور رحمۃ للعالمین کی تدفین شب چارشنبہ کو عمل میں لائی گئی۔

اللھم صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا محمدٍ سید المرسلین، خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صاحب المعراج والکتاب المبین، صادق الوعد الامین، وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کما صلیت علیٰ سیدنا ابراھیم وعلیٰ آل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید

خلافت راشدہ

حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ
۱۱ھ سے ۱۳ھ
مدت خلافت دو سال عمر ۶۳ سال

وفات حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بڑا اور مشکل کام مسلمانوں کے لئے یہی تھا کہ دین اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں میں امن و امان قائم کرنے اور باہمی منافشات کے تصفیہ کیلئے ایک خلیفہ کا انتخاب کریں۔ مہاجرین و انصار صحابہ کے درمیان سقیفہ بنی ساعدہ میں اس کے متعلق بحث و مباحثہ ہوا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے ایک خطبہ پڑھا جس سے متاثر ہو کر تمام صحابہ کبار نے آپ ہی کو جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور تمام صحابہ میں عمر میں بھی بڑے اور صائب الرائے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام مہمات دین میں ہمیشہ شامل رہتے تھے۔ اور جن کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رکھا تھا۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

آپ نے اپنے فرائض کو نہایت محنت، تدبر اور کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ اشاعت اسلام میں کافی حصہ لیا۔ اور فتنہ ارتداد کا نہایت ہی سرگرمی سے انسداد کیا۔ اور اسلامی ممالک کے اندرونی اور بیرونی فتنوں کو ہمت اور دانشمندی سے روکا۔ اور نہایت کامیاب محتاط خلافت دو سالہ کے بعد پندرہ دن بیماری میں مبتلا رہ کر ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو انتقال فرمایا۔ اور اسی بیماری کی حالت میں آپ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو خلیفہ منتخب فرمایا۔ اور رحلت کے بعد آپ حجرہ سیدہ عائشہؓ میں نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے عہد میں عساکر اسلام فارس اور روم تک پہنچ گئے۔ عراق اور شام فتح ہوا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب
۱۳ھ سے ۲۳ھ
مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ عمر ۶۳ سال

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حسب انتخاب حضرت ابابکرؓ آپ خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کا لقب فاروق تھا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے۔ عادل، شجاع

جری تھے۔ آپ کے عہد میں اشاعت اسلام نے وسعت میں بہت ترقی کی۔ آپ ہی پہلے لقب امیرالمومنینؓ سے موسوم ہوئے۔ اور بسلسلہ تنظیم دولت عربیہ حکومت، دفتر، دیوان کی ترتیب، جنگ کے قواعد آپ ہی نے مرتب کئے اور آپ ہی نے تاریخ و سن ہجری کا پہلے پہل استعمال کیا۔ آپ کے زمانہ میں فتح عراق اور فارس کی تکمیل ہوئی شام، فلسطین، مصر اور اسکندریہ بھی آپ ہی کے عہد میں فتح ہوئے۔ بیت المقدس میں آپ کا فاتحانہ داخلہ تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ جامع عمر مصر میں اور فسطاط بھی ان کی بہترین یادگار ہیں۔

آپ تنظیم سلطنت کے کاروبار میں مصروف تھے۔ کہ ایک مجوسی ابو لؤلؤ نے آپ کو خنجر بھونک کر ایسا زخم پہنچایا کہ اس سے اُن کی موت واقع ہوئی۔ خنجر مارنے کے بعد اس نے آپ کے علاوہ اور بھی تیرہ شخصوں کو زخمی کیا۔ اور پھر خود واصل جہنم ہُوا۔ آپ نے ساڑھے دس سال خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر میں ذوالحجہ ۲۳ھ میں شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے اندر حضرت ابوبکر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان

۲۳ھ تا ۳۵ھ

مدت خلافت ۱۲ سال عمر ۸۲ سال

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب اس دار فانی سے دار البقا کو جانے لگے تو انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے چھ شخصوں کو منتخب فرمایا۔ جو سابقین اسلام کا شرف رکھتے تھے۔ اور آپ کے عہد میں مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے تھے۔ انہیں میں سے خلیفہ کے انتخاب کی وصیت کی۔ اس انتخاب کی رُو سے امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور حضرت عمر کی وفات سے تین دن بعد آپ کی بیعت ہوئی۔ آپ صاحب حیا۔ رقیق القلب۔ اور فیاض ہونے کے علاوہ اپنے خاندان کے افراد کی پرورش اور ترقی کا بہت خیال کرنے والے مشہور ہیں۔ آپ کے عہد میں نماز جمعہ کی اذان اولیٰ کا حکم ہُوا۔ یزدجرد قتل ہُوا۔ جس کے قتل سے دولت اکاسرہ کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کے عہد میں قبرص۔ نوبہ۔ طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔ آپ کے عہد میں بنو امیہ کے افراد اسلامی ممالک کی حکومتوں پر جا بجا متعین ہو گئے۔ اور یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہو گا۔ کہ اس عہد میں تمام حکومت اسلامی پر اموی چھا گئے تھے۔ اور خود انہوں نے اپنا تمام کام مروان بن الحکم اموی کے ہاتھ میں دے دیا ہوا تھا اور اسی بات پر عوام مسلمانوں میں بدظنی پیدا ہو گئی تھی۔

یہ جذبہ پیش آمدہ واقعات کے ساتھ ملک میں اس حد تک طویل ہُوا۔ کہ حضرت عثمانؓ کو ان کے گھر میں محصور کر لیا گیا۔ جس کے اثر سے بیرونی سامان خورد و نوش اور پانی اندر نہ جا سکتا تھا۔ پھر مکان کے اندر کود کر خوارج اور شیعہ مخالفوں کے سرغنوں نے حضرت عثمان کو شہید کرایا۔ ان کی بیوی نے درمیان میں آکر ظالموں کو

روکنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی ہاتھ کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ مخالفوں نے اس ارتکاب قتل کے بعد حضرت عثمانؓ کا گھر بھی لوٹ لیا۔ ۸۲ سال کی عمر میں ۱۲ سال کی خلافت کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کا ان کی شہادت پر خاتمہ ہوا۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
۳۵ھ سے ۴۰ھ
مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ عمر ۶۳ سال

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلافت کی مسند حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پیش کی گئی۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا۔ لیکن لوگوں کے اصرار پر آپ نے خلافت کو قبول کر لیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ اور ان کے مقرر کردہ عمال کو یہ امر سخت ناگوار گذرا تھا اس لئے بنو امیہ نے علی الاعلان حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ معاویہ اس وقت شام کا امیر تھا۔ اس خلیفہ نے اس کی معزولی کا حکم جاری کیا۔ اس سے اور بھی زیادہ بنوامیہ نے اپنے اثر کو استعمال کرنا شروع کیا۔ لڑائیاں ہوئیں کبھی مصالحت کی ناکام کوشش ہوتی رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ عرصہ نہایت پریشانی اور اضطراب میں بسر کیا۔ خوارج نے معاویہ۔ عمرو بن العاص اور آپ کی شہادت کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ اور عبدالرحمن بن ملجم کو آپ کی شہادت کی اہم خدمت پر مامور کر دیا۔ معاویہ اور عمرو بن العاص تو بچ گئے۔ لیکن ابن ملجم نے کوفہ میں پہنچکر زہر آلود خنجر سے حضرت علی کو نماز کی منادی کرنے کی حالت میں شہید کر دیا۔

آپ نہایت متقی۔ فصیح اللسان۔ شجاع۔ اور زاہد تھے۔

امام حسنؓ بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد ان کے فرزند اکبر امام حسنؓ بن علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ تسلیم کئے گئے لیکن امیر معاویہ کا چونکہ اسلامی حکومت اور ممالک پر اقتدار زیادہ ہو گیا تھا۔ اس لئے فتنہ اور تنازعات کے رفع کرنے اور مسلمانوں کے خون سے زمین سرخ کرنے سے مجتنب ہو کر حضرت امام حسن نے حق خلافت سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور اس طرح دس سالوں کا فتنۂ عظیم اور مسلمانوں کی خونریزی کا خاتمہ ہوا۔ اور آپ نے جنگجوئی کی بجائے گوشہ نشینی اختیار فرمالی۔ اور ساتھ ہی خلافت راشدہ کا بھی معاویہ بن سفیان کی حکومت اموی کے آغاز سے انجام ہو گیا۔

سید الشہدا امام حسین علیہ السلام

حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ علیہ السلام نے جب مسلمانوں کی خونریزی اور جنگ کے خوف سے دعوئی خلافت کو خیرباد کہا۔ اور ان کی حیات

مبارک کا خاتمہ بھی زہر آلود جام فنا سے ہوا۔ انہیں دنوں میں بنو اُمیہ کا صاحب اقتدار مدعی خلافت امیر معاویہ بھی فوت ہوگیا۔ اس کے بیٹے یزید بن معاویہ کی طرف سے حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کو بھی بیعت کی دعوت پہنچی مگر امام صاحب نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار فرما دیا۔ اور آپ کے ساتھ اس انکار میں حضرت عبداللہ بن عباس محمد بن ابوبکرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ بھی شامل تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے فسادات اور منافقات کے لحاظ سے گوشہ نشینی اختیار فرمالی۔ مگر اس کے بعد بہت جلد اہلِ کوفہ نے حضرت سید الشہدا کو دعوت دی اور بڑی بڑی قسمیں کھا کر حضرت امام علیہ السلام کو امداد کا یقین دلایا چنانچہ حضرت امام علیہ السلام کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اور اسی سفر کا انجام واقعہ ہائلہ کربلا ہوا۔ تمام اہلِ بیت نبوت کے افراد نہایت شقاوت اور سفاکانہ مظالم سے شہید ہوئے۔ سادات کرام میں سے صرف ایک کمزور اور بیمار بچہ حضرت امام زین العابدینؓ زندہ بچ گئے۔

بنو امیہ کی حکومت کا مختصر ذکر ۶۰ھ سے ۱۳۲ھ تک

یزید بن معاویہ کی بیعت منظور کرنے میں جب حضرت امام علیہ السلام کے انکار اور حوادث کربلا کے بعد یزید نے ہر چند کوشش کی کہ شام و عرب کے دوسرے ممالک میں اس کی بیعت قبول کی جائے۔ مگر شہدا علیہم الرحمۃ کا خون کچھ ایسا مؤثر ہوا۔ کہ یزید کے خلاف جا بجا فتنے اور دعویداران خلافت پیدا ہوگئے۔ اور اسی اُدھیڑ بن میں یزید مارا گیا۔ یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بھی حکومت نہ کرسکا۔ اور سلطنت سے کنارہ کش ہوکر وہ بھی مرگیا۔ اُمیہ کے بیٹے ابوالعاص کے پوتے مروان اول نے شام میں پہنچکر اپنی خلافت کا اعلان کردیا اور اسی کی اولاد میں دس ابوی خلیفہ حسب ذیل تخت حکومت پر یکے بعد دیگرے متمکن ہوئے۔

۱۔ مروان اول (۶۴ھ سے ۶۵ھ صرف دس ماہ)
۲۔ عبدالملک بن مروان (۶۵ھ سے ۸۶ھ)
۳۔ ولید بن عبدالملک (۸۶ھ سے ۹۶ھ)
۴۔ سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ سے ۹۹ھ)
۵۔ عمر بن عبدالعزیز بن عبدالملک (۹۹ھ سے ۱۰۱ھ)
۶۔ یزید بن عبدالملک (۱۰۱ھ سے ۱۰۵ھ)
۷۔ ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ)
۸۔ ولید بن یزید بن عبدالملک (۱۲۵ھ سے ۱۲۶ھ)
۹۔ { یزید بن ولید بن عبدالملک (صرف ۶ ماہ)
ابراہیم بن ولید بن عبدالملک (صرف ۲ ماہ) }
۱۰۔ مروان ثانی بن محمد بن مروان اول (۵ سال ۱۰ ماہ)
۱۲۷ھ سے ۱۳۲ھ

بنو اُمیہ کی حکومت کا مروان ثانی کی وفات پر خاتمہ ہوا۔ اور اس کے بعد وہ عہد زریں شروع ہوا جس کی تاریخ ہماری اس کتاب کے باب اول کا اصل مقصد ہے۔

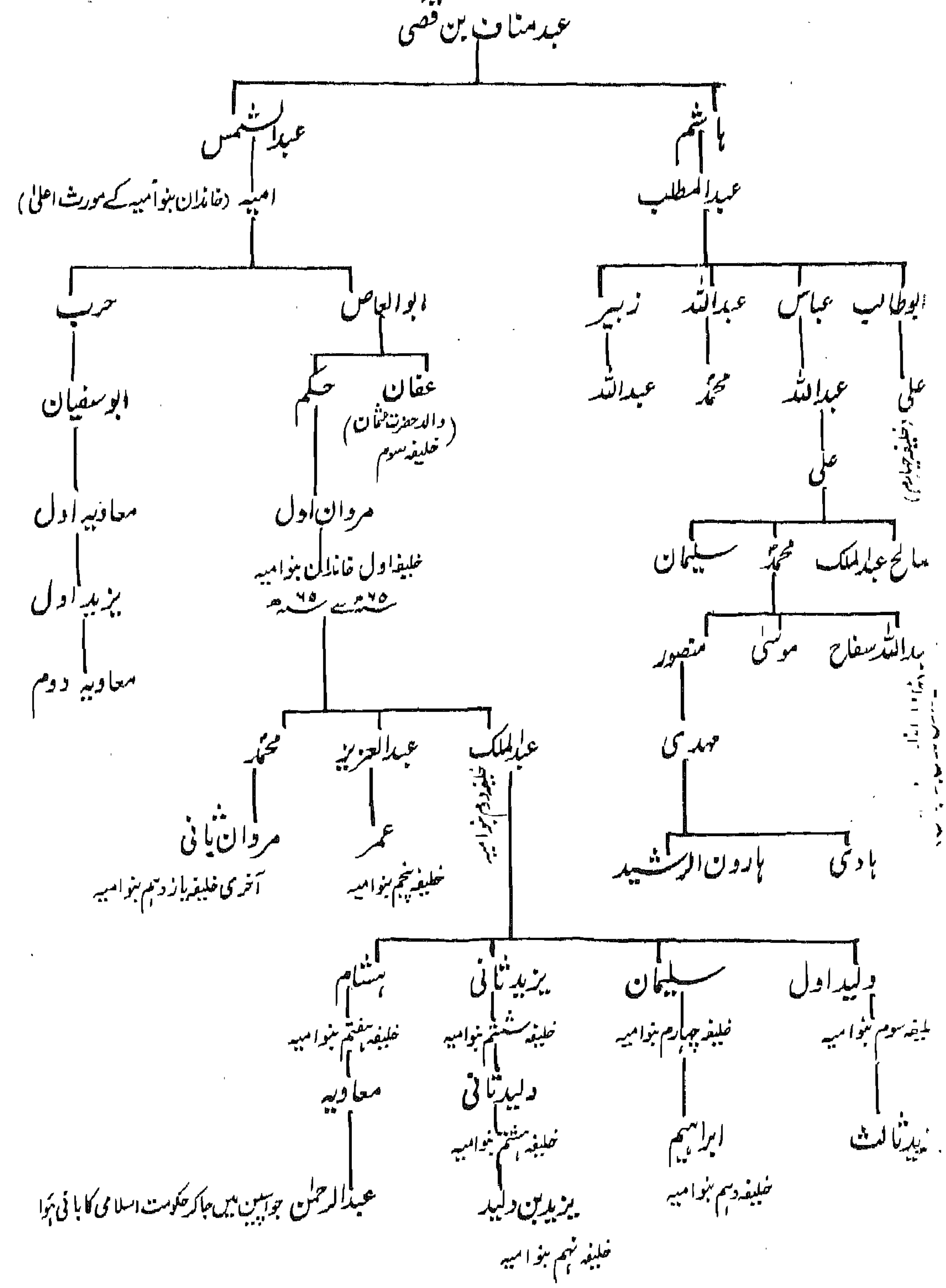
دولت عالیہ عباسیہ
کے
ابتدائی مراحل کا شاندار تذکرہ

گزشتہ حالات کے مطالعہ سے واضح ہو چکا ہے۔ کہ حالات نے خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ اور سادات کے درمیان تباہی خیز مناقشہ پیدا کر دیا تھا۔ اور اگرچہ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بنو امیہ کا خاندان مستقل طور پر منصب خلافت پر قابض ہو گیا۔ تاہم آلِ ہاشم نے کبھی اپنے استحقاق خلافت کے خیال کو دلوں سے نہ نکالا۔

حضرت سید الشہداؑ کا علاتی بھائی محمدؒ بن حنیفہ برابر حصول خلافت کے جہد میں رہا۔ اور اس کے بعد ان کا لڑکا عبداللہ بن محمدؒ بن حنیفہ نے ایران اور خراسان میں جا کر بنی ہاشم کے حقوق خلافت کے لئے خاموش اور خفیہ سازش جاری رکھی۔ مگر بنو امیہ بھی اس سے غافل نہ تھے انہوں نے ۱۰۰ھ میں عبداللہ بن محمدؒ بن حنیفیہ کو زہر دلا دیا۔ مرنے سے پیشتر عبداللہ بن محمدؒ بن حنیفیہ نے محمدؒ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اس اعلان کا یہ نتیجہ ہوا کہ عباسیوں کی ہمدردی اور امداد کا پروپاگنڈہ عام طور پر کامیاب ہونے لگا۔ کیونکہ سادات علوی کے آخری قائمقام نے بھی اپنی وراثت عباسیوں میں منتقل کر دی تھی۔ اور سادات کے لئے کوئی ایسی عظمت اور ہمت کا سرمایہ دار داعی نہ تھا۔ اور بنو امیہ کے خاندان میں باہمی جنگ و جدال نے ایسا تفرقہ ڈال دیا۔ کہ وہ پھر نہ سنبھل سکے۔ ان حالات میں محمدؒ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے نقیب۔ عامل اور داعی باقاعدہ طور پر تیس سال مسلسل کوشش میں مصروف رہے۔ اور آخر کار ۱۳۲ھ میں اس محمدؒ بن علی کے فرزند عبداللہ سفاح عباسیؒ کوفہ کی صدر خلافت پر جلوہ افروز ہو کر بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس طرح وہ مسلسل سفاکی اور خونریزی کا طوفان جو اہل بیت نبوی صلعم پر مدت سے برپا تھا۔ فرو ہوا۔

ذیل میں ایک شجرہ کے ذریعہ خاندان نبوی صلعم۔ اور حضرت عباسؓ اور خلفائے بنو امیہ کی توضیح

نسب بالتفصیل ظاہر کی جاتی ہے۔



حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب
ولادت عام الفیل سے ۳ سال قبل
وفات ۱۴ رجب ۳۲ھ عمر ۸۸ سال

حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا تھے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحہ کے شجرہ میں دکھلایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ عام الفیل سے تین سال پہلے ۵۶۷ء میں عالم وجود میں آ چکے تھے۔ اس لئے اس عظیم الشان بھتیجے اور حضرت عباس کی عمر میں تھوڑا سا یعنی صرف تین سال کا فرق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ۶ سال کی عمر میں حضرت عباسؓ کے والد عبدالمطلب کی کفالت میں آ گئے تھے اس طرح حضرت عباسؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی تربیت پانے کا پورا پورا موقع ملا۔ اور رشتہ نسبی کے ساتھ یہ تعلق ہمعمری و باہم تربیت یافتنی کا ایک نہایت مضبوط سلسلہ قائم ہو گیا۔ آپ کی کنیت ابو الفضل تھی۔ والد ماجد کا نام جیسا کہ شجرہ میں بتلایا گیا ہے عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی تھا۔ یہ سلسلہ حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نتیلہ بنت جناب بن کلیب تھا۔ یہ سلسلہ بھی عدنان تک منتہی ہوتا ہے جو آپ کے جدی سلسلہ میں ہیں۔

ابھی پانچ سال کی عمر ہوئی تھی۔ کہ آپ اتفاقیہ گم ہو گئے آپکی ماں نے جو خود بھی عظیم الشان خاندان سے تھیں یہ نذر مانی۔ کہ اگر عباسؓ مجھ کو مل جائے۔ تو میں خانہ کعبہ پر حریر و دیبا کا غلاف چڑھاؤں گی۔ یہ ایک نہایت بیش قیمت کپڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عباس مل گئے۔ ان کی والدہ ماجدہ نے اپنی نذر پوری کی۔ یہی وہ عرب خاتون ہیں جنہوں نے پہلے پہل بیش بہا کپڑے کا غلاف بیت اللہ پر چڑھایا۔ حضرت عباس جب سن تمیز کو پہنچے۔ تو آپ نے علم الانساب کی کامل مہارت حاصل فرمائی۔ اس خاندان کو علم الانساب کا بہت خیال تھا۔ آپ ملت ابراہیمی کے پیرو کار تھے۔ اور اتقاء اور پرہیزگاری مسلمہ کی وجہ سے آپ گیارہ سال ہی کی عمر میں حفاظت بیت اللہ اور عمارت حرم کے خادم منتخب کئے گئے۔ آپ کے بالغ ہوئے پر بیت اللہ کے عہدہ رفادہ پر بھی آپ ہی مامور ہو گئے۔ رفادہ۔ حاجیوں کے مدارات اور کھانا کھلانے کی خدمت کا نام تھا اور پھر حجاج کی خدمت سقایہ (پانی پلانے کا عہدہ) بھی آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ اس عہدہ پر آپ عہد خلافت حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک مامور رہے اور آپ کے بعد

ضروری نوٹ:۔ صفحہ ۱۳ کی تیرھویں سطر میں بجائے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حضرت عثمانؓ غلط لکھا گیا ہے درست کر لیا جائے ۱۲ عزیز

آپ کے خاندان میں یہ شرف برابر مسلسل جاری رہا۔ جس وقت کعبۃ اللہ اتفاقی آگ سے جلکر مسمار ہو گیا تھا۔ تو اس وقت آپ کی عمر سولہ برس کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی تعمیر کے وقت حجر اسود کے تعمیر کعبہ میں رکھنے کے جھگڑے کو دانشمندانہ طور پر انجام دیا تھا۔

حضرت عباس کی عمر ۲۰ برس کی تھی جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملک یمن کو گئے۔ جوان ہوتے تو آپ کا نکاح حضرت لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث سے ہوا۔ آپ کی کنیت ام الفضل ہے۔ اور آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلی خاتون ہیں جو اسلام میں داخل ہوئیں۔ یہ محترم خاتون ام المومنین حضرت میمونہ کی حقیقی بہن تھیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت کے شرف سے ممتاز ہوئے تو آپ کی عمر اس وقت تینتالیس سال کی تھی۔ حضرت عباسؓ آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت سے اس عمر تک برابر ہمیشہ آپ کی معاونت میں سرگرم رہے اور شعب ابی طالب میں جو تین سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں بسر کئے آپ ہمراہ تھے۔ نبوت کے امتیاز کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ والوں کے اصرار پر مدینہ تشریف لے جانے لگے۔ تو آپ نے حضرت عباسؓ سے مشورہ لیا۔ آپ نے یہ صلاح دی۔ کہ سردست آپ خود مدینہ تشریف نہ لے جائیں کسی اپنے معتمد کو پہلے بھیجیں جو وہاں کے حالات سے آپ کو اطلاع دے پھر آپ جو چاہیں کریں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور حضرت مصعبؓ کو مدینہ بھیجا۔ اس کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا۔ کہ دوسرے سال ۸۰ آدمی مدینہ سے حج کے لئے مکہ میں آئے۔ اور انہوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں مدینہ تشریف لے جانے کی درخواست کی۔ تو پھر آپ نے حضرت عباسؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت عباسؓ آنحضرتؐ کے ساتھ وہاں پہنچے۔ جہاں مدینہ طیبہ کے ۸۰ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے آپ نے ان کا شوق اور اصرار دیکھ کر وہاں ایک تقریر فرمائی جس میں مدینہ والوں کو مکہ کے حالات بتلا کر یہ فرمایا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے کہ تمہارے ساتھ مدینہ تشریف لے جائیں۔ اگر تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وہاں بدعہدی کرو۔ اور مدینہ جا کر ان سے علیحدہ ہو جاؤ۔ تو ابھی کہدو۔ ان سب نے پورے طور پر عہد کیا۔ کہ "اے عباس ہم ان پر اپنی جانیں فدا کر دیں گے"۔

اس لمبی اور پُر اثر تقریر اور سوال و جواب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کی آیات تلاوت فرمائیں اور پھر اسلام ان کے روبرو پیش کیا۔ اور ان سے بیعت لی۔ وہ لوگ اس معاہدہ کے بعد مدینہ چلے گئے اور پھر جلدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر

پر لٹا کر کفار کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

۲ھ ہجری کفار مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی جانب تشریف بری اور وہاں اسلام کی اشاعت ناگوار گذری۔ اور انہوں نے مدینہ پر چڑھائی کی۔ اگرچہ حضرت عباسؓ اس جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتے تھے۔ مگر مکہ والوں کے لحاظ اور خود داری کی مصلحت کے پیش نظر یہ قریش کے ساتھ ہوئے۔ جنگ بدر کا ہنگامہ اپنے خونین داستان کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہوا۔ اور مٹھی بھر مسلمان غازی دل مسلح لشکر کفار پر حق تعالیٰ کی امداد سے غالب آ گئے۔ جنگ ختم ہو گئی۔ کفار شکست خوردہ کے ساتھ حضرت عباسؓ بھی بحالت اسیری لائے گئے۔ اسوقت آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔

صبح کو ظفر مند جماعت اسلام میں یہ قانون پاس ہوا کہ اسیران بدر سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے چنانچہ حضرت عباس نے اپنے فدیہ ادا کرنے کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ دیکھ کر بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا۔ اور اپنے اسلام لانے کا اعلان فرما دیا۔

لقب خاتم المهاجرین | آپ اظہار اسلام کے بعد باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور اشاعت اسلام فرماتے رہے۔ اور اسوقت مدینہ کی طرف ہجرت کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کی غرض سے مکہ کی جانب نہضت فرما تھے۔ جب آپ جناب نبوی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا۔ کہ اہل و عیال کو مدینے جانے دو۔ اور آپ ہمارے ساتھ فتح مکہ کی مہم پر ہمراہ رہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ "میں خاتم النبیین ہوں۔ اور آپ خاتم المهاجرین ہیں"۔

۸ھ ہجری میں جب آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی آپ جنگ حنین میں شامل ہوئے۔ جنگ حنین میں مسلمانوں کی حالت نازک ہو گئی تھی اور سخت حواس باختہ اور پریشان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فضل و امداد سے کامیاب ہو گئے اور پھر منتشر شدہ طاقت یکجا ہو کر بہادری اور شجاعت سے ظفر مندی اور فتح کا موجب ہوئی۔ حضرت عباسؓ نہایت دلیری سے آنحضرت صلعم کی سواری کو تھامے ہوئے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کی حفاظت کرتے رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے متعلق فخریہ اشعار کہے۔

نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِی الْحَرْبِ سَبْعَۃً ... وَقَدْ فَرَّ مَنْ قَدْ فَرَّ وَا قْشَعُ

ہم نے جنگ حنین میں آنحضرت کی مدد کی اور ہم سات آدمی تھے ... اور بھاگ گئے جو بھاگ گئے اور منتشر ہو گئے

وَ ثَامِنُنَا لاَ قَى الْحِمَامَ بِسَيْفِهٖ   بِمَا مَسَّهٗ فِي اللّٰہِ لَا يَتَوَجَّعُ

اور آٹھواں ہمارا ایسا تھا کہ اس نے موت سے ملاقات کی اپنی تلوار سے (اور بڑی بہادری سے لڑا اور شہید ہوا۔ وہ شخص ابن ایمن تھا) اور اللہ کے راستہ میں جو تکلیف پہنچے۔ وہ تکلیف نہیں ہوتی۔

اس نازک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی بنفس نفیس حملہ کیلئے آگے بڑھے۔ حضرت عباسؓ نے اونٹ کی مہار نہ چھوڑی اور عرض کیا کہ آپ مسلمانوں کی ہمت بڑھائیں۔ آنحضرت صلعم نے یہ رجز بڑے زور سے پڑھا۔

انا النبیُّ لا کذِب   انا ابنُ عبدِ المطلب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو فرمایا۔ کہ اے چچا! مسلمانوں کو آواز دو تا کہ سب جمع ہو جائیں حضرت عباسؓ نے تین دفعہ بلند آواز سے پکارا۔

یا عباد اللہ یا اصحاب الشجرہ یا اصحاب سورہ بقرہ

اس آواز کو سن کر مسلمان پھر جمع ہو گئے اور پھر جمعیت کی ہمت سے مہم سر ہو گئی

اسی طرح آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حین حیات تک برابر صدق دل، خلوص اور سچی محبت سے خدمت کرتے رہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت قریب ہوا۔ تو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑا۔ اور فرمایا بھتیجے! دیکھو آنحضرت کی اس مرض میں وہی نشانیاں ظاہر ہیں جو بنو مطلب میں آخری وقت دیکھی جاتی رہی ہیں۔ لہذا تم جاؤ۔ اور حضورؐ سے جانشینی کے متعلق دریافت کرو۔ اگر ہم میں کسی کے متعلق ارشاد ہو۔ تو بہتر۔ اور اگر کسی غیر کے متعلق فرمایا۔ تو ہمارے لئے کوئی وصیت فرما دیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بعض مصالح کے پیش نظر تامل فرمایا۔

آپ کی عمر ۶۶ سال کی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات واقع ہوئی۔ اسوقت حضرت عباسؓ نے بمعیت اپنے دونوں بیٹوں حضرت فضل اور حضرت قثم کے اور حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت اسامہ بن زید نے آپ کو غسل دیا۔ اور تجہیز اور تکفین کی ہے۔ سب سے پہلے حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلعم کی نماز جنازہ پڑھی ان کے بعد سادات ہاشمی پھر مہاجرین اور انصار نے نماز پڑھی۔ اور پھر مدینہ والوں نے فرداً فرداً نماز جنازہ ادا کی۔ کیونکہ اسوقت تک کوئی امام منتخب نہیں ہوا تھا۔ تدفین کے متعلق بھی حضرت عباسؓ ہی نے یہ مشورہ دیا۔ کہ جس جگہ آنحضرت صلعم کی روح نے پرواز فرمائی ہے۔ اسی مقام پر ان کی تدفین ہو حضرت ابو بکرؓ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور حضرت عباسؓ نے بشمول حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ حضرت فضل۔ حضرت قثم اور اوس بن خولی کے آپ کو لحد شریف میں اتارا۔ اس کے بعد بھی حضرت عباسؓ ہمیشہ

امورِ خلافت اور خدمت اسلام میں پوری پوری امداد دیتے رہے بلکہ جو امورِ خلافت قابل مشورہ ہوا کرتے تھے۔ آپ کے مشورہ سے طے کئے جاتے تھے۔ خلفاء راشدین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ کا بہت ادب کرتے تھے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں اموال غنیمت کے تقسیم کرنے کا رجسٹر تیار فرمایا۔ اس رجسٹر میں سب سے پہلے حضرت عباسؓ کا نام درج ہوا۔ آپ کے نام لکھنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت امام حسنؓ اور سید الشہداء حضرت امام حسینؓ۔ اہل بیت پھر اہل بدر وغیرہ کے نام درج ہوئے

خدمت اور توسیع اسلام میں آپ کے زریں کارنامے آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ ان کا شمار مشکل ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی بہت عزت فرمایا کرتے تھے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے سخی، بارعب بلند آواز۔ شجاع۔ مہمان نواز۔ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کی رائے صائب ہوا کرتی تھی۔ مسجد نبوی کی توسیع کے موقعہ پر خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں آپ نے اپنا مکان بلا کسی معاوضہ کے ہدیۃً مسجد میں شامل کر دیا۔

آپ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد حدیثیں اور آپ کی اولاد میں خلافت کی متعدد پیشین گوئیاں اور آپ کی درازیٔ عمر اور خیر و برکت اولاد کے متعلق متعدد دعائیں۔ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اپنی زندگی کے تمام عرصہ میں حضرت عباسؓ اصابت رائے میں خاص طور پر ممتاز رہے۔ اور ہمیشہ ان کی مفید رائے امور مہمہ میں دنیائے اسلام کے منتظمین کی رہنما رہی۔

۱۷ھ ہجری میں جبکہ آپ کی عمر ۷۳ سال کی تھی سخت قحط پڑا۔ اور لوگ نہایت پریشان ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کو ہمراہ لے کر استسقا کے لئے گئے اور آپ کو ممبر پر اپنے ہمراہ لے جا کر یہ دعا کی۔ الٰہی! ہم لوگ اپنے پیارے نبی کے عم بزرگوار کو تیری جناب میں وسیلہ لائے ہیں۔ تو قحط دور کر۔ پانی برسا۔ اور ہم کو ناامید ہونے والوں میں سے نہ کر۔ اسوقت حضرت عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ نے دعا کی۔ اللہ نے مینہ برسایا اور قحط دور ہوا

حضرت حسان ابن ثابت عرب کے شاعر اعظم نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس رحمت الٰہی کا ذکر کیا ہے۔

سَأَلَ الْإِمَامُ وَقَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا — فَسَقَى الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ

سوال کیا امام نے اسی حالت میں کہ قحط ہم پر متواتر چھایا ہوا — پس حضرت عباسؓ کے قرب و عزت کی برکت سے مینہ برسا

عَمِّ النَّبِيِّ وَصِنْوِ وَالِدِهِ الَّذِي — وَرِثَ النَّبِيَّ بِذَاكَ دُونَ النَّاسِ

آپ نبی الکریم صلعم کے چچا اور ان کے والد کی مثل ہیں — اور یہ شرف انکو بغیر کسی دوسرے کی شرکت کے ورثہ میں ملا ہے

أَحْيَ الْإِلٰهُ بِهِ الْبِلَادَ فَأَصْبَحَتْ　　مُخْضَرَّةَ الْأَجْنَابِ بَعْدَ الْيَأْسِ

اللہ تعالیٰ نے شہروں کو زندہ فرمایا اور　　کھیتیاں مایوسی کے بعد سرسبز ہو گئیں

آخر ۸۸ سال کی عمر میں حضرت عباسؓ ۱۴ رجب ۳۲ھ کو بروز جمعہ اس دارفانی سے راہی ملک بقا ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ آپ کے دس صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں

حضرت فضلؓ۔ حضرت عبداللہؓ۔ حضرت عبید اللہؓ۔ حضرت قثمؓ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ۔ حضرت معبدؓ حضرت حارثؓ۔ حضرت کثیرؓ۔ حضرت تمامؓ۔ حضرت عونؓ اور صاحبزادیاں حضرت آمنہ۔ حضرت حبیبہ اور حضرت صفیہ تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

ولادت ہجرت نبوی سے ۳ سال قبل یعنی ۶۱۸ء میں

وفات ۶۸ھ میں بمقام طائف

عمر ۷۱ سال

آپ حضرت عباسؓ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ ہجرت نبوی صلعم سے ۳ سال پہلے اس وقت پیدا ہوئے جب آنحضرت صلعم اور تمام بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ اور مکہ والوں نے ان کے ساتھ ہر قسم کے معاملات بند کئے ہوئے تھے۔

جس وقت آپ پیدا ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آب دہن مبارک ان کے تالو اور زبان سے لگایا۔ اور دونوں کانوں میں اذان اور اقامت پڑھی۔ اور دعا دی۔ سبحان اللہ کیا خوش قسمت ہستی تھی۔ کہ عالم وجود میں آتے ہی حضور نبی الکریم صلعم کی آواز اُن کے کانوں میں اور آب دہن ان کے منہ میں تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے باوجود آپ کی کمسنی کے بھی آپ کے حمیدہ خصائل اور ستودہ صفات کے باعث اور قرب نسبت کی وجہ سے بہت محبت تھی۔

آپ کی عمر چھ سات سال کی تھی۔ کہ آپ اکثر اوقات اپنی خالہ صاحبہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں رہا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب تہجد کے لئے اٹھا کرتے۔ آپ بھی اس کمسنی میں وضو کر کے آنحضرت صلعم کے پیچھے کھڑے ہو جاتے۔ آپ کے لئے آنحضرت نے دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

الٰہی! تو عبداللہ ابن عباس کو حکمت سکھا دے۔ اسکو قرآن کا علم و حکمت عطا کر اور دین میں اس کو سمجھ عنایت فرما۔

چنانچہ آپ کی دعا کا یہ اثر تھا۔ کہ تمام مسلمان آپ کو بحر علم کہتے تھے اور عادت یہ تھی کہ جب کوئی مسئلہ آپ سے پوچھا جاتا۔ تو آپ قران مجید سے اس کا حل فرماتے اگر نص کلام پاک سے وہ مسئلہ حل نہ ہوتا۔ تو حدیث مبارک کی طرف رجوع فرماتے۔ اگر اب بھی سوال حل نہ ہوتا۔ تو اپنے اجتہاد سے اس عقدہ کو حل فرماتے تھے۔

آپ اس قدر خوبصورت تھے کہ ان کا نام اجمل الناس پڑ گیا تھا۔ آپ کے مطبخ میں ایک اونٹ روزانہ ذبح ہوتا تھا اور مسکینوں اور محتاجوں کو کھلایا جاتا تھا۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجود آپ کی کمسنی کے بھی آپ کو مجلس شوریٰ میں شریک کیا کرتے تھے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ محصوری میں آپ کو امیرالحجاج بنایا تھا۔ آپ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ جب خلیفۃ المومنین حضرت عثمان بن عفان کی شہادت واقع ہوئی۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آپ کو ۳۶ھ ہجری میں یمن کی حکومت سپرد فرمائی۔ اور پھر جنگ صفین کی امداد کے لئے آپ کو یمن سے بلا لیا تھا اور اس ہنگامہ کے بعد آپ کو اپنا مدارالمہام بنا لیا تھا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد بصرہ کی حکومت آپ کے سپرد فرمائی۔ حضرت امام حسنؑ اور سیدالشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی رفاقت۔ خلوص۔ اور محبت ہمیشہ آپ کا نصب العین رہا۔ حضرت سیدالشہدا امام حسین علیہ السلام جب کوفہ جانے لگے۔ تو آپ نے امام صاحب کو روکا اور بار بار منع کیا۔ مگر امام صاحب نے اپنے عزم راسخ کو تبدیل نہ فرمایا واقعہ کربلا کے بعد خلافت اسلامیہ میں ابتری واقع ہوگئی۔ بنو امیہ کے علاوہ عبداللہ بن زبیرؓ بھی دعویدار خلافت ہوگئے۔ اہل حجاز۔ مصر و عراق نے آپ سے بیعت کر لی۔ مسلمانوں میں ایسا تفرقہ پڑا کہ حج کے موقعہ چار مختلف علم خلافت جمع ہو گئے۔ بنوامیہ۔ ابن زبیر۔ محمد بن حنیفہ اور خوارج کا۔ ۷۱ سال کی عمر میں ۶۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اسوقت آپ طائف میں مقیم تھے۔ اور عبادت الہیٰ میں مصروف تھے۔ آپ کی نماز جنازہ امام محمد بن حنفیہ ہاشمی نے پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک ہزار چھ سو ساٹھ حدیثیں روایت کیں۔

آپ کی اولاد کے نام۔ علی۔ عباس۔ محمد۔ فضل۔ عبدالرحمٰن۔ عبیداللہ اور لبابہ ہیں

حضرت علی بن عبداللہ بن عباس ولادت　رمضان شریف ۴۰ھ ہجری وفات ۱۱۹ھ　عمر ۷۹	آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے چھوٹے صاحبزادے تھے آپ کا لقب سجاد مشہور ہے اور کنیت ابوالعباس تھی۔ آپ ہی کی اولاد کا سلسلہ آگے چلکر امامت اور خلافت کا سرمایہ دار

ہُوا۔ آپ بلند بالا۔ نہایت قابل فصیح اللسان اور قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ عبادت گذار

تھے۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جس رات شہید ہوئے آپ اسی رات کو پیدا ہوئے تھے حکومت بنو امیہ کی طرف سے نواح شام میں ایک قصبہ حمیمہ میں آپ کو جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ آپ وہیں یادِ الٰہی میں مصروف رہے فرقہ زراوندیہ کے آپ چوتھے امام تھے۔ ۷۳ھ میں جب حجاج ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حرم بیت اللہ میں شہید کر دیا۔ تو اس وقت محمدؒ بن الحنیفہ بن حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ (برادر علاتی سید الشہدا حضرت امام حسینؓ) بھی دعوی خلافت اور حقوق سے دست بردار ہو گئے۔ اور خلیفہ عبدالملک کی بیعت کر لی مگر شیعیان حضرت علی آپ کو برابر مستحق جانتے رہے۔ اور داعیوں نے اپنی کوشش اور پروپاگنڈے کو ترک نہ کیا۔

محمدؒ بن الحنیفہ کے انتقال پر ان کا بیٹا ابو ہاشم جانشین ہوا۔ اور وہ بھی حمیمہ میں جا کر علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس مقیم ہوا۔ وہیں آپ نے کچھ عرصہ بیمار رہ کر انتقال کیا۔ اور لاولد ہونے کیوجہ سے اپنا وارث اور جانشین علی بن عبداللہ بن عباس کو مقرر کیا۔ اسی جانشینی کی وجہ سے فرقۂ امامیہ اور اکثر شیعوں نے بھی امام علی بن عبداللہ بن عباس کی امامت کو تسلیم کر لیا۔ اور تمام داعی اب اس امام کے لئے کوشش میں مصروف ہو گئے۔ اگرچہ اس کوشش کا نتیجہ آپ کی زندگی میں نہ نکلا۔ لیکن آپ کے فرزند محمدؒ بن علی بن عبداللہ سفاح کے عہد میں برآمد ہوا۔ جسکا ذکر آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

قصبہ حمیمہ میں آپ نے ۱۱۹ھ ہجری میں اسیؔ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بائیسؔ ۲۲ فرزند اور گیارہ لڑکیاں آپ کی اولاد ہوئی۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

امام محمدؒ۔ داؤد۔ عیسیٰ۔ عثمان۔ سلیمان۔ صالح۔ احمد۔ بشیر۔ مبشر۔ اسمٰعیل۔ عبدالصمد۔ عبداللہ الاکبر عبیداللہ۔ عبدالملک۔ عثمان۔ عبدالرحمٰن۔ عبداللہ الاصغر۔ یحییٰ۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ عبدالعزیز۔ اسمٰعیل الاصغر عبداللہ الاوسط۔

صاحبزادیاں:۔ فاطمہ۔ ام عیسیٰ کبریٰ۔ ام عیسیٰ صغریٰ۔ امینہ۔ لبابہ بریہہ الکبریٰ۔ بریہہ الصغریٰ ام علی۔ عالیہ۔ ام حبیب۔

---

[۱] ان کے عہد میں اہل بیتؓ اور آل علی کی خلافت کی بیعت کے متعلق جو علیحدہ علیحدہ کوششیں جاری تھیں۔ ابو ہاشم کے انتقال اور اُن کی جانشینی کی وصیت کے اعلان پر ان کا یک جا اہل بیت کے نام سے ہاشمی عباسیوں کیطرف رجوع ہو گیا۔ اور اب خاندان نبوی میں علی بن عبداللہ بن عباسؓ سے زیادہ قابل توجہ کوئی دوسری شخصیت نہ رہی اس لئے اب انہیں کے نام بیعت لئے جانیکا پرزور پروپاگنڈہ شروع ہوا جسکے نتائج بعد میں رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوئے۔ (مؤلف)

حضرت امام محمدؒ بن علی بن عبداللہ عباسی ہاشمی

ولادت ۶۰ھ بمقام حمیمہ
جانشینی ۱۱۹ھ وفات ۱۲۵ھ

حصولِ خلافت کا خیال بنو ہاشم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ہی شروع ہوگیا تھا۔ جب امیر علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؑ اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے واقعات رونما ہوئے اور اُنکے بعد بنو اُمیہ کے ظالمانہ سلوک میں روز افزوں زیادتی ہوتی گئی۔ آلِ عباس پر بے انتہا مظالم اور سختیاں اس عرصہ دراز میں ہوئیں۔ جلا وطنیاں۔ قتل و خونریزیاں اسقدر ہوئیں کہ آلِ عباس کی عافیت اور زندگی مشکل ہوگئی۔ یہ کچھ ایسے حالات تھے۔ کہ عباسیوں میں خلافت کے حاصل کرنے اور نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں کے صحیح ثابت کرنے کا جذبہ روز بروز بڑھتا گیا۔ اولاد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لئے جو علیحدہ کوششیں سرگرمی کے ساتھ جاری تھیں۔ ابو ھاشم کی رحلت اور اس کی وصیت کی وجہ سے وہ بھی کمزور پڑ گئیں۔ یہاں تک کہ شیعوں کو خود بنو عباس کی خلافت کے لئے کوشش کرنے کی آمادگی ہوئی۔ امام محمدؒ بن علی عباسی نے باقاعدہ کوشش جاری کی۔ اور باضابطہ بارہ ۱۲ داعی اور ستر نقباء مقرر کئے اور ان کے لئے قواعد تجویز کئے اس تدبیر سے خراسانی مسلمانوں میں آلِ محمدؐ کے نام سے دعوت کی اشاعت میں زیادہ کامیابی ہوئی۔ یہ سلسلہ برابر تیس ۳۰ سال تک نہایت سرگرمی کے ساتھ جاری رہا۔

خراسان کے لوگوں کے لئے آپ نے اپنے نقباء کو چند عَلَم بھی تیار کرا دیئے۔ جو تانبے اور لوہے کی ترکیب سے بنائے گئے تھے۔ اگرچہ حاکم خراسان بنو عباس کے دعاۃ اور نقباء کے خلاف سختی سے برتاؤ کرتا رہا گرفتاریاں ہوئیں۔ قید ہوئے۔ قتل کئے گئے۔ بعض کے ناک کان کٹوائے۔ ان سختیوں کے باوجود بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ آپنے اسی کوشش اور سرگرمی میں مصروف رہ کر ۱۲۵ھ میں انتقال کیا۔

انہیں کے عہد میں زید بن علی علوی کا ظہور ہوا۔ اور شیعانِ علی اُن کے گرد جمع ہوگئے۔ اور یہ ایک ایسی تحریک تھی جس سے بنو عباس کو خطرہ لاحق تھا۔ مگر اس تحریک کو بھی دبا دیا گیا۔

آپ کی اولاد:۔ ابراہیم امام۔ ابوالعباس عبداللہ۔ ابوجعفر۔ عیسیٰ۔ عبدالصمد۔ صالح۔ داؤد اور اسمٰعیل

ابراہیم امام بن محمدؒ بن علی بن عبداللہ بن عباس

ولادت ۸۲ھ جانشینی ۱۲۶ھ
شہادت ۱۲۹ھ

آپ امام محمدؒ بن علی بن عبداللہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے باپ کی وفات پر ان کے جانشین اور امام تسلیم کئے گئے۔

ان کے زمانہ میں آلِ عباس کی دعوت کا پروپاگنڈہ زیادہ

مضبوط اور وسیع ہوتا چلا گیا۔ مال کا خمس اور ہدایا جو شیعان بنو عباس نے امام کا حق مقرر کیا تھا۔ خراسان، مرو وغیرہ ممالک سے وصول شدہ آپ کے نقیبوں کے ذریعہ آپکی خدمت میں پہنچتے رہتے۔ ابومسلم خراسانی کو آپ ہی نے خراسان بھیجا تھا۔ آپ ہی کے عہد میں عمدہ کامیابی ہوئی۔ اسی نے خراسان کے چاروں طرف داعیان آل عباس کو مامور کیا۔ اور بے شمار لوگوں کو آل عباس کی اطاعت میں شامل کر لیا۔ اس کو امام ابراہیم نے اپنی اہلبیت میں شمار کیا۔ اور اس امر کا اعلان بھی کیا۔ امام نے اس کو سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا اور اپنا علم جس کا نام ظل تھا اس کے پاس بھجوایا۔ وہ چودہ ہاتھ لمبا تھا۔ ایک اور علم بھی ابومسلم کے پاس بھجوایا جس کا نام سحاب تھا۔ یہ علم تیرہ ہاتھ لمبا تھا۔ ابومسلم کی روز افزوں کامیابی کو دیکھ کر بنو اُمیہ کا خلیفہ مروانؒ بہت پریشان ہوا۔ اور امام ابراہیم کا ایک خط اور قاصد جو ابومسلم کے پاس جا رہا تھا۔ اس کے دربار میں پیش کیا گیا۔ اس پر مروان نے دمشق کے گورنر کے ذریعہ امام ابراہیم کو حمیمہ سے گرفتار کرا لیا۔ اور قید و بند میں رکھ کر ۱۲۹ھ میں شہید کر دیا۔ آپ نے گرفتاری کے وقت اپنے بھائی ابو العباس عبد اللہ بن امام محمدؒ کی جانشینی کیلئے وصیت کی اور اپنے تمام عزیزوں کو حکم دیا کہ وہ سب کوفہ ابو العباس عبد اللہ کے ہمراہ چلے جائیں۔ اور اس کی اطاعت کریں۔ آپ کے دو فرزند محمدؒ اور عبد الوہاب تھے جو اپنے چچا ابو العباس عبد اللہ کے ہمراہ کوفہ کو چلے گئے۔ آپ کے ہمراہ بنو عباس کے چودہ افراد تھے جن میں عبد اللہ ابو جعفر منصور بھی تھے۔ جو بعد میں خلیفہ ہوئے۔ اسی امام کے زمانہ میں خراسان اور دوسرا بہت سا علاقہ آل عباس کے تحت آ گیا تھا۔ ایک عظیم الشان لشکر بھی جو ابومسلم خراسانی کی ہمت اور باقاعدہ کوشش کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی سعی سے کوفہ میں جمع ہو گیا تھا۔ انہیں کے زمانہ میں لشکر کو باقاعدہ تنخواہیں ملتی تھیں

یہ امام بہت نیک، عالم سخی اور آل عباس کے لئے نہایت ہی فیاض تھے۔ اور بہت پرجوش شخصیت کے مالک تھے۔ اپنی عمر گراںمایہ کا تمام وقت انہوں نے اپنے مقاصد اہم کے لئے صرف کیا۔ اور اسلامی مفتوحات میں جابجا ایسا مواد فراہم کر دیا۔ کہ ان کا مستقبل نہایت شاندار اور بنو عباس کے لئے کامیابی کا قدرتی پیغام تھا۔ اگر وہ کچھ وقت اور بھی زندہ رہ جاتے۔ تو شاید خلافت بنو عباس کی ابتدائی تاجداری کا شرف انہیں کو حاصل ہوتا



اس تصویر کا چربہ مصر کے مشہور عربی ادبی رسالہ الہلال کے مئی سنہ ۱۹۴۰ء نمبر سے لیا گیا ہے جس پر عربی میں یہ عبارت درج ہے

اول خلفاء بنی العباسؓ

وکان ابوالعباس عبداللہ بن محمد جمیل الوجہ، مشرق الطلعۃ، اقنی الانف

جعد اللحیۃ، طویل القامۃ

امیرالمومنین ابوالعباس عبداللہ بن محمدؒ بن علی سجاد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب خلیفہ اول بنو عباس

جلوس سنہ ۱۳۲ھ وفات ۱۳ ذوالحجہ سنہ ۱۳۶ھ عمر ۳۳ سال
مدت خلافت ۴ سال

امام ابراہیم کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کا چھوٹا بھائی اپنے کنبے کے چودہ ممبروں کے ساتھ کوفہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں اگرچہ ان کو کوفہ جانے سے اس بنا پر روکا گیا۔ کہ بنو امیہ کا خلیفہ مروان "حران" میں ہے اور یزید بن ہبیرہ" عراق میں موجود ہیں۔ اور یہ دونوں مقام کوفہ کے قریب ہیں۔ اگر ان کو پتہ مل گیا۔ تو

وہ کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اور اس طرح آل عباسؓ کا بالکل خاتمہ ہو جائیگا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ شجاعت اور بہادری کی موت موت نہیں ہے۔ اصل موت ذلت کی ہے۔ ہم اپنے دشمنوں سے امام ابراہیم اور تمام عباسیوں کے خون کا بدلہ لیں گے۔ اگر زندہ رہے تو عزت کے ساتھ زندہ رہیں گے۔ اگر مر گئے۔ تو ایسی موت سے کوئی عار نہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر یہ شعر کندہ تھا۔

فی الجبن عار و فی الاقدام مکرمة　　الانسان بالجبن لا ینجو من القدر

نامردی (بزدلی) ہی ذلت ہے۔ اور آگے بڑھنے میں عزت ہے اور ظاہر ہے کہ انسان نامردی کے باعث تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔

کوفہ پہنچکر یہ حضرات ولید بن سعد (مولی بنی ہاشم) کے مکان پر ٹھہرے۔ ابوسلمہ وزیر آل محمدؐ نے چالیس روز تک کسی کو اطلاع نہ دی۔ نہ امام ابراہیم کی شہادت کا حال کسی پر ظاہر کیا۔ کوفہ کے لوگ جب آپ سے امام کا حال دریافت کرتے۔ تو ان کو یہ جواب دیا جاتا۔ کہ ابھی تک ظہور امام کا وقت نہیں آیا۔ ان سادات بنو عباس کو پوشیدہ رکھ کر ابوسلمہ نے آل علی المرتضیٰ کے ممتاز ممبروں کو اطلاع دی کہ یہاں کوفہ کے لوگ آپ کی بیعت کے منتظر ہیں جلدی آ دیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا رفتہ رفتہ بہی خواہان آل عباس کو ان حضرات کی تشریف آوری کی خبر پہنچ گئی چنانچہ کوفہ کے سرکردہ قبائل کے بزرگ جاں نثارانہ جذبات کے ساتھ ابوالعباس عباسی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور امام ابراہیم کی تعزیت کی۔ اور بطریق اداب خلافت سلام کیا۔ اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

ابوسلمہ بھی پھر آکر ملا۔ اور سلام سے مشرف ہوا۔ اس کو اپنی فوج میں شامل ہونے کی ہدایت ہوئی اور پھر سمجھایا گیا کہ صبح کو تمام فوج ہتھیاروں سے مسلح ہوکر امام کے استقبال کے لئے تیار ہو۔

چنانچہ امام ابوالعباس کے لئے گھوڑے تیار ہوئے۔ اور نہایت عزت و شان کے ساتھ جلوس دارالخلافہ کوفہ میں پہنچا۔ جمعہ کا دن تھا۔ اور ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۲ھ کی تاریخ تھی۔

امیرالمومنین ابوالعباس نے تخت امارت پر جلوہ افروز ہوکر تمام فوج کی سلامی قبول کی۔ اور معہ خدم وحشم نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے خود خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی۔ کوفہ میں ایک پُرجوش مسرت اور خوشی کی لہر پیدا ہو گئی۔ مدت سے مسلمانوں کو سادات بنو ہاشم کے اقتداء میں نماز ادا کرنے کی حسرت تھی۔ وہ خدا خدا کرکے پوری ہوئی

نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر آپ منبر پر چڑھ گئے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ کو تاریخی لحاظ سے بہت بڑی منزلت اور فصاحت اور بلاغت کی وجہ سے بہت بڑی قدر و عزت حاصل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے حضرت نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات اور مذہب اسلام کی حقانیت بیان کی اور خلفاء

راشدین کی خدمت اولیں کا ذکر کیا۔ پھر بنو امیہ کی مداخلت بیجا۔ اور ان کے مظالم کا ذکر کیا۔ اور پھر کہا۔ کہ ان کے مظالم اور تعدی سے حق تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ تو اس نے ہماری امداد کی اور ہم کو اپنا حق عطا کیا اور گروہ بنو ہاشم کی تلافی مافات کر دی۔ پھر فرمایا۔ کہ آئندہ تم پر کسی کا ظلم گوارا نہ کیا جائیگا۔ پھر اہلِ کوفہ کی ہمت اور استقلال کو قابلِ اعتماد ظاہر کیا۔ پھر اپنے نسبتی تعلق کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں سے خواہش کی۔ کہ تم لوگ خاندان نبوی سے محبت رکھو۔ اور مال غنیمت میں خدا کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا حق مقرر کیا ہے اس کی حفاظت کرو۔

امیر المومنین خطبہ ختم کر کے بیٹھ گئے پھر ان کے عم بزرگوار داؤد بن علی کھڑے ہوئے اور نہایت عمدہ تقریر میں آپ نے دشمنوں کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ امیر المومنین کے لئے دعا کرو۔ کہ خداوند کریم ان کی مدد فرمائے۔ اور اسلام کی رونق بڑھائے۔ خدا تعالےٰ کا شکر کرو۔ کہ اس نے بنو ہاشم سے ایک سید عادل سخی امام تمہاری خدمت اور عدل کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اس کی اطاعت پر سرگرم رہو۔ یہ خلافت ہمارے خاندان میں آگئی ہے۔ اور برابر ہمارے خاندان میں رہے گی جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے۔ ہم خدا اور اس کے رسولؐ اور حضرت عباسؓ کا ذمہ دیتے ہیں کہ ہم سنت نبوی صلعم پر مستحکم رہیں گے۔

اس تقریر کے بعد حضرت امیر المومنین منبر سے نیچے اُترے اور نہایت تزک اور احتشام کے ساتھ دارالخلافہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اب سلسلہ بیعت شروع ہو گیا۔

مقامی اور فوجی انتظامات کے بعد آپ نے مروان کے مقابلہ کی تیاری کی۔ اور عبداللہ بن علی کی سرکردگی میں لشکر بھجوایا۔ جو نہایت گھمسان کی لڑائی کے بعد فتحیاب ہوا۔ اور خلیفہ مروان شکست کھا کر موصل بھاگ گیا۔ پھر وہاں سے حرآن چلا گیا۔ تعاقب ہو رہا تھا۔ وہ یہاں سے حمص چلا گیا۔ پھر دمشق پہنچا۔ یہاں سے بھی نکل کر کنیہ بوصیر میں جا پہنچا۔ تعاقب کرنے والوں نے یہاں تک تعاقب کیا۔ لڑائی ہوئی۔ اور مروان قتل ہوا۔ جس کا سر ۲۷ ذوالحج ۱۳۲ھ کو امیر المومنین سفاح کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔

بنو امیہ کے مظالم کے انتقام میں بنو عباس نے بھی بنو امیہ کو عام طور پر قتل کرایا۔ لیکن پھر صلہ رحم کے تقاضا سے امیر المومنین نے اُنکے زندہ باقی افراد کو امان دے دی۔ سلطنت چونکہ ایک مستقل خاندان حکمران سے نکلکر ایک نئے خاندان میں منتقل ہوئی تھی۔ اس لئے خلیفہ سفاح کو بے حد مشکلات کا سامنا ہوا۔ مگر نہایت استقلال اور تحمل اور دانشمندی کے ساتھ تمام مشکلات کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کیا۔ اور سلطنت عباسیہ کی مستحکم بنیاد قائم کر لی۔ ۱۳۴ھ میں آپ نے کوفہ سے مکہ معظمہ تک سڑک بنوائی۔ اور ہر ایک میل پر منارہ بنوایا

تاکہ مسافر لوگ فائدہ اٹھا ویں۔ آپ نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین اپنے چھوٹے بھائی ابوجعفر عبداللہ کو قرار دے کر آپ نے مملکت کیلئے وزیر کا عہدہ تجویز کیا۔ ابوسلمہ عباسی سلطنت کا پہلا وزیر مقرر ہوا۔ آپ نے ایک شہر آباد کر کے ہاشمیہ کے نام سے موسوم کیا۔ اور اسی کو دارالخلافہ بنایا۔ آپ عالم، معدلت گستر فقیہ حافظ قرآن۔ قاری۔ دلیر اور خوبصورت جوان تھے۔ آپ دراز قد۔ سرخ رنگ۔ بلند بینی گھونگر یالے بال رکھتے تھے۔ آپ نے بمقام انبار ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔ بخار اور چیچک کے عارضہ کے باعث موت ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلیفہ دوم
امیر المومنین ابوجعفر عبداللہ منصور عباسی

تاریخ پیدائش ۹۵ھ خلافت ۱۳۷ھ
وفات ۱۵۸ھ ۷۷۵ء عمر ۶۳ سال مدت خلافت ۲۲ سال

آپ محمد بن علی کے تیسرے فرزند اور خلیفہ ابوالعباس سفاح کے چھوٹے بھائی تھے۔ اپنے بھائی خلیفہ ابوالعباس سفاح کی وصیت کے مطابق آپ اس کی وفات کے بعد خلیفہ ہوئے۔ خلیفہ سفاح کا جس وقت انتقال ہوا۔ اس وقت آپ حج میں تھے۔ ابومسلم خراسانی بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے وہیں بیعت کی اور پھر دارالخلافہ ہاشمیہ میں آ گئے۔ آپ نے نہایت قابلیت اور ضبط سے انتظام حکومت شروع کیا۔ ابومسلم خراسانی جو انہیں کے گھر کا غلام تھا۔ اور انہوں نے اس کو اس قدر عروج پر پہنچا یا تھا۔ کہ اپنے تمام شیعوں پر سردار کر دیا تھا۔ اور اپنے اہل بیت سے اس کو شمار کیا کرتے تھے۔ ابوسلمہ کو وزیر آل محمدؐ اور ابومسلم کو امیر آل محمدؐ کا لقب عطا کیا تھا۔ مگر جب اس کے برتاؤ میں سرکشی دیکھی اور آپ کو تجربہ ہو گیا کہ اگر یہ شخص زندہ رہا تو سلطنت میں فساد پیدا کر دے گا۔ اس لئے آپ نے اس کا قصہ پاک کر دیا۔ گو لوگ انہیں محسن کش بھی کہتے رہے۔ مگر انتظامی پہلو کے مدنظر ایسا کر دیا چونکہ یہ فضول خرچ نہ تھے۔ اور پیسے پیسے کا حساب رکھتے تھے اور تمام حکام کی حسابات کی پوری جانچ پڑتال کیا کرتے۔ اور دولت کو ضائع نہ کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بحیثیت خلیفہ ان سے کوڑی کوڑی کا حساب لیا جائیگا۔ اس لئے بعض لوگ ان کو بخیل کہتے تھے اور ابوالدوانیق (یعنی پیسہ کے باپ) ان کا نام مشہور کر دیا تھا۔

آپ نے سلطنت کا انتظام نہایت دور اندیشی اور خوبی سے کیا۔ کہ سلطنت بنو عباس کی بنیاد پختہ ہو گئی آپ نے مسجد الحرام کو وسیع کیا۔ ۱۴۰ھ میں خلیفہ منصور نے حج ادا کیا۔ بیت المقدس وغیرہ کی زیارت سے واپس آتے ہوئے۔ فصیل شہر مصیصہ کو جو زلزلوں سے مسمار ہو گئی تھی۔ نئے سرے سے تعمیر اور آباد کیا۔ اور یہاں ایک جامع مسجد بنائی جسکا نام معمورہ رکھا

۱۴۱ھ میں فرقہ راوندیہ نے خروج کیا۔ جو خلیفہ منصور کو خدا کہتے تھے۔ ان کا استیصال کر دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آلِ عباس کے نقیبوں نے اہلبیت کے فضائل اسقدر غلو کے ساتھ لوگوں کے ذہن نشین کئے تھے کہ ایک جاہل فرقہ ان کو خدا کہنے لگا۔

محمد مہدی بن عبد اللہ حسنی ہاشمی نے خلافت حاصل کرنے کے لئے کوشش اور سازش جاری رکھی۔ چونکہ خلیفہ منصور نے ہاشمیوں کو امان کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے بنظر اتمام حجت محمد مہدی کے ساتھ ایک دلچسپ خط و کتابت کے بعد جب ان کی اطاعت سے امید منقطع ہو گئی۔ اسوقت مقابلہ کا حکم دیا۔ پھر بھی مقابلہ کرنے والوں کو ہدایت کی کہ ہرگز مبادات نہ کریں۔ امان پیش کریں۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ اور محمد مہدی نے خود حملہ کا آغاز کیا اور انجام کار انہوں نے خلیفہ کے لشکر سے جام فنا نوش کیا۔

خلیفہ منصور کے عہد کا بڑا واقعہ آبادی مدینۃ السلام دارالسلام بغداد ہے۔ شہر بغداد کے لئے مقام اور موقعہ کا انتخاب بھی خلیفہ کی فطرتی ذہانت کا نتیجہ تھا۔ دریائے دجلہ اور فرات کے قریب اس شہر کی بنیاد رکھی۔ تاکہ شام۔ بصرہ۔ مصر۔ آذربائجان اور ہندوستان سے تجارت اور آمد و شد کی آسانیاں ہوں۔ آب و ہوا اس مقام کی نہایت معتدل تھی۔ سیاسی نکتہ نگاہ سے یہ مقام تمام ممالک اسلامیہ میں بے نظیر تھا۔ ۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور نے اپنے ہاتھ سے اس شہر کے سنگ بنیاد رکھنے کے وقت یہ کلمات پڑھے۔

بسم اللہ والحمد للہ والارض یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

شہر کی گول بنیاد رکھی گئی۔ گویا شہر ایک دائرہ کی صورت بن گیا۔ شہر میں چوبیس ہزار محلے مقرر کئے۔ ہر ایک محلہ میں ایک مسجد اور حمام تجویز ہوا۔ اس شہر کی عمارت پر چار کروڑ آٹھ لاکھ ۳ درم صرف ہوئے۔ آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ بیت المال کا روپیہ اپنے مصرف میں نہ لاتے تھے۔ وفات کیوقت آپ کے ذمہ تین لاکھ درم قرض نکلا تھا۔ پرہیزگار تھے۔ نماز باجماعت کے ہمیشہ پابند رہے۔ علوم کی اشاعت میں بہت سرگرمی سے کام لیا۔ آپ کے دل میں خوف الٰہی بہت زیادہ تھا۔ آپ ذوالحجہ میں پیدا ہوئے ذوالحجہ میں مسند نشین خلافت ہوئے۔ اور ذوالحجہ ہی میں انتقال فرمایا۔ حج کی روانگی سے پہلے اپنے فرزند اور جانشین محمد مہدی کے نام ایک مفصل وصیت تحریر فرمائی جو تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ خلیفہ منصور حج کے لئے ذوالحجہ ۱۵۸ھ بمقام بیر میمون مکہ شریف سے ۳ میل کے فاصلہ پر انتقال فرمایا

ایک سو قبریں بنائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک قبر میں ان کو دفن کیا گیا۔ یہ اس لئے کیا گیا۔ کہ خاص قبر کی شناخت دشمنوں کو نہ ہو۔ اور وہ گستاخانہ سلوک نہ کریں۔ خلفاء بنو عباس کے لئے یہی احتیاط کی جاتی تھی۔ آپ کے

صاحبزادے حسب ذیل تھے محمد مہدی جعفر اکبر (اپنے والد کی زندگی میں وفات پاگئے) سلیمان عیسیٰ یعقوب جعفر اصغر صالح المسکین قاسم ...... صاحبزادی عالیہ

امیر المومنین خلیفہ محمد مہدی بن منصور عباسی

ولادت ۱۲۷ھ مقام ایدج جانشینی ذوالحجہ ۱۵۸ھ / ۷۷۵ء
وفات ۱۶۹ھ / ۷۸۵ء ماسبندان
عمر ۴۳ سال مدت خلافت ۱۰ سال

خلیفہ منصور نے جب انتقال کیا۔ تو ان کے غلام ربیع نے آپ کی خبر مرگ مخفی رکھا۔ اور ان کی طرف سے حکم سنا کر خلیفہ محمد مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرا لی۔ اور پھر منصور کی وفات کا اعلان کیا۔
آپ نے مسند نشینی کے دوسرے سال ۱۵۹ھ میں عبدالملک بن شہاب المسمعی کو فوج دے کر ہندوستان پر حملہ کے لئے مامور کیا۔ اس نے شہر باربد فتح کیا ان کے زمانہ میں خراسان کے ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ جسکو حکیم "مقنع" کہتے تھے۔ ۱۶۱ھ میں خلیفہ نے اس پر فوج مامور کی۔ مگر قلعہ کے اندر یہ شخص معہ اپنے تمام اقربا اور مریدوں کے جل کر مر گیا۔

اس خلیفہ کے عہد میں قسطنطنیہ پر حملہ ہوا۔ صلح ہو گئی۔ اس کے عہد میں سلطنت اسلام میں بہت ترقیاں ہوئیں۔ مصر، یمن، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بغداد کے درمیان خچروں اور اونٹوں کی ڈاک قائم ہوئی۔ بیت اللہ شریف کے راستے میں تالاب کھدوائے گئے۔ حرم کعبہ وسیع ہوا۔ لنگر خانے جاری ہوئے۔ اور بھی رفاہ عام کے کام ہوئے۔ یہ خلیفہ بہت سخی اور متحمل مزاج اور نہایت قابل تھا۔

آپ کی ایک کنیز نے جو دوسری کنیز کے ساتھ خلاف رکھتی تھی۔ ایک امرود میں زہر داخل کر کے ایک غلام کے ہاتھ وہ امرود اپنی دشمن کنیز کے کھلانے کے لئے بھیجا۔ وہ امرود غلطی سے خلیفہ کو ملا۔ خلیفہ کی موت اس امرود کے زہر سے واقع ہوئی۔ اور ماسبندان کے مقام پر ۱۶۹ھ میں آپنے انتقال فرمایا۔

امیر المومنین خلیفہ ہادی بن مہدی

ولادت ۱۴۸ھ مقام رے
جلوس مسند نشینی ۱۶۹ھ / ۷۸۵ء وفات ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء
عمر ۲۲ سال مدت خلافت ایک سال چند ماہ

خلیفہ مہدی اپنے والد کی وفات کے وقت جرجان میں تھا۔ اُن کے واسطے ان کے بھائی ہارون الرشید نے بیعت لی۔ زندیقوں کے قلع قمع میں اس خلیفہ کا وقت بسر ہوا
ان کے عہد میں حسین بن علی بن امام حسنؑ نے مدینہ شریف میں علم بغاوت بلند کیا۔ لڑائی ہوئی۔ خلیفہ کی فوج کامیاب ہوئی۔ اور پھر ادریس بن عبداللہ بن حسن نے طنجہ میں سر اٹھایا۔ اس کا کام پورا کرا دیا گیا۔ یہ خلیفہ ضعیف الرائے اور کم گو تھا۔ ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ ماں نے مخالفت کی وجہ سے ان کو زہر دلا دیا تھا۔

خلیفہ ہارون الرشید

خاندان عباسی کا مشہور علم دوست

جس کے عہد میں مسلمانوں نے
ترقی کی بیشمار منزلیں
طے کیں



سنہ ۱۷۰ھ سے سنہ ۱۹۳ھ تک
۷۸۶ء ۸۰۹ء

تصویر کا یہ چربہ مصر کے مشہور تاریخی اور
ادبی مصور رسالہ "الہلال" جلد ۲۸
نمبر ۱ سے لیا گیا ہے۔
اس تصویر کے نیچے حلیہ حسب ذیل درج ہے
کان ابیض جسیماً طویلاً جمیلاً
قد خط لحیتہ الشیب۔

امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید بن مہدی

ولادت سنہ ۱۴۸ھ بمقام رے جلوس سنہ ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء
وفات سنہ ۱۹۳ھ / ۸۰۹ء بمقام طوس۔ عمر ۴۷ سال
مدت خلافت ۲۳ سال ۲ ماہ

خلیفہ ہادی بن مہدی کا رات کے وقت انتقال ہوا تھا اس وقت ہارون الرشید آرام میں تھے۔ یحییٰ برمکی نے ان کو جگا کر خلیفہ کی وفات کی خبر سنائی۔ اور امیر المومنین کہہ کر مہر خلافت پیش کی۔ اسی شب کو آپ کے ہاں عبداللہ المامون پیدا ہوا۔ تاریخ میں اس رات کو عجیب لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس رات کو ایک خلیفہ فوت ہوا۔ ایک تخت نشین ہوا۔ اور ایک پیدا ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید تمام خلفاء بنو عباس میں زیادہ عقلمند۔ فصیح اللسان۔ بارعب۔ فیاض اور مردم شناس سلطان تھا۔ اس خلیفہ نے ملک کے انتظامات میں اصلاح کی اور علوم فنون کی ان کے زمانہ میں وہ ترقی ہوئی۔ کہ آج تک اس کی داستانیں تاریخ و قصص الف لیلےٰ وغیرہ کی صورت میں زندہ ہیں۔

بغداد اس کے وقت میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا متمدن شہر بن گیا تھا اور مرجع عالم ہوگیا تھا۔ اس قدر عالم، حکیم، شاعر، فقیہہ، حافظ، محدث، مفتی، خطاط، خوش بیان مصاحب، گویئے، اس خلیفہ کے دربار میں جمع تھے۔ کہ کبھی اس سے پہلے اور پھر اس کے بعد کہیں یک جا جمع نہیں ہوئے۔ ہر باکمال کو اس کے دربار میں عزت ملتی تھی۔ اور اس کی فیاضی سے وافر بہرہ حاصل ہوتا تھا۔ بہت عجیب وغریب ایجادیں اس کے زمانہ میں ہوئیں۔

فرانس کے بادشاہ شارلیمن کے پاس جو ہارون رشید کا دوست تھا۔ خلیفہ نے جو تحائف ایک دفعہ بھجوائے تھے ان میں ایک گھڑی بھی تھی۔ جب فرانس والوں نے اس آواز کرنے والی گھڑی کو دیکھا تو سخت متعجب ہوئے اور اس سے خوف کھانے لگے۔ اور اس کو جادو کہنے لگ گئے۔

سنہ ۱۷۳ھ میں خلیفہ ہارون رشید نے پیدل حج کیا۔ اور اپنی فیاضی سے اس سفر میں محتاجوں مسکینوں اور غریبوں کو مالا مال کردیا۔ اس کی نیک اور فیاض بیوی زبیدہ خاتون نے بھی علاوہ خیرات عام کے ایک نہر کھدوا دی جس نے مکہ مکرمہ میں پانی کی شدید تکلیفات کا خاتمہ کردیا۔ یہ نہر آج تک جاری ہے۔ اور اس سے زبیدہ خاتون کا نام زندہ ہے۔ اور عباسیوں کی مفید ترین یادگار ہے۔

اگرچہ ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ امن و آسائش اور ترقی کا تھا پھر بھی کہیں نہ کہیں کوئی فتنہ برپا ہوجاتا تھا۔ مگر ہارون رشید کا اقبال اس کو فوراً فرو کردیتا تھا

اس عہد کے مشہور فسادات سنہ ۱۷۸ھ میں ولید خارجی کا ہنگامہ آرمینیا اور آذربائیجان میں برپا ہوا۔ جس

کے انسداد کے سلسلہ میں ولید قتل ہوا۔ ۱۸۳ھ میں خاقانِ خزر نے مسلمانوں کے مقبوضات پر حملہ کر کے بہت مسلمانوں کو قتل و قید کیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے بہت بڑا لشکر مامور کر کے اس کو بھگا دیا۔

۱۸۴ھ میں ابراہیم بن اغلب نے جو افریقہ کا گورنر ہو کر گیا تھا۔ بغاوت کر دی اور اسی سے خاندان اغلب کی بنیاد قائم ہوئی جو ۱۱۲ برس تک حکمراں رہا۔

۱۸۷ھ میں برمکی خاندان سے خوفزدہ ہو کر ہارون رشید نے برمکیوں کو قتل کرا دیا۔ اسی سن میں روم کے بادشاہ نقفور نے خلیفہ کو لکھا کہ "جو مال ہمارا تم نے لیا ہے وہ واپس کر دو۔ ورنہ ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی"۔ ہارون رشید اس خط سے غصہ میں بھر گیا۔ اور اس کی پشت پر لکھ دیا۔ کہ "اے کتیا کے بچے تو اپنے خط کا جواب آنکھوں سے دیکھے گا۔ سنے گا نہیں"۔

خلیفہ کے لشکر نے اس پر حملہ کیا۔ جزیہ ادا کرنے کے اقرار پر صلح ہوئی۔ مگر پھر باغی ہو گیا۔ پھر حملہ ہوا۔ آخر تیسری مرتبہ ۱۹۰ھ میں تنا شدید حملہ کیا۔ کہ رومی فوج کا کچومر نکل گیا۔ تیس لاکھ اشرفیاں سالانہ جزیہ اس پر عائد کیا گیا۔ اس کے بعد پھر بھی رومیوں کو سر اٹھانے اور کان ہلانے کی ہمت نہ ہوئی۔

۱۹۰ھ میں قبرص والوں نے بغاوت کی مگر رشیدی فوج نے ان کو کچل دیا۔ اسی سال ماوراء النہر کے حاکم رافع بن اللیث نے حملہ کیا۔ ہارون رشید باوجود بیمار ہونے کے اس سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا طوس تک گیا تھا۔ کہ بیماری نے زیادتی کی۔ اور وہیں اس خلیفہ کا انتقال ہوا۔ اور وہیں تدفین عمل میں لائی گئی۔ مرنے سے پہلے اس خلیفہ نے وصیت کی کہ اس کے بعد پہلا جانشین اس کا فرزند امین پھر مامون اور پھر موتمن ہو۔

محمد الامین بن ہارون رشید

ولادت ۱۶۹ھ جانشینی ۱۹۳ھ ۸۰۹ء
وفات ۱۹۸ھ ۸۱۳ء
عمر ۲۸ سال
مدت خلافت ۴ برس ۸ ماہ

ہارون رشید کے انتقال پر طوس ہی میں لشکر سلطانی کی بیعت محمد الامین کے نام سے کر لی گئی۔ امین اسوقت بغداد میں تھا۔ صالح بن ہارون رشید نے ان کو اپنے والد کے انتقال کی خبر بھیجی اور پھر خلافت کے ساتھ عصا اور چادر بھی ان کے پاس بھیجدیں۔ اس اطلاع پر امین نے بغداد کے جامع مسجد کے ممبر پر چڑھ کر اس کا اعلان کیا اور لوگوں نے وہیں بیعت کی۔ اپنے ناعاقبت اندیش وزیر الفضل کے مشورہ پر غیر دانشمندانہ طور پر مامون کو ولیعہدی سے برطرف کر کے اپنے تبنیٰ موسیٰ کو ولیعہد قرار دیا۔ اس وقت مامون اپنے ننہال مرو میں تھے۔ جب اُنہوں نے یہ واقعہ سنا تو اُنہوں نے اپنے حق حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لڑائی ہوئی۔ خلیفہ امین کے لشکر کو شکست ہوئی

بغداد کا محاصرہ ہوا۔ امین کشتی میں سوار ہو کر نکلے جا رہے تھے۔ کہ گرفتار ہو گئے اور ۱۹۸ھ میں ۲۸ سال کی عمر میں چار سال آٹھ ماہ کی خلافت کے بعد قتل ہوئے۔

امیر المومنین خلیفہ عبداللہ المامون بن ہارون رشید عباسی

ولادت ۱۷۱ھ جانشینی ۱۹۸ھ وفات ۲۱۸ھ
عمر ۴۸ سال مدت خلافت ۲۰ سال

مامون کی بیعت امین کی زندگی ہی میں اہل خراسان نے کر لی تھی۔ مامون کا مقام بعد سنور ۲۰۴ھ تک مرو ہی میں رہا۔ ان کے عہد میں کیبوم بابن نصر بن شبیث نے امین کے خون کا ۱۹۸ھ میں مطالبہ کیا۔ اور بغاوت اختیار کی۔ کوفہ میں ۱۹۹ھ ابن طبا طبا العلوی نے حضرت امام رضاؑ کے نام پر بیعت کا جھگڑا کھڑا کیا۔ ۲۰۱ھ میں بغداد کی فوج نے تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے سر اٹھایا مگر یہ بغاوتیں فرو کر دی گئیں اسی سال بابک الخرمی مجوس نے طبرستان میں فساد برپا کیا۔ ماموں نے فوج مامو کی مگر وہ کامیاب نہ ہوئی۔

ماموں نے اپنی ولیعہدی کے لئے سادات علوی میں منتقل کرنے کا عزم کیا۔ اور علی بن موسیٰ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پوتے) کو الرضا من آلِ محمدؐ کے لقب سے اپنا ولیعہد قرار دیا۔ عباسی اس سے بگڑ گئے انہوں نے ماموں کو منع کیا۔ اور آخر مامون کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور ابراہیم بن مہدی عباسی سے بغداد ہی میں بیعت کر لی۔ مگر ماموں نے اپنے ارادہ کو فسخ کر دیا۔ اور پھر عباسی اس کی اطاعت پر رضامند ہو گئے۔ اس خلیفہ کے عہد میں سررشتہ تالیف و ترجمہ قائم ہوا۔ اور بغداد اسلامی تمدن کا مرکز بن گیا۔ جس سے یورپ کا تمدن پیدا ہوا۔ اس خلیفہ پر لوگوں کو قرآن کی مخلوق ہونے کا عقیدہ زبردستی قبول کرانے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ بہر حال نہایت عقلمندی سے بیس سال خلافت کر کے ۴۸ سال کی عمر میں ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

امیر المومنین خلیفہ معتصم باللہ بن ہارون الرشید

ولادت ۱۸۹ھ جانشینی ۲۱۸ھ وفات ۲۲۷ھ
عمر ۴۸ سال مدت خلافت ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن

۲۱۸ھ میں خلیفہ مامون کی وفات پر معتصم باللہ سے بیعت کی گئی۔ یہ خلیفہ نرم دل، بہادر سخت گیر اور ان پڑھ تھا۔ ان کے عہد میں تاتاریوں کا اثر زیادہ بڑھ گیا۔ اور سلطنت عباسیہ کے بڑے بڑے عہدوں پر یہی لوگ مقرر ہوئے۔ حتیٰ کہ تمام قوت اور شوکت حکومت انہیں کے ہاتھ میں چلی گئی اور عباسیوں کی خلافت کمزور ہونے لگی۔ ۲۲۱ھ میں اس خلیفہ نے بغداد سے

باہر ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام "سرمن رای" رکھا پھر اسی کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا۔

۲۲۳ھ میں حکومت کے باغی "بابک الخرمی" کا استیصال ہوا۔ وہ گرفتار ہو کر خلیفہ کے سامنے لایا گیا اور قتل کیا جا کر اس کی لاش سولی پر چڑھائی گئی۔ اور سر خراسان بھیجد یا گیا۔ اسی سال بادشاہ روم "نوفیل" بن میخائیل نے مسلمانوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ بہت سا علاقہ اس نے تباہ کر دیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا بہت مسلمانوں کے ناک کان کٹوائے۔ اکثر کی آنکھوں میں گرم سلائی پھروا کر نابینا کرایا۔ ان قیدیوں میں ایک ہاشمی عورت کے منہ پر ایک رومی سپاہی نے تھپڑ مارا۔ تو اس نے معتصم کی دہائی دی۔ معتصم کو جب یہ اطلاع ملی۔ تو وہ پانی پینے لگا تھا۔ یہ سنکر اس نے پیالہ رکھ دیا۔ اور بلانے والی عورت کی دہائی کا جواب دینے کہ میں آیا اور عموریہ تک فتح کر لیا اور نوّے ہزار رومی اس نے قتل کیئے۔

خلیفہ الواثق باللہ بن معتصم

ولادت ۲۰۰ھ جانشینی ۲۲۷ھ ۸۴۲ء
وفات ۲۳۲ھ ۸۴۷ء عمر ۳۲ سال
مدت خلافت ۵ سال ۹ ماہ

معتصم کے انتقال پر بمقام سامرا ۲۲۷ھ میں اس کے بیٹے الواثق باللہ کی بعیت کی گئی۔ ۲۲۸ھ میں مسلمانوں نے جزیرہ سسلی (صقلیہ) پر حملہ کیا اور اس کے دارالخلافہ قصریانہ کو فتح کر لیا۔

اسی خلیفہ کے عہد میں مسلمان تمام افریقہ میں پھیل گئے تھے۔ ۲۲۹ھ میں خلیفہ نے وزیروں پر (جن کے ہاتھ میں سلطنت کی باگ ڈور رہتی تھی) بدگمانی کر کے ان کو قید کیا۔ ان کا مال لوٹ لیا۔ ۲۳۰ھ میں مدینہ طیبہ کے قریبی قبائل بنو سلیم۔ بنو فزارہ اور مرّہ نے بغاوت کی۔

۲۳۱ھ میں خلیفہ نے رومی عیسائی قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں رہا کرنے کا رومیوں سے معاہدہ کیا۔ اور اس معاہدہ کی رو سے بہت سے مسلمان قیدی عیسائیوں کی قید سے رہا ہو کر نعرۂ تکبیر کہتے ہوئے واپس اپنے گھروں میں آ گئے۔

۲۳۲ھ میں خلیفہ نے استسقا کے عارضہ سے پانچ سال اور نو ماہ خلافت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ یہ خلیفہ عالم اور ادیب تھا۔

خلیفہ المتوکل علی اللہ عباسی بن المعتصم باللہ

ولادت ۲۰۶ھ جانشینی ۲۳۲ھ ۸۴۷ء وفات ۲۴۷ھ ۸۶۱ء
عمر ۴۰ سال مدت خلافت ۱۴ سال ۹ ماہ

واثق باللہ عباسی کی وفات پر جعفر المتوکل علی اللہ عباسی خلیفہ ہوئے۔ تخت نشینی کے وقت ان کی عمر ۲۶ سال کی تھی۔ ۲۳۵ھ میں خلیفہ نے اپنے تینوں بیٹوں کو یکے بعد دیگرے ولیعہد مقرر کیا۔ اور لوگوں سے اُن

کی بیعت لی۔ اور ان میں سے ہر ایک کو دو دو علم عطا کئے۔ ایک سیاہ اور دوسرا سفید تھا۔ اور اپنے علاقہ حکومت کو تینوں بیٹوں پر تقسیم کر دیا۔

۲۳۵ھ میں خلیفہ نے غیر مسلم رعایا کا لباس مسلمانوں سے علیحدہ رکھنے کا حکم صادر کیا۔

۲۳۶ھ میں اس خلیفہ نے لوگوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے بزرگوں کے مزارات کی زیارت سے ممانعت کر دی۔ رعایا نے اس حکم کو برا منایا۔

۲۳۷ھ آرمینیا کے پادریوں نے مسلمان گورنر کو اور اس کے بہت سارے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ خلیفہ نے شہر تفلیس پر فوج بھجوا کر اس کے تمام مکانات کو جو صنوبر کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے بھڑک اٹھنے والے تیل سے جلوا دیا۔

۲۳۸ھ میں رومیوں نے دمیاط کیطرف سے حملے کئے اس خلیفہ کے وقت میں زلزلے بہت آئے اور فارس۔ یمن اور خراسان کے بہت سے شہر تباہ ہو گئے۔ اور بہت آدمی مر گئے۔

۲۴۷ھ میں متوکل کو ایک ترکی غلام "باغر" نامی نے قتل کر دیا۔

یہ خلیفہ عقلمند مگر متکبر تھا۔

خلیفہ المنتصر باللہ بن المتوکل باللہ

ولادت ۲۲۲ھ جانشینی ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء وفات ۲۴۸ھ / ۸۶۲ء

عمر ۲۶ سال مدت خلافت ۶ ماہ

متوکل کے قتل ہو جانے پر المنتصر باللہ سے بیعت کی گئی۔ اس خلیفہ کے وزیر ترک تھے۔ اور یہ ان کے ہاتھوں کٹ پتلی کی طرح رہے۔ ان کے کہنے سے اپنے بھائیوں کو ولیعہدی سے علیحدہ کر دیا۔ اس خلیفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اور دوسری مزارات کی اجازت عام کر دی۔ چھ مہینہ خلافت کرنے پائے تھے کہ ۲۶ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ زہر خورانی کا شبہہ کیا گیا۔ یہ خلیفہ ضعیف الرائے تھا۔

خلیفہ المستعین باللہ عباسی بن المعتصم باللہ

ولادت ۲۲۱ھ جانشینی ۲۴۸ھ / ۸۶۲ء وفات ۲۵۲ھ / ۸۶۶ء

عمر ۳۱ سال مدت خلافت ۳ سال ۹ ماہ

خلیفہ منتصر کے انتقال پر ملک کے اکابرین نے جمع ہو کر معتصم باللہ کے پوتے احمد بن محمد سے بیعت کر لی اور مستعین کا خطاب مقرر کیا۔

اس خلیفہ نے تخت نشین ہوتے ہی منتصر کے لڑکوں موید اور معتز کو سامرا میں قید کر دیا۔ ترکوں کا غلبہ دیکھ کر بغداد وغیرہ کے مسلمانوں نے ۲۴۹ھ میں فتنہ برپا کر دیا۔

۲۵۰ھ میں پہلے یحیٰی ابن عمر نے شورش کی اور کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے مارے جانے پر حسن بن یزید علوی

نے شورش کی وہ بھی قتل ہوئے۔ اس کے بعد الناصر حسن بن علی نے طبرستان میں اپنی حکومت قائم کی یہ علویوں کی حکومت ٣١٦ھ تک قائم رہی۔ ٢٥١ھ میں متوکل کے وزیروں نے مستعین پر حملہ کرکے شاہی محل کا محاصرہ کر لیا۔ اور مستعین کو بغداد بھیجکر معتز سے بیعت کر لی۔ مستعین نے ٢٥٢ھ میں تخت سے دست برداری کر دی پھر عوام نے بھی معتز کی بیعت قبول کر لی اور مستعین واسط میں قتل کر دیا گیا۔

مستعین سخی، فضول خرچ تھے۔ تین برس ۹ ماہ خلافت کرکے ٣١ سال کی عمر میں قتل ہوئے۔

خلیفہ المعتز باللہ عباسی بن المتوکل علی اللہ

ولادت ٢٣١ھ جانشینی ٢٥٢ھ / ٨٦٦ء وفات ٢٥٥ھ / ٨٦٨ء

عمر ٢٤ سال مدت خلافت ٣ سال ۷ ماہ

معتز کو ہنگامہ برپا کرنے والوں نے قید خانہ سے نکالکر اس کی بیعت کی تھی۔ معتز کے بھائی مؤید نے جب مستعین کا انجام اور معتز کی کیفیت دیکھی۔ تو اس نے اپنی ولیعہدی سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ مگر وہ پھر بھی قید کئے گئے اور اس قید و بند ہی میں ٢٥٢ھ میں وفات پا گئے۔ اسی سال "مساور خارجی" کا خروج ہوا۔ خلیفہ کے گورنروں سے اس کے متعدد معرکے ہوتے۔ خلافت کو کمزور دیکھ کر صوبوں کے گورنر خودمختار بن گئے۔ اسی سلسلہ میں شیخ عیسے نے رملہ اور دمشق پر قبضہ کر لیا۔ اور ٢٥٣ھ میں یعقوب صفار نے ہرات پر قبضہ جما لیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ کرمان۔ فارس۔ طبرستان۔ خراسان پر قبضہ کرکے خاندان صفاریہ کی حکومت کا، بانی قرار پایا۔ اس خاندان میں حکومت ٢٩٨ھ تک رہی۔ ادھر ہمدان میں عبدالعزیز بن ابودلف خارجی نے سر اٹھایا۔

٢٥٤ھ میں احمد بن طولون نے مصر پر قبضہ کرکے پھر شام لے لیا۔ اور خاندان طولون کا بانی ہوا۔ جو ٢٩٢ھ تک حکمران رہا۔

٢٥٥ھ میں فوج کے ترک سپاہیوں نے خلیفہ معتز کو پکڑ کر مارا۔ کیونکہ ان کی تنخواہیں ان کو نہ ملی تھیں۔ اور ایک تہ خانہ میں بند کر دیا۔ جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔

یہ خلیفہ ضعیف الرائے اور فضول خرچ تھا۔

خلیفہ المہتدی باللہ عباسی بن الواثق باللہ

ولادت ٢١٨ھ جانشینی ٢٥٥ھ / ٨٦٨ء وفات ٢٥٦ھ / ٨٦٩ء

عمر ٣٨ سال خلافت ١١ ماہ

معتز کے انتقال کے بعد ٢٥٥ھ میں مہتدی بن واثق تخت خلافت پر بیٹھے۔ اور لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔ اسی سال علی بن محمد صاحب الزنج نے حبشیوں کی بڑی جماعت کے ساتھ ملکر سر اٹھایا۔ اور دعویٰ کیا کہ مجھے غیب کے

حالات کی اطلاع ملتی ہے۔ اور کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہوں۔ بغا وزیر کے لڑکے موسیٰ کو مہتدی نے علیحدہ کرایا۔ اس نے بغاوت کی۔ مہتدی خود فوج لے کر موسےٰ کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ مگر راستہ میں ان کی فوج نے بغاوت کی اور مہتدی پر حملہ کر دیا۔ مہتدی ایک مکان میں جا چھپے۔ مگر فوج نے ان کو نہ چھوڑا۔ اور ۲۵۶ھ میں انہیں قتل کر دیا۔ ان کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ اور گیارہ مہینے خلافت کر سکے تھے۔

یہ خلیفہ عادل، متقی اور ملک و رعایا کا بہی خواہ تھا۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ کہ عباسیوں میں عمر بن عبدالعزیز جیسا کوئی خلیفہ بھی نہ ہوا لیکن زمانہ نے اس کو اتنی فرصت بھی نہ دی کہ وہ عدل و انصاف کا ڈنکا بجا سکے۔

خلیفہ المعتمد علی اللہ عباسی بن المتوکل

ولادت ۲۲۸ھ جانشینی ۲۵۶ھ ۸۶۹ء وفات ۲۷۹ھ ۸۹۲ء

عمر ۵۰ سال مدت خلافت ۲۳ سال ۶ ماہ

مہتدی کے قتل کے وقت معتمد قید میں تھے ان کا نام احمد بن متوکل تھا۔ فوج والوں نے ان کو قید سے نکال کر ان سے بیعت کر لی اور المعتمد علی اللہ لقب قرار دیا۔ اسی خلیفہ نے اپنے دور حکومت میں سامرا کے دارالخلافہ کو چھوڑ دیا۔ جو ۲۲۱ھ سے برابر دارالخلافہ آرہا تھا۔ کمزوری کیوجہ سے وہ خلیفہ برائے نام تھا۔ تمام کاروبار ان کا بھائی طلحہ عرف موفق انجام دیتا تھا۔

ان کے زمانہ میں صاحب الزنج کی قوت بہت زیادہ ہو گئی وہ اہواز، بصرہ، واسط وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے شہروں پر قابض ہو گئے۔ جسقدر معتمد کی فوج اس کی سرکوبی کے لئے جاتی۔ وہ شکست کھا کر بھاگ جاتی۔ آخر معتمد نے اپنے بھائی موفق کو بھیجا۔ جو پہلے تو کئی ایک حملوں میں ناکام رہا۔ مگر آخر کامیاب ہو گیا۔ اور ۲۷۱ھ میں صاحب الزنج کو قتل کر کے اس کا سر معتمد کے پاس بغداد میں بھیجدیا۔

۲۶۱ھ میں ماوراءالنہر کے حاکم نصر بن اسعد نے بغاوت کی۔ اور خراسان میں خاندان سامانیہ کی سلطنت کی بناء ڈالی۔ جو ۳۸۹ھ تک قائم رہی۔

۲۶۴ھ میں احمد بن طولون نے حلب، دمشق، حمص، حماۃ، قنسرین اور رقہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال رومیوں پر معتمد نے فوج بھیجی۔ مگر سپہ سالار قید ہو گیا۔ اور دیار بکر پر رومی قابض ہو گئے

۲۷۱ھ میں ابن طولون کے بیٹے کے ساتھ خلیفہ کی فوج نے لڑائی کی۔

۲۷۸ھ میں کوفہ کے قریب قرامطہ کا ظہور ہوا۔ جو شریعت کے احکام کو توڑ توڑ کر اپنے مطلب کے مطابق بنا لیتے تھے۔ ۲۳ برس چھ ماہ خلافت کے بعد معتمد نے ۲۷۹ھ میں انتقال کیا۔

یہ سلامت رو اور کمزور خلیفہ تھے۔

خلیفۂ المعتضد باللہ عباسی بن الموفق

ولادت ۲۴۲ھ تخت نشینی ۲۷۹ھ ۸۹۲ء وفات ۲۸۹ھ ۹۰۲ء

عمر ۴۷ سال مدت خلافت ۹ سال ۹ ماہ

معتمد کے بعد معتضد باللہ سے بیعت کی گئی۔ اس خلیفہ کی بہادری بیدار مغزی اور قابلیت۔ ہمہ گیری اور انتظام کے باعث لوگ اس کو سفاح ثانی کہتے تھے۔

۲۸۰ھ میں معتضد نے جزیرہ کے بنی شیبان پر حملہ کیا مگر بنی شیبان نے معافی مانگ لی۔

۲۸۳ھ میں مسلمان اور عیسائی قیدیوں کا روم کے ساتھ تبادلہ ہوا جو تعداد میں دو ہزار پانچسو چار تھے۔ ۲۸۶ھ میں ابوسعید نامی قرامطی نے بحرین میں سر اٹھایا۔ اور بہت سے شہر فتح کئے۔

۲۸۷ھ میں اسمٰعیل بن احمد سامانی بادشاہ ماوراء النہر نے سارے خراسان پر قبضہ کر لیا اور عمرو بن اللیث الصفار وہاں کے بادشاہ کو قید کر کے معتضد کے پاس بغداد میں بھیجدیا۔ جہاں وہ قید ہی میں مر گیا۔

۲۸۸ھ میں رومیوں نے کیسوم پر حملہ کر کے اس کو لوٹا اور بہت سے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کر کے لے گئے ۲۸۹ھ میں قرامطہ شام اور کوفہ میں پھیل گئے۔ اسی سال معتضد نے ۴۷ برس کی عمر میں ۹ برس اور ۹ ماہ خلافت کر کے انتقال کیا۔

المکتفی باللہ بن المعتضد

ولادت ۲۶۲ھ

جانشینی ۲۸۹ھ ۹۰۲ء

وفات ۲۹۵ھ ۹۰۸ء

عمر ۳۳ سال

مدت خلافت ۶ سال ۶ ماہ

معتضد کی وفات پر بمقام رقہ اس کے بیٹے محمد علی سے بیعت کی گئی۔ جس کا لقب المکتفی باللہ قرار دیا گیا۔ پھر وہ بغداد آ گیا اور کاروبار خلافت کو سمبھالا۔ اس کے عہد میں ۲۹۰ھ میں قرامطہ نے سر اٹھایا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ پھر حمص میں گھس گئے وہاں اپنے سردار کے نام کا خطبہ پڑھایا۔ خلیفہ مکتفی نے ان کے خلاف فوجیں بھیجیں اور ان کو شکست دی۔

۲۹۲ھ میں مصر کی بغاوت کی اطلاع پا کر خلیفہ نے اپنی فوج مامور کی۔ اس نے مصر کا محاصرہ کر کے خاندان طولون کا خاتمہ کر دیا۔ اور اب مصر سلطنت عباسی کا ایک صوبہ بن گیا۔

۲۹۳ھ میں ایک شخص "ابراہیم خلنجی" خارجی شام میں ظاہر ہوا۔ مگر لڑائی کے بعد وہ قید ہو گیا۔ قرامطہ نے پھر سر اٹھایا۔ دمشق اور کوفہ پر حملہ کیا۔ اور خلیفہ کی فوج کو شکست دیدی۔ مکتفی نے فوج بھیجی۔ قرامطہ کا سردار گرفتار ہو کر مر گیا۔

۲۹۲ھ میں رومیوں نے مرعش پر اور ۲۹۳ھ میں قورس پر حملہ کیا۔ اس زمانہ میں بھی مسلمان اور عیسائی

قیدیوں کا باہمی تبادلہ ہوا۔

۲۹۳ھ میں خلیفہ نے موصل اور اس کے علاقہ پر عبداللہ ابن حمدان بن حمدون تغلبی العدوی کو گورنر کر کے بھیجا۔ اس نے وہاں جا کر خاندان حمدان کی بنیاد ڈالی

۲۹۵ھ میں مکتفی نے ۳۲ برس کی عمر میں ۶ برس ۶ ماہ اور انیس[۱۹] دن کی خلافت کے بعد انتقال کیا۔ یہ خلیفہ سلامت رو مگر کمزور تھا۔

خلیفہ المقتدر باللہ ابن المعتضد باللہ

ولادت ۲۸۲ھ جانشینی ۲۹۵ھ ۹۰۸ء وفات ۳۲۰ھ ۹۳۲ء
عمر ۳۸ سال مدت خلافت ۲۵ سال

مکتفی نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے بھتیجے جعفر بن معتضد کو اپنا ولیعہد قرار دے کر اس کا لقب المقتدر باللہ قرار دے دیا تھا اس کی وصیت کے مطابق مقتدر سے بیعت کی گئی۔ اس وقت مقتدر کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ ان کا تمام عہد خلافت حوادث سے بھرا ہوا رہا۔ ۲۹۶ھ میں ان کے وزیر عباس بن الحسن قتل ہوئے۔ خلیفہ کی کم عمری کی وجہ سے بعض نا عاقبت اندیش لوگوں نے عبداللہ بن المعتز سے بیعت کر لی اور ان کو خلیفہ بنا کر ان کا لقب المرتضیٰ باللہ رکھ لیا۔ دونوں پارٹیوں میں لڑائی ہوئی۔ المرتضیٰ بھاگ گیا۔ اور پھر قتل کیا گیا۔ مقتدر پھر خلیفہ بن گئے۔

اسی سال مغرب میں عبداللہ بن مہدی فاطمی کا ظہور ہوا۔ اغالبہ خاندان کی حکومت کا اس نے خاتمہ کر کے فاطمیوں کی حکومت قائم کی۔ یہ حکومت ۵۶۷ھ تک قائم رہی۔

۳۰۳ھ میں حسین بن حمدان نے جزیرہ میں بغاوت کی۔ گرفتار ہوا

۳۰۵ھ میں بادشاہ روم کے ایلچیوں کی تحریک سے مسلمان اور عیسائی قیدیوں کا باہمی تبادلہ ہوا

۳۱۰ھ اسی خلیفہ کے عہد میں اسلام کے مشہور مورخ ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا ۸۶ سال کی عمر میں ۳۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

۳۱۱ھ میں سلطنت علویہ کا ادارسہ میں ۱۴۳ سال کی حکومت کے بعد خاتمہ ہوا۔ اور اس کا علاقہ ملک مہدی فاطمی کے قبضہ میں چلا گیا۔

۳۱۷ھ میں قرامطہ نے پھر زور پکڑا۔ دریائے فرات پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ کئی سال تک ان کے خوف سے حج نہ ہو سکا۔ کیونکہ قرامطہ نے عین حج کے موقعہ پر مسجد حرام میں ہتیا حاجیوں کو قتل کر کے ان کی لاشیں چاہ زمزم میں پھینک دی تھیں۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر لے گئے تھے جو ۳۳۹ھ میں ۲۲ سال کے بعد خلیفہ مطیع کے زمانہ میں پھر اپنے اصلی موقعہ پر نصب کیا گیا۔

انکی کمزوری کیوجہ سے ملک عورتوں غلاموں اور وزیروں کے ہاتھ میں رہا۔ رعایا نے شورش کی اور خلیفہ کی جگہ محمد بن معتضد کو بہ لقب القاہر باللہ خلیفہ بنا لیا۔ مگر شورش بند نہ ہوئی القاہر بھی وزیروں کے خوف سے چھپ گئے۔ مقتدر کو پھر خلیفہ بنا لیا گیا۔ ایک خادم مونس نام مقتدر کے خلاف ہو گیا۔ اس نے زور پکڑا تو اس کی فوج نے مقتدر کو قتل کر دیا

مقتدر بہت غافل خلیفہ تھے ۳۸ سال کی عمر میں ۲۵ سال خلافت کر کے قتل ہوئے۔

القاہر باللہ ابن المعتضد باللہ
ولادت ۲۸۷ھ جانشینی ۳۲۰ھ ۹۳۲ء
عزل ۳۲۲ھ ۹۳۴ء وفات ۳۳۸ھ
عمر ۳۵ سال مدت خلافت ۱ سال ۷ ماہ

القاہر کے خلیفہ ہوتے ہی۔ مونس اور ابن مقلہ (موجودہ عربی خط کے موجد) کے درمیان نزاع شروع ہو گیا۔ ان کا ملک میں اثر تھا۔ اس لئے انہوں نے قاہر کو نظر بند کر دیا یہاںتک کہ انکے پاس آنے جانے والوں کی سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ ان کے عہد میں خاندان بنو بویہ کی بنیاد پڑی اور ان کا اسقدر زور ہوا۔ کہ خلافت عباسیہ ان کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح رہ گئی۔ القاہر نے اپنی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ جو ساجیہ کے نام سے مشہور تھا۔ سازش کر کے مونس کو قتل کرا دیا۔ اور ابن مقلہ کو دہشت زدہ کر دیا اور وہ بھاگ گیا۔ اور پھر فوج کے ساجیہ دستہ کے ساتھ ساز باز کر کے قاہر کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر اس کو نابینا کر دیا۔ ایک سال سات ماہ خلیفہ رہ کر ۳۲۲ھ میں ان کو معزول کر دیا گیا۔ مگر وہ ۳۳۸ھ تک زندہ رہے۔

یہ خلیفہ مغلوب الغضب تھے۔

خلیفہ الراضی باللہ ابن المقتدر باللہ
ولادت ۲۹۷ھ جانشینی ۳۲۲ھ ۹۳۴ء وفات ۳۲۹ھ ۹۴۰ء
عمر ۳۲ سال مدت خلافت ۷ سال

جب خلیفہ القاہر باللہ گرفتار ہوئے اور معزول کیے گئے۔ اس وقت احمد بن مقتدر باللہ محبوس تھے۔ ان کو قید سے نکال کر تخت خلافت پر بہ لقب "الراضی باللہ" بٹھا دیا گیا۔ "ابن مقلہ" وزیر بن گیا۔ ۳۲۳ھ میں راضی نے محمد ابن طغج کو مصر کا گورنر بنایا۔ اور پھر اس کو شام کا گورنر بھی بنا کر اخشید کا لقب عطا کیا۔ اسی سے خاندان اخشیدیہ کی بنیاد پڑی جو ۳۵۸ھ تک قائم رہا۔ (اخشید کے معنی شہنشاہ کے ہیں)

الراضی کی بے رعبی اور کمزوری کے باعث سلطنت عباسیہ نہایت ہی ضعیف ہو گئی۔ بلکہ اکثر گورنروں نے اپنے علاقہ کا محصول بھیجنا بھی بند کر دیا۔ مشکلات اور تنگدستی کیوجہ سے راضی نے محمد بن رائق گورنر واسط کو اپنا وزیر مقرر کر کے امیر الامرا کا خطاب دیا۔ تاکہ وہ اپنے انتظام سے تنخواہوں کا بندوبست کرے اس کا نام خطبہ میں

لیا جانے لگا۔ ایک سال دس ماہ تک اس نے وزارت کی خلیفہ کا نام صرف رسم کے طور پر لیا جاتا تھا۔ اور صرف سکہ و خطبہ میں اس کا نام باقی رہ گیا تھا۔

۳۲۹ھ میں ۳۲ سال کی عمر اور چھ سال دس دن کی خلافت کے بعد وفات پائی

یہ خلیفہ عقلمند مگر کمزور سخی۔ شاعر۔ فصیح اور خوش بیان تھا۔ یہ آخری شخص تھے جو خلافت کی شان کے ساتھ زندہ رہے۔ اس کے بعد کوئی عباسی خلیفہ بغداد کے تخت پر شاعر نہیں ہوا۔ اور نہ کسی خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے خلافت کا کام کیا۔

المتقی باللہ ابن المقتدر
ولادت ۲۹۷ھ جانشینی ۳۲۹ھ / ۹۴۰ء
معزولی ۳۳۳ھ / ۹۴۴ء
وفات ۳۵۷ھ
عمر ۶۰ سال مدت خلافت ۴ سال

خلیفہ راضی باللہ کے انتقال کے وقت بجکم امیر الامرا تھا۔ اس کے حکم سے ایک جماعت نے ابراہیم ابن المقتدر کو المتقی باللہ کے لقب سے خلیفہ مقرر کیا۔ اور اس کی بیعت کر لی۔ اس خلیفہ کے وقت میں ابو عبداللہ البریدی نے بغاوت کی جس نے خوزستان کے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ وزیر بجکم نے فوج مامور کی جس نے بریدی فوج کو شکست دی اور اس سلسلہ میں ایک کردنے بجکم کو نیزہ مار دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ بریدیوں نے بغداد پر حملہ کر کے خلیفہ سے فوج کی تنخواہوں کے لئے پانچ لاکھ دینار حاصل کر لئے بجکم کے بعد گورتگین دیلمی نے خلافت کے کاروبار کو سنبھالا۔ اس کو متقی نے امیر الامرا کا خطاب دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ابن رائق نے گورتگین پر حملہ کر کے اس کو قید کر دیا۔ ابن رائق پھر امیر الامرا ہو گیا۔ مگر وہ بھی ناصر الدولہ بن حمدان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ پھر ناصر الدولہ امیر الامرا بنایا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ترکوں نے یورش کی۔ اور اس سلسلہ میں توزون ترکی ۳۳۱ھ میں امیر الامرا بن گیا۔

۳۳۲ھ میں روسیوں نے آذربائیجان کے بعض مقامات پر حملہ کیا۔ اور لوٹ مار کر کے چلے گئے

۳۳۳ھ میں خلیفہ توزون ترکی سے بھی ناراض ہو گئے۔ ناصر الدولہ پھر وزیر اور امیر الامرا بن گیا۔ مگر توزون نے معافی حاصل کرنے کے بہانے سے خلیفہ کو گرفتار کر کے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں اور تخت سے اتار کر ابوالقاسم عبداللہ کو خلیفہ بنا دیا۔ مقتدر بحالت نابینا ۳۵۷ھ تک زندہ رہے اور ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ خلیفہ بڑا دیندار اور پرہیزگار تھا۔

المستکفی باللہ ابن مکتفی باللہ ولادت ۲۹۶ھ جانشینی ۳۳۳ھ / ۹۴۴ء
معزولی ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء وفات ۳۳۸ھ / ۹۴۹ء عمر ۴۲ سال مدت خلافت ۱ سال ۴ ماہ

جب توزون ترکی نے خلیفہ متقی باللہ کو نابینا کر کے معزول کر دیا۔ تو ابوالقاسم عبداللہ بن مکتفی باللہ کو بلا کر خلافت

پر مسند نشین کر دیا۔ اور مستکفی باللہ کا لقب قرار دیا۔

۳۳۴ھ میں توزون ترکی کا انتقال ہو گیا۔ ان کی جگہ ان کا ایک سپہ سالار زیرک بن شیرزاد امیر الامراء بن گیا۔ لیکن اس منصب کا خواہشمند معز الدولہ احمد بن بویہ گورنر اہواز بھی تھا۔ وہ بھی توزون کی خبر وفات سن کر بغداد پہنچا۔ خلیفہ مستکفی نے اس کی بھی تلافی کر دی اور اس کو امیر بنا کر معز الدولہ کا خطاب دیا۔ اور اس کے بھائی علی کو عماد الدولہ کا اور دوسرے بھائی حسن کو "رکن الدولہ" کا خطاب عطا کیا۔ اور سکوں پر ان کے نام بھی نقش کرائے اس سے اس خاندان کی بہت بڑی عزت ہوئی۔

کچھ عرصہ کے بعد معز الدولہ کو معلوم ہوا کہ خلیفہ اس سے دغا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے دو بڑے دیلمیوں کو مامور کیا جنہوں نے خلیفہ کو سوتے ہوئے جا کر پکڑ لیا اور معز الدولہ کے مکان تک پیدل لائے معز الدولہ نے خلیفہ کو تخت سے ۳۳۴ھ میں اتار دیا۔ مگر وہ ۳۳۸ھ تک زندہ رہے۔ ایک سال چار ماہ خلافت کی۔ یہ خلیفہ ضعیف الرائے تھے۔

المطیع للہ ابن المقتدر باللہ

ولادت ۳۰۱ھ جانشینی ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء

عزل و وفات ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء

عمر ۶۳ سال مدت خلافت ۲۹ سال ۵ ماہ

مستکفی کی معزولی کے بعد لوگوں نے ابو القاسم الفضل بن مقتدر عباسی سے بیعت کر لی۔ اور المطیع للہ اس کا لقب قرار دیا۔ خلیفہ مستکفی معزول کو بھی بلا کر اس سے المطیع للہ کی بیعت لے لی گئی۔

معز الدولہ نے اس خلیفہ کے زمانہ میں بہت بڑا اقتدار حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں مصر کے بادشاہ اخشید کا انتقال ہوا۔ اس کا بیٹا انوجور (ابنک) خورد سال تھا۔ سلطنت مصر کا کاروبار ان کا ایک حبشی غلام کافور انجام دیتا تھا۔

۳۳۹ھ میں قرامطہ نے حجر اسود واپس کر دیا۔ جو بیت اللہ شریف میں اپنے مقام پر نصب کر دیا گیا۔ اس خلیفہ کے زمانہ میں کرد۔ اور رومیوں کے جھگڑے مسلسل رہے۔ معز الدولہ بیمار ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے بختیار کو عز الدولہ کا خطاب دے کر اپنا ولیعہد بنا لیا۔ اور ۳۵۶ھ میں ۲۱ برس اور گیارہ مہینے امیر الامراء رہ کر وفات پا گیا۔

۳۵۸ھ میں "المعز لدین اللہ فاطمی" شاہ قیروان کے غلام اور سپہ سالار "جوہر" نے مصر پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنی فوج کے قیام کے لئے شہر قاہرہ کی بنیاد ڈالی ۳۶۲ھ میں المعز لدین اللہ فاطمی بھی مصر میں آ گئے۔ اور اس سے "فاطمین" کی حکومت مصر کا آغاز ہوا۔ پھر انہوں نے شام دمشق اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اس عرصہ میں قرامطہ نے بھی دمشق پر قبضہ کیا۔ اور

رومیوں نے جزیرہ اور نصیبین پر حملہ کیا۔

امیر الامرا بختیار کی جگہ سبکتگین امیر الامرا ہوئے۔ اس نے دیکھا کہ خلیفہ پر فالج گرا ہوا ہے۔ انہوں نے خلیفہ کو معزول کر کے اس کے بیٹے طائع کو خلیفہ بنا دیا۔ المطیع اس معزولی کے بعد بھی دو ماہ تک زندہ رہے اور ۶۳ برس کی عمر ۲۹ سال پانچ ماہ خلافت کرنے کے بعد ۳۶۳ھ میں انتقال کیا۔ آپ نہایت کمزور خلیفہ تھے

الطائع للہ ابن المطیع للہ
ولادت ۳۱۷ھ جانشینی ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء
معزولی ۳۸۱ھ / ۹۹۱ء وفات ۳۹۳ھ
عمر ۷۶ سال
مدت خلافت ۱۷ سال ۸ ماہ ۶ دن

الطائع للہ ۴۷ برس کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھے تھے عضد الدولہ نے ۳۶۴ھ میں عراق اور بغداد پر قبضہ کر لیا۔ مگر بختیار نے پھر ایک دفعہ بغداد واپس لے لیا۔ لیکن عضد الدولہ نے پھر لڑائی کے بعد بغداد لے لیا۔
بغداد مسلسل اور متواتر میدان جنگ رہنے سے برباد ہو گیا تھا۔ عضد الدولہ نے اس کو از سر نو آباد کیا۔ اور اپنی بیٹی الطائع للہ کو بیاہ دی ۳۷۲ھ میں عضد الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا صمصام الدولہ جانشین ہوا۔ مگر اس کو اپنے بھائی شرف الدولہ نے گرفتار کر لیا۔ اور خود اس کی جگہ سنبھالی۔ شرف الدولہ کا انتقال ہوا۔ تو اس کا جانشین اس کا بھائی بہاؤ الدولہ بن گیا۔ اسی بہاؤ الدولہ نے الطائع کو معزول کر دیا۔ ان کے عہد میں ۳۶۶ھ میں سبکتگین[1] کی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ جس نے ۱۷۸ سال تک بادشاہت کی۔

۳۸۰ھ میں بنو مروان کی سلطنت قائم ہوئی ۔ ۵۴۲ھ تک قائم رہی۔

۳۸۱ھ میں بہاؤ الدولہ نے طائع کو تخت سے اتار کر ابو العباس احمد بن اسحٰق المقتدر کو بطیحہ سے بلا کر تخت خلافت پر متمکن کر دیا۔ الطائع عزل کے بعد بھی ۳۹۳ھ تک زندہ رہے اور ۷۶ برس کی عمر پائی۔

القادر باللہ ابن الاسحٰق
ولادت ۳۳۶ھ جانشینی ۳۸۱ھ / ۹۹۱ء
وفات ۴۲۲ھ / ۱۰۳۱ء
عمر ۸۶ سال۔ مدت خلافت ۴۱ سال ۳ ماہ

ابو العباس احمد بن اسحٰق نے تخت نشین ہو کر سلطنت کے سنبھالنے کی کوشش کی اور ایک حد تک وہ اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا۔ کئی باغی گورنر اس نے اپنے مطیع کر لئے۔

۳۸۲ھ میں بادشاہ روم سے جنگ ہوئی۔ صلح پر انجام ہوا۔

---

[1] سبکتگین سلطنت سامانیہ کے بادشاہ البتگین کا غلام تھا۔ اور اس قدر با اثر تھا کہ البتگین (جس کا کوئی بیٹا نہ تھا) کی وفات پر فوج والوں نے اسکو بادشاہ بنا لیا۔ سلطان محمود غزنوی اسی سبکتگین کا لڑکا تھا۔ جو ہندوستان پر بارہا حملہ آور ہوا۔

۳۸۷ھ میں سلطنت بجایہ (بنوحمار) کی بنیاد پڑی جو ۵۴۷ھ تک قائم رہی

خلیفہ "القادر" کے عہد میں بنو امیہ کی سلطنت اندلس (اسپین) میں ختم ہوگئی۔ اس خاندان نے سپین میں ۱۳۹ھ سے ۴۰۷ھ تک بڑے زور شور کی حکومت کی۔ اس کے بعد سپین میں طوائف الملوکی کا دور چلا۔ اور آخر کار موحدین کے قبضہ سے نکل کر یہ ملک عیسائیوں کے ہاتھ آیا۔ اسوقت مسلمانان اندلس پر نہایت بے دردی کے ساتھ مظالم ڈھائے گئے۔ ان کو زبردستی عیسائی کیا گیا۔ اور ملک سے نکال دیا گیا۔ ان مظالم کی داستان خون رلانے والی ہے۔

۴۲۲ھ میں القادر باللہ نے ۸۶ سال کی عمر میں ۴۱ برس ایک ماہ خلافت کا ڈنکا بجا کر انتقال کیا۔ خوش تدبیر اور قابل خلیفہ تھے۔

القائم بامر اللہ ابن القادر باللہ
ولادت ۳۹۱ھ
جانشینی ۴۲۲ھ وفات ۴۶۷ھ
عمر ۷۶ سال مدت خلافت ۴۴ سال ۹ ماہ

القادر باللہ کے انتقال کے بعد ابوجعفر عبداللہ بہ خطاب القائم بامر اللہ خلیفہ بنائے گئے۔

ان کے مسند نشین ہوتے ہی بغداد میں فتنہ برپا ہوگیا۔ کیونکہ لوگوں کو تنخواہیں نہیں ملی تھیں۔ جلال الدین وزیر اس ابتری اور جان کے خوف سے بھاگ گیا۔ اور ۴۳ دن باہر رہنے کے بعد پھر واپس بغداد میں آیا۔ اس زمانہ میں وزیر کو ملک کہتے تھے۔ خلیفہ کا وجود تو پہلے ہی برائے نام تھا۔ اب ملک بھی اسقدر کمزور ہوگیا۔ کہ لوٹ مار عام ہوگئی۔ چوریاں اور ڈاکے مارنے والے دن دہاڑے ڈاکے ڈالتے اور مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ قبرستانوں میں عورتیں جاتیں۔ تو ان کے کپڑے تک اتار لیئے جاتے تھے۔

خلیفہ کی طرف سے خطابات کی تقسیم ہوتی تھی۔ چنانچہ جلال الدولہ کو "ملک الملوک" اور ابوکالیجار رین سلطان الدولہ کو "محی الدین" کا خطاب ملا۔

۴۳۲ھ میں سلطنت سلجوقیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ سلجوق نام ایک ترک سپہ سالار سے یہ لوگ منسوب تھے مدتوں سلجوقیوں کی آل سبکتگین سے جنگ چھڑی رہی۔ خراسان۔ جرجان اور کرمان تک ان کی سلطنت وسیع ہوگئی۔ رفتہ رفتہ وہ بغداد تک پہنچ گئے۔ ۴۴۷ھ میں طغرل بیگ سلجوقی کو ملک کا خطاب مرحمت ہوا۔ اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

بہاؤ الدولہ بن عضد الدولہ کا ایک غلام "ارسلان بساسیری" جو سپہ سالار تھا ۴۴۸ھ میں انبار پر قابض ہوگیا۔ خلیفہ اس سے ناراض ہوگئے۔ اس نے عباسی خلفاء کا خطبہ میں نام لینا چھوڑ دیا۔ اور خطبہ میں

منتصر فاطمی کا نام لینے لگ گیا۔

۴۵۰ھ میں بساسیری نے بغداد میں پہنچکر خلیفہ کو شہر سے باہر نکالدیا۔ طغرل بیگ نے اس پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا

۴۵۱ھ میں خلیفہ پھر بغداد واپس آگئے

۴۶۱ھ میں بنو امیہ کی بنائی ہوئی عالی شان مسجد جامع دمشق جلکر راکھ ہوگئی۔

۴۶۶ھ میں دجلہ میں سخت طوفان آیا۔ بہت نقصان ہوا۔ شہر کا شرقی حصہ غرق ہوگیا۔ خلیفہ نے ۷۶ برس کی عمر میں ۴۶۷ھ میں انتقال کیا۔

المقتدی بامراللہ ابن محمد بن قائم

ولادت ۴۴۹ھ جانشینی ۴۶۷ھ وفات ۴۸۷ھ
۱۰۷۴ء ۱۰۹۴ء

عمر ۳۸ سال مدت خلافت ۱۹ سال ۸ ماہ

القائم کے انتقال کے بعد علماء اور اعیان سلطنت نے عبداللہ بن محمد بن قائم سے بیعت کرلی اور ان کو خلیفہ بناکر المقتدی بامراللہ کا خطاب دیا۔ خلیفہ کی عمر اس وقت ۱۹ سال کی تھی۔ الپ[1] ارسلان کی شہادت پر اس کا لڑکا ملک شاہ بادشاہ ہوا۔ نظام الملک انہیں کے وزیر تھے۔ جنہوں نے بغداد کا مشہور مدرسہ نظامیہ بنایا اور جس کا درس آج تک مکمل علوم دینی اور عقلی کے لئے بطور نصاب کے دنیائے اسلام میں مروج رہا ہے۔ ملک شاہ کے عہد ۴۶۸ھ میں رملہ اور بیت المقدس کو ملک شاہ کے بھائی تتش نے (جسکا لقب تاج الملوک تھا) علویوں سے فتح کرلیا۔ اور اس میں مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھایا۔

۴۷۴ھ میں ملک شاہ نے اپنی بیٹی کا عقد مقتدی سے کردیا۔

۴۷۹ھ میں ملک شاہ نے جزیرہ اور شام کے ممالک پر حملہ کیا۔ اور ۴۸۲ھ میں ماوراءالنہر ۴۸۴ھ میں سمرقند فتح کرکے مقتدی کی سلطنت میں داخل کئے۔ اور ۴۸۵ھ میں ملک شاہ بخار میں مبتلا ہوکر مرگیا۔ اس کا بڑا بیٹا برکیارق تخت نشین ہوا۔ جس کو خطاب رکن الدولہ کا ملا۔ اور اس کا خطبہ پڑھا گیا۔ ۴۸۷ھ میں مقتدی نے یکایک انتقال کیا۔

---

[1] یہ طغرل بیگ کے بھائی تھے اپنے بھائی کے بعد ملک بن گئے تھے۔ بہت عقلمند اور باتدبیر بادشاہ تھے اس کے عہد میں ان کی پندرہ ہزار فوج نے ۴۶۳ھ میں روم کے بادشاہ کی ایک لاکھ فوج کو شکست دے دی تھی اور رومانوس بادشاہ روم کو گرفتار کرلیا تھا۔ قائم کے وقت میں اس نے ۴۶۵ھ میں ایک خوارزمی یوسف کے ہاتھ سے زخمی ہوکر وفات پائی تھی نظام الملک الپ بادشاہ کا وزیر تھا جو بدستور ملک شاہ کے عہد میں بھی وزیر رہا۔ وزیر کا لقب اتابک ہوگیا تھا۔

یہ خلیفہ نہایت دیندار متقی، اور عالی ہمت تھا۔ اس نے ملک کی اصلاح میں بہت بڑا حصہ لیا۔ اور بُرے کاموں کو روک دیا۔ حتیٰ کہ گانے بجانے والی اور بدکار عورتوں کو بغداد سے نکالدیا۔ گمان کیا گیا کہ اس کو جاریہ شمس النہار نے زہر دے دیا تھا۔

المستظہر باللہ ابن المقتدی	مقتدی کے انتقال کے بعد ۴۸۷ھ میں لوگوں نے ان کے بیٹے ابو العباس احمد سے بیعت کر لی۔ اور اس کو مستظہر باللہ کا خطاب دیا۔
ولادت ۴۷۱ھ جانشینی ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء	
وفات ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء عمر ۴۱ سال	اس خلیفہ کے عہد میں ملک شاہ کے بیٹے برکیارق اور بھائی
مدت خلافت ۲۵ سال	ارسلان ارغون کے درمیان جنگ ہوئی۔ برکیارق فتحیاب ہوا

اور خراسان۔ نیشاپور وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

۴۹۰ھ میں برکیارق کے عہد میں محمد خوارزم شاہ ابن انوش تگین خوارزم کے حاکم ہوئے۔ اس خاندان نے بہت زور پکڑا۔ اور آخر اس خاندان کیوجہ سے تاتاریوں نے مسلمان ممالک پر ساتویں صدی میں حملہ کیا۔

۴۹۱ھ میں مسلمانوں کی عیسائیوں کے ساتھ وہ لڑائیاں شروع ہوئیں۔ جن کو صلیبی لڑائیاں کہا جاتا ہے۔ عیسائی یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے بیت المقدس چھین لیں۔ یہ لڑائی دو سال تک جاری رہی آخر سلطنت ایوبیہ کے بہادر بادشاہ صلاح الدین یوسف بن ایوب رحمتہ اللہ علیہ نے ۵۸۳ھ میں عیسائیوں کو بیت المقدس سے نکالدیا۔

۴۹۷ھ میں برکیارق کا انتقال ہو گیا۔ اس کا جانشین ملک شاہ ہوا۔ جو چار سال آٹھ ماہ کی عمر کا تھا۔

۵۱۲ھ میں ۴۱ سال کی عمر میں مستظہر نے ۲۵ برس خلافت کر کے انتقال کیا۔

المسترشد باللہ ابن المستظہر باللہ	المستظہر باللہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے، ابو المنصور الفضل سے لوگوں نے ۵۱۲ھ میں بیعت کر لی۔ اور ان کا خطاب المسترشد باللہ قرار پایا۔
ولادت ۴۸۶ھ جانشینی ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء	
وفات ۵۲۹ھ ۱۱۳۴ء عمر ۴۳ سال	اس خلیفہ نے شان خلافت عباسیہ کے پھر بحال کرنے کی کوشش کی۔ اور اس غرض کے لئے فوج سے بھی کام لیا
مدت خلافت ۱۷ سال ۷ ماہ	

۵۱۴ھ میں گرجیوں نے (جو گرجستان کے پہاڑوں کے باشندے تھے) مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اور عرصہ تک پریشان رکھا۔ تفلیس کا محاصرہ کر کے ۵۱۵ھ میں اس کو فتح کر لیا۔ آخر ۵۱۷ھ میں سلطان محمود نے ان کو نکالدیا۔ سلطان محمود کی ۵۲۰ھ میں خلیفہ کے ساتھ لڑائی ہو گئی۔ مگر صلح پر انجام ہوا۔

سلطان محمود نے ۵۲۱ھ میں عماد الدین زنگی کو بغداد کا کوتوال مقرر کیا۔ عماد الدین نے ۵۲۲ھ میں حلب اور حما وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

۵۲۵ھ میں سلطان محمود کا انتقال ہوا۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا داؤد ہوا

۵۲۷ھ میں خلیفہ نے موصل پر حملہ کیا۔ اور تین ماہ تک اس کا محاصرہ کئے رکھا۔ مگر بغیر کسی نتیجہ کے واپس بغداد چلے گئے۔ دوسرے سال عماد الدین اور خلیفہ کے درمیان مصالحت ہو گئی۔

۵۲۹ھ میں خلیفہ اور سلطان مسعود کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اس لڑائی میں خلیفہ خود قید ہو گیا۔ پھر باہم صلح ہو گئی۔ اس صلح کے بعد خلیفہ ابھی تک خیمہ میں ہی تھے کہ فرقہ باطنیہ کے چوبیس مسلح آدمی خیمہ میں گھس آئے اور خلیفہ کو بُری طرح قتل کر دیا۔

۴۳ سال کی عمر میں ۱۷ برس ۷ ماہ خلافت کرنے کے بعد ۵۲۹ھ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

یہ خلیفہ قابل۔ حوصلہ مند اور باہمت تھا۔

الراشد باللہ ابن المسترشد	المسترشد کے قتل ہو جانے پر ان کا فرزند ابوجعفر منصور تخت نشین ہوا اور اس کا لقب الراشد باللہ قرار پایا۔
ولادت — تخت نشینی ۵۲۹ھ / ۱۱۳۴ء	یہ خلیفہ بہت بہادر اور جری تھا۔
معزولی ۵۳۰ھ / ۱۱۳۵ء — عمر ۶۰ سال	۵۳۰ھ میں خلیفہ اور سلطان مسعود کے درمیان کچھ نزاع برپا ہوا۔
مدت خلافت ۱۱ ماہ ۱۸ دن	خلیفہ نے دوسرے صوبوں کے گورنروں کو بغداد میں طلب کیا۔ اور

ابھی تک سلطان مسعود کے خلاف سوائے اس کے کہ خطبہ میں بجائے سلطان مسعود کے داؤد کا نام لیا گیا۔ اور کوئی کارپردازی نہ ہوئی تھی۔ کہ سلطان مسعود نے خلیفہ الراشد باللہ کا وہ حلف نامہ بغداد کے علماء اور قاضیوں کے سامنے پیش کر دیا جس میں الراشد لے قسم کھا کر اپنے قلم سے لکھ دیا تھا۔ کہ "اگر میں سلطان مسعود پر تلوار اٹھاؤں یا ان کے کسی آدمی کو نکالوں یا کسی دشمن سے ملوں۔ تو تخت سے اتار دیا جاؤں گا"

اس حلف نامہ کو پڑھ کر خلیفہ کی نسبت یہ فتویٰ دیا گیا۔ کہ وہ تخت سے اتار دیا جائے۔ چنانچہ گیارہ ماہ اٹھارہ دن کی خلافت کے بعد ۵۳۰ھ میں آپ خلافت سے معزول کر دئے گئے۔ الراشد موصل چلے گئے۔

اور پھر موصل سے نکلکر ہمدان پہنچے۔ یہاں ان کو اپنے ایک خراسانی خدمتگار نے ۵۳۲ھ میں قتل کر دیا۔
اور شہرستان کے گورستان میں ان کو دفن کر دیا گیا۔

المقتفی بامر اللہ ابن المستظہر باللہ
ولادت ۴۸۹ھ تخت نشینی ۵۳۱ھ / ۱۱۳۶ء
وفات ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء عمر ۶۶ سال
مدت خلافت ۲۴ سال

الراشد کے تخت سے اتارے جانے پر ۵۳۱ھ میں ابو عبداللہ الحسین بن مستظہر سے بیعت کر لیگئی اور المقتفی بامر اللہ لقب مقرر ہوا۔
۵۳۲ھ میں امرا نے المقتفی کے معزول کرنے کی سازش کی۔ تاکہ الراشد کو پھر تخت نشین کریں۔ مگر ناکام رہے اور الراشد بھی ہمدان پہنچکر قتل ہو گئے۔ عماد الدین کا ۵۴۱ھ میں انتقال ہو گیا۔
۵۴۷ھ میں غوری خاندان کی بنیاد پڑی۔ جنہوں نے افغانستان اور ہندوستان میں سلطنت کی۔
۵۵۵ھ میں ۲۴ برس کی خلافت کے بعد ۶۶ برس کی عمر میں خلیفہ نے انتقال کیا۔
اس خلیفہ نے خلافت عباسی میں پھر جان ڈالنے کی کوشش کی۔ مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس خلیفہ نے عراق پر بغیر کسی وزیر (سلطان) کے کامیاب حکومت کی۔ اور خود ہی فوج کی سپہ سالاری کا فرض ادا کیا۔

المستنجد باللہ ابن المقتفی
ولادت ۵۱۸ھ
تخت نشینی ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء وفات ۵۶۶ھ / ۱۱۷۰ء
عمر ۴۸ سال
مدت خلافت ۱۱ سال

مقتفی کے انتقال پر ان کے بیٹے یوسف سے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اور المستنجد باللہ ان کا خطاب قرار دیا۔ ان کے زمانہ کے مشہور اور اہم واقعات حسب ذیل ہیں۔ ان کے وزیر (سلطان) سلیمان شاہ تھے۔ فوج نے ان کی سختی سے تنگ آکر ۵۵۶ھ میں ان کو قتل کر دیا۔ ان کی جگہ ارسلان شاہ بن طغرل بن محمد بن ملک شاہ سلطان ہوئے۔
نورالدین زنگی نے شام کے اکثر شہروں پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ مصر پر قبضہ کرنے کے لئے اس نے اسد الدین شیرکوہ (سلطان صلاح الدین ایوبی کے چچا) کو مامور کیا۔ اس زمانہ میں مصر کا حاکم عاضد علوی تھا۔ جس نے شیرکوہ کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اور اس کا لقب ملک المنصور رکھا۔ شیرکوہ کی وفات کے بعد سلطان صلاح الدین وزیر مقرر ہوا یہ ہر دلعزیز منتظم اور بہی خواہ رعایا تھا۔
اس نے رعایا کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس طرح سے اسلامی دنیا میں وہ نام

پیدا کیا۔ کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس نے عیسائیوں کی صلیبی فوجوں کا کامیاب مقابلہ کیا۔ اور بیت المقدس کو عیسائی حکومتوں کے قبضہ سے چھڑا لیا۔ مصر میں اب بجائے فاطمی خاندان کے اس کا ایوبی خاندان زور پکڑ گیا

۵۶۶ھ میں مستنجد کی موت واقع ہوئی۔ کسی شخص نے حمام میں اس کا گلہ گھونٹ کر مار دیا۔ اس خلیفہ نے ۴۸ برس کی عمر پائی اور گیارہ سال تک انصاف اور عدل گستری سے حکومت کی۔

المستضئ بامر اللہ ابن المستنجد
ولادت ۵۳۶ھ تخت نشینی ۵۶۶ھ ۱۱۷۰ء
وفات ۵۷۵ھ ۱۱۷۹ء عمر ۳۹ سال
مدت خلافت ۹ سال

المستنجد کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ابو محمد الحسن سے لوگوں نے بیعت کر لی اور اس کا لقب المستضئ بامر اللہ مقرر کیا۔ اس کے عہد کے بڑے واقعات یہ ہیں۔

۵۶۷ھ میں نور الدین زنگی کے حکم سے مصر میں عباسیوں کے نام کا خطبہ سلطان صلاح الدین نے پڑھوایا۔ اس سے مصر میں سلطنت فاطمیہ کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ جو ۲۷۳ سال تک قائم رہی تھی۔

۵۶۹ھ میں یمن کا ملک مفتوحات ایوبی میں داخل ہو گیا۔ اسی سال نور الدین زنگی کا انتقال ہوا۔ شام مصر۔ جزیرہ وغیرہ پر آپ نے ۲۸ سال تک کامیاب سلطنت کی تھی۔ دمشق میں مدفون ہوئے۔ نور الدین کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے اسمٰعیل تخت نشین ہوئے اور ان کا لقب الملک الصالح رکھا گیا۔ شام اسمٰعیل۔ اور مصر میں سلطان صلاح الدین کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

۵۷۵ھ میں المستضئ کا ۳۹ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ نہایت عدل و انصاف۔ سخاوت اور فیاضانہ سلوک کیا تھا ۹ برس کامیاب خلافت کی۔

الناصر لدین اللہ ابن المستضئ
ولادت ۵۵۲ھ تخت نشینی ۵۷۵ھ ۱۱۷۹ء
وفات ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء عمر ۷۰ سال
مدت خلافت ۴۶ سال ۱۱ ماہ

مستضئ بامر اللہ کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ابو العباس احمد کی بیعت کی گئی اور ان کا خطاب الناصر لدین اللہ قرار پایا۔ عباسی خلفائے بغداد میں سب سے زیادہ مدت تک اس خلیفہ نے خلافت کی۔ ان کے عہد کے اہم واقعات صلیبی لڑائیاں۔ اور تاتاریوں کے مسلسل حملے ہیں۔ ۵۷۶ھ میں سیف الدین غازی بادشاہ موصل کا انتقال ہوا۔

۵۷۷ھ میں ملک الصالح اسمٰعیل بن نور الدین بادشاہ حلب کا انتقال ہوا۔

۵۷۸ھ میں صلاح الدین جزیرہ کے شہروں اور ۵۷۹ھ میں حلب پر قبضہ کر لیا۔ اور

۵۸۱ھ میں دوسری دفعہ موصل پر حملہ کیا۔ مگر اس کو فتح نہ کر سکا۔

۵۸۳ھ میں سلطان طغرل بن ارسلان شاہ نے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ کی فوج اس کے مقابلہ میں قزل ارسلان بادشاہ آذربائیجان کی امداد کے ساتھ نکلی۔ انکی آپس میں لڑائی ہوئی۔ خلیفہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ طغرل نے خوب لوٹ مار کی۔

۵۸۸ھ میں خوارزم شاہ نے طغرل بیگ مقبوضات واپس لے لیے۔ اور رے کے قریب جنگ میں طغرل مارا گیا۔ اور اسکا سر بغداد میں عرصہ تک لٹکتا رہا۔ طغرل کے قتل سے خاندان سلجوقی کا خاتمہ ہو گیا جس نے ۹۲ برس تک سلطنت کی تھی۔

اس خلیفہ کے عہد میں تاتاری مغلوں کا زور ہوا۔ چنگیز خان تاتاری نے (جسکا اصلی نام تموجین تھا) اپنے بادشاہ کو قتل کر کے اس کی جگہ تخت نشین ہو کر اپنا لقب چنگیز خان (سب کا بادشاہ) رکھا۔ ۶۱۶ھ میں چنگیز خان نے سلطان محمد خوارزم کے ملک پر حملہ کیا۔

۶۱۷ھ میں اس نے بخارا فتح کر لیا۔ اور بخاریوں پر سخت ظلم کئے۔ شہر کو آگ لگائی۔ مسجدوں اور کلام اللہ شریف کی بے حرمتی کی۔ اسی سنہ میں سمرقند پر حملہ کیا۔ سمرقندیوں کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر چنگیز خان نے سمرقند لے لیا۔ اور وہاں بھی سخت ظلم کئے۔ پھر چنگیز خان کی فوج نے خراسان کے اکثر شہروں کو تباہ و برباد کیا۔

۶۲۲ھ میں خلیفہ الناصر نے ستر برس کی عمر اور قریباً ۴۷ سال کی خلافت کے بعد انتقال کیا۔ بہت کمزور اور ضعیف ہو گئے تھے۔ ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ عادل اور بارعب خلیفہ تھے۔ بندوق کا شوق تھا۔

الظاہر بامر اللہ ابن الناصر

ولادت ۵۷۱ھ تخت نشینی ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء
وفات ۶۲۳ھ ۱۲۲۶ء عمر ۵۲ سال
مدت خلافت ۹ ماہ

الناصر کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ابو نصر سے بیعت کی گئی اور اس کا لقب الظاہر بامر اللہ عدۃ الدین قرار دیا گیا۔ تخت نشین ہوتے ہی انہوں نے رعایا کی دلجوئی اور انصاف شروع کر دیا۔ لوگوں کے ناجائز محصول معاف کئے اور جو جاگیریں ظلم سے چھینی گئی تھیں وہ اصل مالکوں کو واپس دلوائیں اور بہت سے نیک کام کئے۔

مورخ لکھتے ہیں کہ انہوں نے رعایا کو حضرت فاروق عمر بن الخطاب اور عمر بن عبد العزیز کا زمانہ یاد دلا دیا۔ مگر افسوس کہ ان کا زمانہ خلافت نہایت مختصر تھا۔

۶۲۳ھ میں جلال الدین نے تفلیس فتح کیا۔ یہاں سے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ کہ برف کی وجہ سے واپس ہو گیا

اسی ۶۲۳ھ میں صرف نو مہینے خلافت کرنے کے بعد ۵۲ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

المستنصر باللہ ابن الظاہر
ولادت ۵۸۹ھ تخت نشینی ۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ء
وفات ۶۴۱ھ / ۱۲۴۳ء عمر ۵۲ سال
مدت خلافت ۱۸ سال

الظاہر کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ابو جعفر منصور سے بیعت کی گئی۔ اور ان کا لقب المستنصر باللہ قرار پایا۔ ۶۲۴ھ میں چنگیز خان مر گیا۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی قائمقام ہوا۔ جس کا خطاب قاآن تھا۔ ان تاتاریوں نے سسلی (صقالیہ) سلاف۔ روس اور بلغاریہ پر حملہ کیا۔ قسطنطنیہ پر بھی چڑھائی کا ارادہ کیا۔ مگر وہاں سے شکست کھائی۔

۶۳۰ھ میں سلطان علاؤالدین سلجوقی نے تاتاری بادشاہ قاآن کی اطاعت قبول کر لی۔

۶۳۳ھ میں تاتاریوں نے اربل۔ نینوا اور حلہ کر بلیس پر حملے کئے اور ان کے باشندوں پر سخت مظالم برپا کئے۔

۶۳۴ھ میں سلطان صلاح الدین کے بیٹے ملک العزیز بادشاہ حلب کا انتقال ہو گیا۔ ان کے جانشین الملک الناصر صلاح الدین ہوئے۔ یہ اس خاندان کے آخری بادشاہ تھے۔

۶۳۵ھ میں تاتاریوں نے عراق پر یورش کی اور بغداد تک پہنچ گئے۔ مگر یہاں سے شکست کھا کر لوٹ گئے۔ پھر حملہ کیا۔ شکست کھائی۔ تیسری بار پھر حملہ کیا۔ پھر بھی شکست کھائی۔

۶۳۸ھ میں روم کے ایک شخص ترکمانی نے جو اپنے آپ کو "بابا" کہتا تھا۔ پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ اور اسی کا "کلمہ لا الٰہ الا اللہ بابا رسول اللہ" پڑھنے لگ گئے۔ سلطان غیاث الدین نے اس کو قتل کرا دیا۔

۶۳۹ھ میں تاتاریوں نے روم کے شہروں پر تباہی شروع کی۔ سلطان غیاث الدین نے تنگ آ کر صلح کر لی۔ ۶۴۱ھ میں خلیفہ نے باون برس کی عمر میں ۱۸ برس کی خلافت کے بعد انتقال کیا۔ یہ خلیفہ نہایت عادل اور حامیٔ علم تھا۔

اس خلیفہ کے عہد میں مدرسہ مستنصریہ کی بنیاد پڑی۔ اس مدرسہ سے بڑے بڑے مشہور عالم۔ طبیب اور ہیئت دان باکمال ہو کر نکلے۔

اس خلیفہ کے عہد میں مشہور عالم مورخ شیخ عزالدین بن علی (المعروف ابن اثیر الجزری) کا ۶۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ جس کی کتاب تاریخ کامل ابن اثیر نے تاریخی دنیا میں غیر فانی شہرت اور اعتماد حاصل کیا ہے۔

المستعصم باللہ ابن المستنصر

ولادت ۶۰۶ھ ۱۲۰۸ء تخت نشینی ۶۴۱ھ ۱۲۴۳ء
وفات ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء عمر ۵۰ سال
مدت خلافت ۱۶ سال

المستنصر کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ سے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اور ان کا لقب المستعصم باللہ تجویز کیا۔
یہ خلیفہ ضعیف الرائے۔ اور کھیل کود میں مصروف رہتا تھا۔ تاتاریوں کا طوفان امڈا ہوا آ رہا تھا۔ جب ان کو توجہ دلائی جاتی تو وہ یہ جواب دے دیتے تھے۔ کہ "میرے لئے بغداد کافی ہے" یہیں یہیں رہوں گا۔ یہی میری گور"

"تاتاریوں کے مسلسل حملے اور بربادیاں جاری رہیں۔ رے، اصفہان۔ ہمدان اور عراق کے بڑے حصے پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ آخر ۶۴۳ھ میں تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کر دیا۔

ان دنوں بغداد میں شیعہ سنی کا جھگڑا شروع ہو گیا تھا۔ اور ان دونو فریقوں کے درمیان لفظی تو تو میں میں سے معاملہ فساد۔ بدامنی اور خونریزی تک پہنچ گیا تھا۔ خلیفہ کے وزیر مویدالدین علقمی بھی سوءاتفاق سے شیعہ تھے۔ ان کو طبعاً سنیوں سے نفرت تھی۔ یہ معاملہ کچھ اس قدر بڑھ گیا۔ کہ علقمی نے تاتاریوں سے سازش کر کے ان کو بغداد پر حملہ کرنے کی تحریک کی۔ اور خود خلیفہ کو آئندہ پیش آنے والے حالات سے بے خبر رکھا۔

۶۵۵ھ میں تاتاریوں کے مشہور سپہ سالار ہلاکو خان کے ماتحت فوج نے بغداد کے قریبی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اور بغداد کو اسطرح گھیر لیا۔ کہ شہر والوں کیلئے کہیں آنے جانے کا راستہ باقی نہ رکھا۔
خلیفہ کی فوج بہت تامل کے بعد لڑائی کیلئے نکلی۔ مگر اسکو شکست ہوئی
مویدالدین علقمی وزیر نے ہلاکو خان سے اپنی جان کی امان لے لی۔ اور خلیفہ کے پاس جا کر یہ کہا۔ کہ تاتاری گورنر ہلاکو خان آپ کو اسی طرح خلیفہ بنائے رکھیں گے۔ جیسا کہ وہ پہلے سلطان روم کے ساتھ سلوک کر چکے ہیں۔ وہ اپنی بیٹی کا نکاح بھی آپ کے بیٹے ابوبکر کے ساتھ کر دیں گے۔
اس قسم کی باتوں سے خلیفہ کو معہ ارکان و اعیان۔ علماء و فقہاء۔ عزیز و اقارب کے۔ ہلاکو خان کے کیمپ میں جانے کے لئے آمادہ کر لیا۔
خلیفہ مستعصم جب اپنی سلطنت کے تمام اکابر کے ساتھ ہلاکو خان کے خیمہ میں پہنچے۔ تو تاتاریوں نے ایک ایک کر کے سب کو سخت اذیت میں مبتلا کر کے قتل کر دیا۔
مستعصم کے بیٹوں کو ان کے سامنے قتل کر دیا۔ اور بیٹوں کو قید کر دیا۔ خلیفہ اور اس کے ارکین

عزیز و اقربا۔ علماء و فقہا کے قتل سے فارغ ہو کر تاتاری شہر بغداد میں گھس گئے۔ بغداد پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ کے محل۔ خزانے۔ مدرسے سب لوٹ کر برباد کر دیئے۔ بغداد کے کتب خانے جو انمول بے بہا دولت تھی۔ تاتاریوں نے تمام اٹھا کر دریائے دجلہ میں پھینک دیئے۔ جس سے دریا کے پانی کا رنگ بھی بدل گیا۔

چالیس دن تک تاتاریوں نے قتل و غارت کی قیامت برپا رکھی۔ بیشمار انسانی جانیں تلف کیں۔ عباسیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور اس طرح خاندان عباسی کے خلافت بغداد کا ۵۲۴ برس کے بعد خاتمہ کر دیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

تاتاری ظالموں کے ہاتھ سے ایک عباسی شہزادے ابو القاسم احمد بن ابو النصر محمد الظاہر بامر اللہ خلیفہ سی و پنجم اس لئے بچ گئے۔ کہ اسوقت آپ بغداد میں موجود نہیں تھے۔ اس ہنگامہ کے بعد وہ بنو عباس کے دس شرفا کو ساتھ لے کر مصر پہنچے۔

مصر میں چونکہ سلطنت عباسیہ کا تعلق اور خلفاء عباسیہ کا اقتدار عرصہ سے چلا آتا تھا جب حکومت مصر خاندان ایوبیہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ تب بھی خطبہ میں عباسی خلفاء کا نام برابر لیا جاتا تھا۔ اور اہل مصر کے دلوں میں خلفاء عباس کی ارادتمندی اور عقیدت کیشی کے جذبات موجزن تھے۔

ابو القاسم احمد بن محمد الظاہر بامر اللہ جب مصر میں پہنچے۔ تو اس وقت ملک ظاہر رکن الدین بائبرس بندقداری حکومت مصر کے تاجدار تھے۔ انہوں نے ملک کے اعیان و ارکین۔ علماء و صالحین کی جمعیت میں ابو القاسم کا پرجوش استقبال کیا۔ اور آپ کو قاہرہ میں بڑی عزت و احترام کے ساتھ فروکش کیا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور المستنصر باللہ کا لقب مقرر کیا۔ اور خاندان عباسی کی یہ باقیماندہ یادگار یں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں۔ حالات کو مساعد پا کر ابو القاسم نے تاتاریوں سے بغداد واپس لینے کا قصد کیا۔ اور ایک فوجی جمعیت تیار کر کے روانہ ہوئے۔ ابھی تک یہ لوگ بغداد نہ پہنچے تھے۔ کہ راستہ میں ۳ محرم ۶۶۰ھ کو تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ ابو القاسم کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور بہت لوگ شہید ہوئے۔ خود ابو القاسم بھی اس ہنگامہ کے بعد مفقود الخبر ہو گیا۔ شاید وہ بھی اس جنگ میں کام آیا۔

اس معرکہ میں کچھ آدمی جو اپنی جان بچا کر مصر واپس پہنچے تھے۔ ایک عباسی شہزادہ ابو العباس الحاکم بامر اللہ بھی تھے۔ جو ابو المنصور الفضل المسترشد باللہ عباسی خلیفہ بست و نہم بغداد کی نسل سے تھے۔ المستنصر باللہ کے بعد یہ مصر کے دوسرے خلیفہ قرار پائے۔

مصر میں ۱۴ عباسی شہزادے اس کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے خلافت مصر پر متمکن رہے۔ یعنی کل ۱۵ خلیفے ۲۵۵ سال تک حکمراں رہے یعنی ۶۶۰ھ سے ۹۲۵ھ تک مصر میں خلافت عباسیہ کا دور جاری رہا۔

تاریخ وفات:-

۶۶۰ھ	۷۰۱ھ	۷۴۰ھ	۷۴۲ھ	
ابوالقاسم احمد بن الظاہر	الحاکم بامر اللہ	المستکفی باللہ	الواثق باللہ ابراہیم بن المستمسک	
۷۵۳ھ	۷۶۳ھ	۸۰۸ھ		
الحاکم بامر اللہ ابوالعباس احمد بن المستکفی	المعتضد باللہ ابوبکر بن المستکفی	المتوکل علی اللہ ابوعبداللہ محمد بن معتضد		
۸۳۳ھ	۸۴۵ھ	۸۵۵ھ	۸۶۳ھ	۸۹۴ھ
المستعین باللہ	المعتضد باللہ	المستکفی	القائم	المستنجد
۹۱۳ھ	۹۲۹ھ	۹۲۵ھ		
المتوکل	المستمسک باللہ	المتوکل		

(اس کے بعد خلافت بنو عباس سے بنی عثمان کی طرف منتقل ہوئی اور آثار نبوی۔ تلوار سیف۔ بردہ۔ اور حرمین شریفین کی چابیاں ان کے پاس چلی گئیں۔)

آخری زمانہ بغداد اور مصر میں خلافت عباسی محض خاندانی عظمت اور دنیائے اسلام کی عقیدت ہی تھی ملک پر پہلے تو ان کے دست واشتہ غلاموں۔ وزیروں۔ امیروں۔ سلطانوں کا نظم ونسق تھا۔ خلیفہ مستعصم کا اقتدار صرف شہر بغداد تک محدود تھا۔ اور اسی طرح مصر میں سلاطین مصر حکومت سلطنت اور اقتدار کے مالک تھے۔ عباسی خلیفہ صرف روحانی برکات اور دعاؤں کے حصن حصین خطابات والقاب کی مشینیں بنے ہوئے تھے۔ خطبہ میں ضرور ان کا نام لیا جاتا تھا۔ وہ بھی صرف خاندانی عظمت اور روحانی برکت کے لئے

خلافت مصر کے ایام میں ہندوستان خاندان تغلق کے زیر نگین تھا۔ محمد تغلق بن غیاث الدین ۷۲۵ھ ۱۳۲۵ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ عباسی خلفائے بغداد کی اولاد کو سلطان مصر نے خلوص اور ارادتمندی کے تقاضا پر خلافت کی مسند عطا کی ہے۔ تو اس[1] نے بھی خلیفہ ابوالعباس احمد الحاکم بامراللہ کی خدمت میں ایک عقیدت نامہ معہ تحائف بیش بہا کے حاجی سعید حرمزی کے ذریعہ مصر بھجوایا۔ چونکہ محمد تغلق کا اعتقاد تھا کہ سلطنت بغیر اجازت خلیفہ عباسی کے ناجائز ہے۔ اس لئے اس نے اپنی سلطنت کو شرعی طور پر احاطہ جواز میں لانے کی غرض سے غائبانہ خلیفہ کی بیعت کر لی۔ اور خلیفہ عباسی کا نام سکہ میں کندہ کرایا۔ اور تا اجازت خلیفہ جمعہ وعیدین کی نماز کو ملتوی کر دیا تھا۔

---

[1] یہ تمام واقعہ تاریخ فرشتہ میں بہ تفصیل مذکور ہے۔ اور یہ اسی کا خلاصہ ہے۔ انقریبہ۔

جب حاجی سعید حرمزی مصر سے ۷۴۴ھ میں واپس آیا۔ تو محمد تغلق بادشاہ ہند نے معہ جملہ ارکین سلطنت ومشائخ وقت حاجی سعید ایلچی کا پانچ چھ کوس تک استقبال کیا۔ اور اس ادب کی وجہ سے کہ حاجی سعید خلیفہ عباس کا ایلچی ہے اور خلعت خلافت و منشور حکومت لے آیا ہے۔ بادشاہ نے اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور کئی ایک قدم پیدل اس کے ہمرکاب چلا۔ اور نہایت عزت وادب سے اجازت نامہ حکومت اور منشور خلافت کو حاصل کیا اور اس کامیابی پر نہایت ہی خوشی منائی اور منشور خلافت پر سے زر و جواہر نثار کئے۔ اور خلیفہ کا نام کا خطبہ جاری کر کے جمعہ اور عیدین کی نماز کی اجازت دیدی۔ اور خلیفہ کے اس گرامی نامہ اور خلعت حکومت کی رسید اور عرضداشت مفصل مشتمل بر تواضع و اداب بے اندازہ و شکریہ عنایات خلافت پھر حاجی رجب رفیع کے ذریعہ مصر میں بھجوائی۔ تحائف اور پیش کش کے ساتھ ایک ایسا گوہر نایاب بھی بھیجا جس کی نظیر خزانہ شاہی میں بھی موجود نہ تھی۔

کچھ عرصہ کے بعد جب حاجی رجب رفیع مصر سے واپس آیا۔ اور خلیفہ کی طرف سے خلعت خاص منشور نیابت اور لوائے امیر المومنین ہمراہ لایا۔ اور اس کے ہمراہ مصر سے شیخ الشیوخ بھی تھا۔ بادشاہ نے اسکا بھی اسطرح استقبال کیا اور ویسی عزت اور حرمت کی۔ جیسا کہ پہلے حاجی سعید کی تھی۔ اور منشور خلافت کو سر پر رکھا۔ اور ہمیشہ عزت وتکریم کے ساتھ اپنے پیش نظر رکھا کرتا۔ جو حکم صادر کرتا۔ اس کو بھی خلیفہ سے منسوب کیا کرتا۔

شیخ الشیوخ مصری کی بہت عزت کی انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ اور اس کو واپسی کے وقت خلیفہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بے شمار مال و جواہرات عطا کئے۔

مصر کی حکومت میں اگرچہ خلفاء مصر عزت و تعظیم کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن خود حکومت مصر کی اندرونی حالت نہایت یاس انگیز اور ناقابل اعتماد تھی۔ بدانتظامی۔ خونریزی اور خانہ جنگی کا یہ حال تھا۔ کہ سات سال کے مختصر عرصہ میں یعنی ۷۴۱ھ سے ۷۴۸ھ تک سات بادشاہ پے درپے تخت نشین ہوئے یا مارے گئے یا معزول کئے گئے۔

ان حالات کے پیش نظر عباسی شہزادے اور خلفاء ممالکت ہندوستان کی مدارات اور ارادتمندی کے جذبات کو دیکھ کر ہندوستان کے ساتھ تعلقات پیدا کر رہے تھے۔ اور ہندوستان کی سکونت کی جانب مائل تھے۔

چنانچہ کئی ایک شرفاء خلفائے عباسی کے خاندان سے ہندوستان میں آکر سکونت گزیں ہوئے محمد تغلق اور اس کے بھتیجے جانشین سلطان فیروز شاہ نے ان کی واجبی عزت وعظمت کی۔ اور عباسیوں کو مخدوم زادہ کے لقب سے ملقب کرتے رہے۔ اور بڑی بڑی جاگیریں عطا کرتے رہے

اس طرح ایک معقول تعداد عباسیوں کی ہند میں رفتہ رفتہ پہنچ گئی

امیر سلطان احمدؒ ثانی عباسی

جو ابوالقاسم احمد الملقب بہ المستنصر باللہ عباسی خلیفہ اول مصر کی اولاد سے پانچویں پشت میں تھے ۱۲۶۶ھ میں مصر سے معہ اپنی خاندان کی ایک جماعت کے ہجرت کر کے براہ بلوچستان ہندوستان میں وارد ہوئے۔

ان کی ہجرت کے محرک اسباب یہی خیال کئے جا سکتے ہیں۔ کہ خلافت ان کے گھر سے منتقل ہو چکی تھی گو بوجہ عظمت خاندان ان کی قدر و منزلت کتنی ہی بلند ہو۔ مگر وہ جاہ و جلال سے خالی ہی تھی۔ اور پھر اصل وطن ان کا بغداد تھا۔ مصر سے ان کو کوئی خاص وابستگی بھی نہ تھی۔ ہندوستان کے متعلق وہ متواتر خاندان عباسی کی عزت و اقتدار کی خبریں سن رہے تھے۔ اور ان کو امید تھی کہ ہندوستان میں پہنچکر وہ مناسب عزت و اقتدار حاصل کر لیں گے۔ اس لئے امیر سلطان احمد ثانی نے ہندوستان کا رُخ کیا۔

سندھ میں پہنچکر کوٹ کانجی کے مضافات شہر بنکار میں وارد ہوئے۔ اسوقت اس علاقہ کا حاکم رائے دھورنگ سمتہ تھا۔ اس نے اس جماعت کی مزاحمت کا ارادہ کیا۔ لیکن امیر سلطان احمد نے رائے دھورنگ کو کہلا بھیجا۔ کہ "ہمارا ارادہ اس ملک میں توطن کا نہیں ہے۔ ہم مسافرانہ طور پر یہاں سے گذر کرنا چاہتے ہیں۔ مصر سے لے کر یہاں تک ہماری کہیں مزاحمت نہیں ہوئی۔ بلکہ تمام ممالک میں ہماری عزت اور حرمت کی جاتی رہی ہے۔ اگر تمہیں مقابلہ اور جدال کا خیال ہے۔ تو ہمیں اس میں بھی تامل نہیں ہے۔ گو ہماری جماعت قلیل ہے۔ لیکن وقت بتلا دے گا۔ کہ ہم کیا ہیں"۔

پہلے تو رائے دھورنگ ان مٹھی بھر جوانوں کی تعداد پر آمادۂ جنگ ہو گیا۔ مگر اسلامی جوش اور نعرہ ہائے تکبیر کی صدائے بازگشت نے اس کو دہشت زدہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے صلح کر لی۔ اور اپنے علاقہ کا تیسرا حصہ امیر کی نذر کیا۔ اور رشتہ صلح کے استحکام کے سلسلہ میں اپنی لڑکی کو بھی امیر سلطان احمد کے حبالۂ نکاح میں منسلک کر دیا۔

امیر سلطان احمد شہر کے قلعہ میں اب کامران اور ظفر مندانہ داخل ہوئے۔ اور اپنے حصہ ملک میں آبادی اور سرسبزی کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ کنوئیں کھدوائے۔ حوض احداث کرائے۔ باغ نصب کرلئے۔ کھیتیاں کاشت کرائیں۔ غرض تھوڑے عرصہ میں اپنے مقبوضہ علاقہ کو رشک جنت بنا دیا۔

اس علاقہ میں پہلے جو عرب خاندان آکر مقیم تھے۔ وہ بھی عباسی امیر کی آمد اور کامیابی سے متاثر ہو کر کمال [illegible]

کی متحدہ آبادی قایم ہوگئی۔ امیر سلطان احمد کے ہاں رائے دھورنگ کی دختر کے بطن سے فرزند پیدا ہوا۔ ننھیال نے اس کا نام ابن رکھا۔ مگر ددھیال کے عباسی اس کو ابو النصر کہتے تھے۔

امیر ابن | امیر سلطان احمد عباسی کی وفات پر جماعت نے شاہ ابن (ابو النصر) کو عمامہ خلافت و دستار وراثت پہنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ رائے دھورنگ بھی مر گیا اور اس کے لڑکے رائے جھاکڑا کی لڑکی سے امیر ابن نے نکاح کر لیا۔ اس خاتون کے بطن سے امیر کے گھر میں بیٹا ہوا۔ اس کا نام کاہر خان رکھا۔

امیر کاہر خان یا عبد القاہر خان | یہ شہزادہ فنون سپہگری میں ماہر تھا۔ اپنے والد کی وفات پر حکومت پر بیٹھا۔ اسوقت عباسیوں کی جمعیت اسقدر راسخ ہو گئی تھی کہ قرب و جوار کے چھوٹے چھوٹے حاکم بھی ان سے خم کھاتے تھے۔

کئی ایک واقعات ایسے پیش آئے جن میں عباسیوں کو طاقت کا نظارہ کرنے اور جنگ و جدال پر مجبور ہونا پڑا۔ ایسے حادثات میں بھی عباسی کامیاب رہے۔ بالخصوص قلعہ پارکر کے حکمران کہر خان کی معذرت اور معافی طلبی کے واقعہ سے علاقہ سندھ میں عباسیوں کی دھاک بندھ گئی۔

اگرچہ اس عباسی جماعت کا ابتداءً کوئی ارادہ ملک گیری اور توسیع مملکت کا نہ تھا۔ مگر رفتہ رفتہ حالات نے ان کو مجبور کیا۔ کہ وہ اسقدر طاقت بہم پہنچائیں کہ دشمن کے حملہ کا جواب دے سکیں اور اپنی حفاظت کر سکیں۔ اسلیئے عباسیوں نے اپنی جماعت کو اسلحہ اور طاقت عسکری کے ساتھ بھی آراستہ رکھنا ضروری سمجھا۔ اور اس طرف متوجہ ہوئے۔ کہر خان بھٹی ان دنوں قلعہ پارکر کا قابض تھا۔ اس کے حالات تمرد و سرکشی سے متاثر ہو کر امیر نے قلعہ پارکر فتح کا عزم کیا۔ کہر خان نے پوری طاقت کے ساتھ چیدہ تک مقابلہ کیا۔ لیکن عباسیوں کی شجاعت نے آخر اس کی قوت کو ڈھیلا کر دیا۔ راجہ کہر نے عباسی اسلامی طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور امیر کاہر خاں کے حضور میں حاضر ہو کر معافی طلب ہوا۔ امیر نے اپنی وسیع النظری اور عالی نسبی کے تقاضا سے اس کو معاف کر کے مفتوحہ قلعہ اور اس کے مضافات کی حکومت راجہ کو واپس کر دی۔ اس شکر گذاری اور منت کشی کے ربط و ضبط میں استحکام کو مدنظر رکھ کر راجہ نے اپنی لڑکی امیر کاہر خاں کو بیاہ دی۔ اسی خاتون کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا جسکا نام ددھیال نے سکندر خان اور ننھیال نے سنگراسی خان رکھا۔

سنگراسی خان (سکندر خان) | اس امیر نے عرب متوطن سندھ افراد کی طاقت کو مجتمع کرنے کی کامیاب کوشش کی اور عرب رعایا سے تعلقات مضبوط کر کے عربی قبائل میں نکاح کر لیا۔ اور اپنے علاقہ کی سرسبزی اور آبادی میں صرف

اور آخر وقت تک کسی جنگی مشغلہ میں شامل نہ ہوا۔ اور نہ ہمسایہ حکومتوں سے کچھ چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ امیر کے عربی حرم سے ایک فرزند پیدا ہوا جسکو فتح اللہ خان سے موسوم کیا گیا سندھ کے لوگوں میں یہ امیرزادہ اپنی قوی ہیکل ہونے کی

امیر فتح اللہ خان (کُھل خان)

وجہ سے کُھل خان مشہور ہو گیا۔ ابھی تک کُھل خان صغیر سن تھا کہ امیر سنگراسی خان اس کے والد نے سفر آخرت اختیار کیا۔ کُھل خان کی کم سنی سے فائدہ اٹھا کر سندھ کے علاقہ کے بڑے راجہ دلو رائے نے جو اروڑ۔ برہمن آباد اور سون میانی کا حکمراں تھا۔ اور اس نواح کے ہندو راجاؤں میں زیادہ طاقتور اور زیادہ با اثر سمجھا جاتا تھا۔ اپنے قرب و جوار کے ہندو راجاؤں کو شامل کر کے سمتہ قوم کے لوگوں سے بھی جو امیر کی رعایا بھی تھے۔ سازباز کر لی۔ اور کئی ایک عرب قبائل کو بھی جو سمتہ قوم کی رشتہ داری اور تعلقات کی وجہ سے مجبور ہو کر امیر سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ راجہ نے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اور امیر فتح اللہ خان عباسی کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ امیر نے مقابلہ کیا۔ اور جنگ میں جہاں کثیر التعداد کفار ہلاک ہوئے۔ امیر کے عرب سردار بھی کام آئے۔ مگر امیر کی خورد سالی فوج اور طاقت کی کمی نے راجہ دلّو کے بیشمار لشکر اور کفار کے کثیر التعداد حامیوں کے مقابلہ میں کامیابی سے امیر کو نا امید کر دیا۔ امیر نے عاقبت اندیشی کو مدنظر رکھ کر اس علاقہ ہنکار کو خیرباد کہنا ہی مناسب خیال کیا۔ اپنی اور اپنے باقیماندہ اصحاب کی عافیت اسی میں دیکھی اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔

صاحب مرٔت دولت عباسیہ نے غلام شاہ عباسی کی تاریخ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ عباسیوں کی یہ جماعت امیر فتح اللہ خان کی سرکردگی میں جب کنارہ سمندر پہنچی۔ اور محال لکی کے مقابلہ میں دامن کوہستان کا موقعہ دلکش اور سیرحاصل دیکھکر وہیں موجودہ کراچی کے قریب ڈیرے لگا دئیے۔ اگرچہ اس علاقہ میں گوجروں کی قوم آباد تھی۔ امیر کو بھی اس کی مزاحمت کا اندیشہ تھا۔ لیکن معمولی جھڑپوں میں عباسی تلوارں کے جوہر دیکھ کر گوجر پسپا ہو گئے۔ امیر کو مستقل طور پر رہنے کے لئے وہ موقعہ نہایت پسند آیا۔ آبادی کی توسیع اور اپنے جماعت کے استحکام کے پیش نظر امیر نے وہاں ایک شہر آباد کیا۔ اور اپنے دادا کے نام کی مناسبت سے اس نئے شہر کا نام "کاہربیلہ" تجویز کیا۔ اور خاندان عباسی کا جھنڈا سندھ کے ملک میں قائم کر دیا۔ صاحب مرٔت دولت عباسیہ کے وقت تک بھی کاہربیلہ آباد اور اس نواح سندھ میں مشہور شہر مانا جاتا تھا۔ امیر نے یہاں توطن اختیار کر کے اسی علاقہ کے سرداروں میں ایک شادی بھی کر لی۔ اور علاقہ کی آبادی و ترقی میں مصروف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک بیٹا عطا کیا جس کی تولید پر بہت بڑی خوشی منائی گئی۔ امیر نے اپنے نو دمیدہ نہال خاندان عباسی کا نام بہاؤ اللہ خان (بہاول خان) تجویز کیا۔

امیر بہاء اللہ خان (بہاول خان) اس خاندان میں یہ پہلا نام تھا جو نہایت ہی خیر و برکت اور شان و شوکت کا موجب ثابت ہوا۔ اور خاندان کی آیندہ نسلوں میں اس مبارک نام کا سلسلہ مستقل طور پر چلتا رہا۔ اور اب تک یہ سلسلہ بفضل الٰہی جاری ہے۔ خدا تعالیٰ ابدالاباد تک اس خاندان عظیم الشان کو سلامت رکھے۔ آمین

شہزادہ بہاء اللہ خان نے اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں علوم و فنون سے بہرۂ وافر حاصل کیا۔ سپہگری اور زور آوری کے تمام کرتب سیکھے قبیلہ کی سرداری اور سیادت و قیادت کے اسرار و رموز سے واقفیت تامہ پیدا کی۔ نیک و بد کی تمیز۔ دوست و دشمن کی شناخت میں کمال ذہنی کمال حاصل کیا اور معاملات پر غور کرنے کی عادت بہم پہنچا کر والد کی زندگی میں علاقہ کا کاروبار نہایت عمدگی کے ساتھ انجام دیتا رہا۔ اور اپنے والد کی رحلت پر اپنے علاقہ کی آبادی اور تردد میں اپنا وقت مستعار گذار دیا۔

امیر چنے خان اس امیر کے گھر میں وہ اقبالمند نیک فرزند پیدا ہوا جس نے عربی عباسی تمداری اور شیوخت کو حکومت کے صحیح رنگ میں بدل دیا۔ اس کا نام امیر چنے خان تھا۔ باپ کی رحلت کے بعد جب امیر چنے خان وارث مسند خلافت ہوا۔ تو اس نے بھی اپنے مقبوضہ کی آبادی اور ترقی میں کوشش جاری رکھی اور ادھر ادھر سے اپنے مقبوضہ علاقہ کو وسیع کرتا رہا۔ اپنے مال مویشی کے چراند کیلئے ایک عمدہ جگہ پسند کر کے بیلی چنیہ خان کے نام سے اسکو موسوم کیا۔ مشہور ہے کہ امیر چنیہ خان کی گاؤ بھینسان اس قدر کثرت سے پھلی اور پھیلیں کہ ہزاروں سے ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اور ایک علیحدہ داروغہ مویشی کا رکھا گیا۔ جس کے تحت صرف بھینسوں کے ۳۲ چرواہے تھے جن میں سے ہر ایک چرواہہ کثیر التعداد بھینسوں کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح امیر کی طاقت زیادہ بڑھ گئی۔ اور نواحی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو تاب مقابلہ نہ رہی۔ روزافزوں اقبال کی ترقی سے متاثر ہو کر بظاہر اکثر زمینداران قرب و جوار۔ دوستی۔ اطاعت اور خیر خواہی کا دم بھرنے لگے۔ لیکن دلوں میں ان کے حسد کی آگ برابر تیز ہوتی رہی۔ انہی دنوں میں شہزادہ محمد مراد بخش (اکبر بادشاہ شہنشاہ دہلی کا بیٹا) ملتان وارد ہوا۔ اسوقت چونکہ سندھ ٹھٹھہ اور سیوستان کا علاقہ ملتان سے ملحق تھا۔ اس لئے شہزادہ ہمایوں فر نے تمام زمینداران سندھ و ٹھٹھہ وغیرہ کے نام فرمان جاری کئے کہ ملتان حاضر ہو کر شرف سلام شاہی حاصل کریں۔ چنانچہ تمام زمیندار اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق عمدہ سے عمدہ تحائف اور نذریں لے کر ملتان لے چلے۔ امیر چنیہ خان بھی اپنی فراخ حوصلگی اور عباسی سیر چشمی اور اولوالعزمی کے لحاظ سے نہایت عجیب و نادر جواہرات جو اس کو وراثت میں پہنچے تھے عمدہ عمدہ پیشکش کا سامان اور نفیس تحائف لے کر اپنے سرکردہ جماعت اور علاقہ کے زمینداران کی معیت میں ملتان کے قصد سے روانہ

ہُوا۔ ملتان میں رؤسا ٹھٹھ و سندھ کے خیمے نصب تھے۔ وہاں قیام کیا۔ زمینداران خبیث باطن اور کینہ توز کمینہ سرشت نے خفیہ طور پر مشورہ کیا۔ کہ اگر یہ بیش بہا تحائف اور نادر و عجیب پیشکش شہزادہ والاجاہ کی خدمت میں امیر چینیہ خان کی طرف سے پیش ہو گئے۔ تو شہزادہ والاشان کی نظر میں اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہو جائے گی۔ کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ بجائے قدر و منزلت کے امیر چینیہ خان شہزادہ کی نظروں سے گر جائے

اس سلسلہ میں بد باطن زمینداران ہمراہی نے متفق ہو کر امیر کے سامان تحائف کے صندوق ڈبے کھول کر جواہرات، صندل اور دیگر ابریشمی اور طلائی تحائف کو نکال لیا اور بجائے نفیس اور قیمتی تحائف کے ان صندوقوں اور ڈبوں میں سنگریزے اور مٹی وغیرہ بھر کر پھر صندوقوں اور ڈبوں کو بدستور مقفل کر کے ویسی مہریں لگا دیں تاکہ گمان سرقہ نہ ہو۔ جب امیر چینیہ خان کا وقت سلام آیا۔ اور تحائف کے صندوق کھولے گئے۔ تو ان میں جواہرات اور نفیس سامان کی بجائے۔ کنکر۔ اور مٹی بر آمد ہوئی۔ اس عجیب اور غیر متوقع چیزوں کو دیکھ کر شہزادہ مراد بخش متعجب ہُوا۔ اور دریافت کیا۔ کہ یہ کیا ہے۔ اور کس کا پیش کیا ہوا سامان ہے دربار ہی امیر نے جس سے زمینداران ناہنجار نے پہلے ہی ساز باز کر لی تھی۔ جواب عرض کیا۔ کہ یہ پیشکش امیر چینی خان کی طرف سے پیش ہوئی ہے۔ اور اس لائق نہیں کہ حضور میں پیش ہو۔ شہزادہ کے تیور بدل گئے۔ اور اس نے امیر چینیہ خان کی طرف دیکھا۔ امیر اپنی خداداد ذہانت اور بخت کی مساعدت سے فوراً سمجھ گیا۔ کہ یہ دشمنوں کی کارستانی ہے۔ اور حاسدوں کا وار چل گیا۔ شہزادہ کی دریافت پر تائید اقبال سے حوصلہ مندی اور برجستگی کے ساتھ امیر نے جواب دیا۔

کہ شہزادہ جواں بخت و عالیجاہ! یہ سنگریزے وہی ہیں جنہوں نے حضور نبی الکریم مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے ابوجہل کے ہاتھوں میں آپ کی صداقت اور نبوت کی شہادت دی تھی۔ اور پروردگار عالم کے حکم سے ان سنگریزوں کو قوت گفتار عطا کی گئی تھی۔ تاکہ حق ظاہر ہو۔ اور نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق اور سچے ہونے کا قطعی ثبوت بہم پہنچے۔

اور یہ مٹی مدینہ منورہ۔ نجف اشرف۔ سامرہ بغداد۔ اور کربلا کی ہے۔ جو ہمارے بزرگوں کی وراثت میں ہم کو پہنچی ہے۔ ہم خود اور ہمارے تمام بزرگ ان تبرکات نادرہ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے رہے ہیں۔ اور ہزاروں میل کے سفروں میں اور انقلابات کے جھگڑوں میں قسم قسم کے مشکلات و مصائب میں جان تک کو دینا گوارا کر کے ان تحائف کی حفاظت کرتے رہے ہے۔ اور جُدا نہیں ہونے دیا۔ اب چونکہ مجھے شہزادہ بلند قدر والاشکوہ کی خدمت میں شرف حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ تو میری نظر میں اس پیشکش سے زیادہ اور کوئی

تحفہ نہ بچا۔ اگرچہ بظاہر یہ نذر حقیر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اہلِ عقیدت کے نزدیک اس بے نظیر اور متبرک اشیاء سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

شہزادہ کو امیر کی فصیح اور مؤثر تقریر بہت پسند آئی۔ اور تحفہ پیشکش کی عظیم الشان تاریخ اور حالات عجیبہ سے اطلاع پا کر اس نے ان تحائف کی عزت اور تکریم کی۔ اور بہ سر و چشم [illegible] کے ساتھ قبول کیا اور امیر کی خاندانی عظمت، ذاتی محاسن اور قابلیت سے متاثر ہو کر اس کو خلعت شاہانہ اور مناصب عالی سے سرفراز فرمایا۔ اور لقب حامئ دین عطا کیا۔ علاوہ ازیں تمام زمینداران سندھ کو جنہوں نے اپنی بدنہادی سے یہ حرکت مذموم کی تھی، امیر کا مطیع کر دیا۔ اور حکم دیا کہ [illegible] سے لے کر لاہوری بندر تک کے تمام محاصل اور مالگذاری امیر جنید خان کے ذریعہ داخل خزانہ سرکار ہوا کریں۔ اور امیر کو معقول جاگیر مرحمت فرما کر عزت بڑھائی۔ اور خلعت مکرر عطا کر کے رخصت کیا۔

امیر نے سندھ میں واپس پہنچ کر شہزادہ کی اجازت سے سیوستان کے نواح میں سکونت اختیار کر لی۔ اور وہاں ایک جدید شہر آباد کیا جس کا نام جھنکار بازار رکھا۔ اور پرگنہ کھیا بیت تک اپنا اثر بڑھا لیا۔ کور بچہ [illegible] ۔۔ اور چھنیہ کے تمام زمینداران نے جن کو شہزادہ مراد کے دربار سے رانا کا خطاب ملا ہوا تھا۔ امیر کی اطاعت قبول کی۔ امیر نے زمینداران کے ساتھ حسن اخلاق اور احسان شاہی کا برتاؤ کیا۔

امیر کا اثر۔ طاقت اور اقبال کی ترقی کے باعث ہمعصر سرداران اور راجاؤں کو مخالفت کی تاب نہ رہی۔ اسی سلسلہ میں جام دلوا حاکم گجرالہ نے جو بہت بڑے علاقہ کا مالک اور لشکر کا سردار۔ اور مضبوط قلعوں۔ خزانوں اور قصبوں کا حکمران تھا۔ امیر کے ساتھ تحائف اور سفیر بھیج کر راہ و رسم پیدا کیا۔

امیر نے اپنے زمینداری کو بھی برابر اسی دلچسپی سے سنبھالا۔ اور جنگ و جدال کی بجائے نیک زندگی سے زمینداری اور صلح جوئی کی راحت اندوز زندگی کو ترجیح دی۔ [illegible] اور احسان کے ساتھ رعایا اور زمینداروں سے سلوک جاری رکھا۔ امیر کی شہرت حسن نیت شجاعت اور ہمت سے متاثر ہو کر رائے ڈاہر اپلال حاکم آمرو سے سندھ نے اپنی لڑکی کو امیر کی مناکحت میں دیا۔ اسی خاتون محترم کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے امیر کو فرزند عطا فرمایا جس کا نام محمد مہدی رکھا گیا۔ دو سال کے بعد ایک دوسرا چاند سا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام گرامی محمد داؤد[1] خان تجویز ہوا۔

---

[1] مرات دولت عباسیہ کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ امیر محمد داؤد خان رانا ڈاہر اپلال کا نواسہ نہیں تھا۔ بلکہ زمیندار سانو سمہ کا نواسہ تھا جن کی دختر نیک اختر کے ساتھ امیر محمد جنید خان نے اپنے والد کی زندگی میں نکاح کیا تھا۔

امیر محمد داؤد خان عباسی امیر چنے خان نے سندھ میں عباسی حکومت کی بنیاد قائم کی۔ اپنی طاقت اور اختیارات اور اثر سے بہت بڑا عروج حاصل کیا۔ اور بہر و لعزیز حکومت کی۔ ایک مورخ کے قول کے مطابق ڈیڑھ سو سال کی عمر پا کر قضا کی۔ امیر مہدی (اس کے بڑے لڑکے کو حسب وصیت امیر چنے خان) کو مسند حکومت اور تخت امارت دیا گیا۔ اور امیر داؤد خان عباسی کے دوسرے فرزند کو دستار خلافت جدی اور تبرکات قدیمہ حمائل قرآن مجید۔ تسبیح و مصلےٰ وغیرہ ملا۔ یعنی مہدی خان وارث حکومت اور امیر داؤد خان وارث خلافت جدی قرار پایا۔

اسوقت سے خاندان عباسی کے سندھ میں دو فریق ہوگئے۔ کلہوڑہ اور داؤد پوترہ۔ اور امیر مہدی خان کی وفات پر مسند حکومت کے متعلق تنازعات کا وہ سلسلہ شروع ہوا۔ جس کے ناگوار نتائج آج تک افسوس سے پڑھے جاتے ہیں۔ امیر مہدی خان کا فرزند کلہوڑہ اپنے باپ کی حکومت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مگر اب قبائل امیر داؤد خان کو پسند کرتے تھے۔ داؤد خان نے مصلحت وقت اور قتال و جدال کی آگ میں خلق خدا کو نہ جھونکنے کے جذبہ سے کنارہ کشی اختیار کی یہاں تک کہ املاک پدری کو بھی الوداع کہہ کر ڈیرہ جہانگیخان مالک شہر دیجی کے پاس چلا گیا۔ جس نے نہایت خلوص اور تپاک سے امیر داؤد خان کا استقبال کیا۔ اور خاطر خواہ علاقہ امیر کے حوالہ کر دیا جہاں امیر نے اپنی سکونت کے لئے بستی آباد کر لی۔ اور کاروبار زراعت میں مصروف ہوگئے۔ امیر داؤد خان نے خداداد ہمت اور استقلال سے کام لیا۔ اور حوادث کی پریشانیوں اور مشکلات سے ذرا نہ گھبرایا۔ اپنی زراعت اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوگیا۔

ایک عباسی امیر جس کی تاریخ ابتداء سے اس وقت تک حرکت و برکت کے سوانح سے لبریز ہو۔ کب تک خاموش اور گوشہ نشینی کی زندگی پر قانع رہ سکتا تھا۔ اس کو اپنی اور اپنے وابستگان کی حفاظت نے مجبور کیا۔ کیونکہ طاقت اور مدافعت کے اسباب مہیا کرنے کے بغیر امن و امان سے زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا

امیرزادہ کلہوڑہ کے متعلقین کی بہت بڑی تعداد۔ جو امیر داؤد خان کے محاسن کے گرویدہ تھی۔ اس کے پاس آگئی۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ امیر داؤد خان کی طاقت دولت و جماعت بڑھ گئی۔ اور پھر ایک حکومت تیار ہوگئی۔

امیر محمود خان امیر داؤد خان کی زندگی اس سعی میں گذری۔ اس کے بعد ان کا بیٹا امیر محمود خان جانشین اور متصرف وراثت ہوا۔ اس نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلکر علاقہ کی سرسبزی اور آبادی کی کوشش میں زندگی بسر کی۔ اور وابستگان دولت کی حفاظت اور امداد کو اپنا فرض سمجھتا رہا۔

امیر محمد خان امیر محمد خان کے بعد اسکا بیٹا امیر محمد خان وارث جائداد و املاک ہوا۔ اور اپنے خاندان اور

اور متعلقین کی افزائش اور بہبود میں اس نے اپنی عمر گذار دی۔

امیر داؤد خان ثانی امیر محمد خان کے بعد اس کا باہمت اور اقبال مند فرزند امیر داؤد خان ثانی مسند آبائی پر متمکن ہوا۔ اس وقت عباسی خاندان اور وابستگان دولت عباسیہ کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی کہ امیر کو اس مختصر سے رقبہ میں تمام خاندان اور رعایا کو مرفہ الحال رکھنا دشوار نظر آیا۔ اس نے کسی دوسرے وسیع اور قابل گنجائش علاقہ کی تلاش شروع کی اور ارادہ کیا کہ وڈیرہ جہانگیخان کے علاقہ سے نقل سکونت کر کے کسی دوسرے وسیع علاقہ میں چلے جائیں۔ لیکن وڈیرہ جہانگیخان اور وڈیرہ ہاشم خان نے بہت منت سماجت کر کے کچھ علاقہ کی توسیع بھی کر دی۔ اور ان کو رضا مند کر لیا۔

وڈیرہ جہانگیخان کو امیر داؤد خان اور ان کے وابستگان سے طرح طرح کے فوائد بھی تھے جن کی بنا پر انہوں نے امیر داؤد خان کو منت کر کے روک لیا۔ عباسی وڈیرہ کے قوت بازو تھے۔ ان کی شجاعت اور تقوی سے لوگ ہدایت حاصل کرتے تھے۔

داؤد خان ثانی نے اس زمینداری عزلت گزینی۔ عبادت اور توکل پر عمر گذار دی۔ اور عمر بھی لمبی پائی۔

امیر چندر خان امیر داؤد خان کی وفات پر اس کا لڑکا چندر خان جانشین ہوا۔

امیر صالح خان امیر چندر خان کے بعد اس کا فرزند امیر صالح خان نے کاروبار سنبھالا۔ اور بہت بڑی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اس کو فرزند عطا کیا۔ جسکا نام ہیبت خان رکھا۔

امیر ہیبت خان ہیبت خاں نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ان کیطرح اپنے اور تمام خاندان اور متعلقین کی بہبود کا ہمیشہ خیال رکھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ابوبکر خان المعروف بکھر خان وارث ہوا۔

ابوبکر خان عرف بکھر خان ابوبکر خان کے وقت میں عباسی خاندان کی روز افزوں ترقی اس حد تک پہنچ گئی کہ علاقہ ان کیلئے کافی نہیں تھا۔ اکثر قبیلے ادھر ادھر پھیل گئے اور جہاں گذر اوقات کے اچھے ذرائع دستیاب ہوئے وہیں توطن اختیار کر لیا۔

امیر بہادر خان امیر بکھر خان کے بعد اس کا بیٹا امیر بہادر خان سردار خاندان ہوا۔ اس نے جب دیکھا۔ کہ یہ علاقہ خاندان کے افراد اور متعلقین و وابستگان کی گذر اوقات کے لئے ناکافی ہے۔ محاصل علاقہ خرچ کے لئے پورے نہیں ہوتے۔ اس نے وڈیرہ دلیداد خان ابرہ تمندار مادہ کے وسیع علاقہ میں پہنچکر قیام کیا وڈیرہ دلیداد خان نے نہایت عزت و احترام سے امیر کا استقبال کیا۔ اور مدارات میں نہایت ہی فراخدلی اور ایثار سے کام لیا۔ اپنی کثیر المقدار اراضی آباد و غیر آباد امیر کی نذر کی۔ اور مدت العمر اسی طرح خلوص اور محبت تکریم و

اعزاز سے پیش آتا رہا۔ امیر بہادر خان اور اس کے تمام متعلقین اس علاقہ کی آبادی میں مصروف ہو گئے۔ اور محاصل علاقہ میں اسقدر ترقی کی کہ تمام خاندان عزت اور فراخ دستی سے گذارہ کرنے لگ گیا۔ امیر بہادر خان کے بعد اُن کا بیٹا

امیر بکھر خان

امیر ابوبکر ثانی عرف بکھر خان وارث ہوا۔ اور اس کی رحلت کے بعد اس کا فرزند امیر محمد خان جانشین

امیر محمد خان

ہوا۔ خاندان عباسی کی روز افزوں ترقی اور وابستگان خاندان عباسی کی وسعت کے لحاظ سے یہ علاقہ موزوں ثابت ہوا۔ اور امیر محمد خان کا عہد بھی نہایت عزت سے بسر ہوا۔ امیر محمد خان کے تین فرزند پیدا ہوئے۔ عارب خان۔ فیروز خان۔ اور السیب خان۔ اور اندیشہ پیدا ہوا۔ کہ امیر محمد خان کے انتقال پر وراثت کے متعلق کوئی نزاع پیدا ۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اس خاندان کی بہبود اور باعزت گذر اوقات منظور رکھنی اس لئے یہ جھگڑا نہایت دور اندیشی اور حکمت عملی کے ساتھ والد کی وفات پر تینوں بھائیوں نے گھر ہی میں طے کر لیا۔

امیر فیروز خان

امیرزادہ عارب خان کی طبیعت قدرتاً تنہائی پسند واقع ہوئی تھی۔ اور ہمیشہ ریاضت اور مراقبہ میں مصروف رہنا زیادہ پسند کرتے تھے امیر محمد خان کے بڑے فرزند حقدار سجادگی بھی یہی تھے والد کی وفات پر دستار وراثت و مسند امارت ان کی خدمت میں حسب دستور اہل خاندان نے جب پیش کی۔ تو آپنے وہ دستار خود اپنے دوسرے بھائی فیروز خان کے سر پر بندھوا دی۔ اور سجادہ امارت بھی اسی کے حوالہ کر دیا۔

بڑے بھائی کے اس ایثار کو دیکھ کر چھوٹے بھائی السیب خان اور ان کو دیکھ کر تمام وابستگان خاندان اور متعلقین نے بھی امیر فیروز خان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اداب سیادت و تعظیم زیادت بجا لائے۔ بھائیوں کے ایثار اور خاندان کے انتخاب اور امیر فیروز خان کی قابلیت اور عمدہ سلوک کا نتیجہ ہے۔ کہ آج تک اس مبارک اور مسعود واقعہ کی یادگار قائم ہے۔ اور امارت و سیادت خاندان عباسی نسلاً بعد نسلٍ اسی امیر فیروز خان کی اولاد میں چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ عالیہ اولاد عم نبی صلعم کو تا قیامت سرسبز اور ممتاز رکھے۔ آمین

داود پوترہ خوانین اس عرصہ میں اور بھی زیادہ مال۔ تعداد اور طاقت میں ترقی کر گئے۔ امیر محمد خان کی اولاد تین شاخوں میں منقسم ہو گئی بڑے فرزند عارب خان کی اولاد عاربانی اور فیروز خان کی اولاد فیروزانی (ریہ جانی) اور السیب خان کی اولاد السیبانی کے نام سے موسوم ہو گئی۔

علاقہ کے ناکافی ہونے کے خیال سے امیر فیروز خان۔ مادہ (تعلقہ وڈیرہ ولیداد خان) منتقل ہو کر علاقہ ترائی میں وڈیرہ محمد جلال خان ابرہ چنیہ کے پاس آ گئے۔ وڈیرہ جلال خان امیر کی رونق بخشی کو فخر سمجھا۔ اور خاندان عباسی کی پارسائی۔ نیک منشی۔ عفت پناہی نے اس کے دل میں ایسا اثر کیا۔ کہ اکثر مذہبی معاملات میں امیر یا اس کے خاندان کی پیروی اور طلب ارشاد کو بطور عادت مخصوص کی اور اسی تعلق ارادت و عقیدت کو ذریعۂ نجات عقبیٰ سمجھا

رہا۔ امیر فیروز خان اپنے حیات مستعار کا وقت گذار کر راہی ملک بقا ہوا۔ اور کثیر التعداد اولاد اور کنبہ چھوڑ گیا۔

امیر بہادر خان

امیر فیروز خان کی وفات پر متوسلین اور متعلقین سلسلہ عباسیہ نے امیر بہادر خان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امیر بہادر خان نے اپنی کوشش اور حسن سلوک سے ملک اور رعیت کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھوڑے عرصہ کے بعد وڈیرہ جلال خان بھی فوت ہوگیا۔ اس کی اولاد میں سے کوئی ایسا با اثر نہ تھا کہ اپنے مقبوضات کو اپنے قبضہ اور اثر میں رکھتا امیر بہادر خان نے بھی اس علاقہ سے چلے جانے ہی میں عافیت دیکھی اور نواب مرزا خان پر بن محافظ درہ ہائے سوی و ڈہاڈہر جو منجانب شہنشاہ اورنگ زیب بادشاہ ہندوستاہ مامور تھا۔ اس کو امیر نے ملکر اس کے قلمرو میں دریائے سندھ کے کنارے ایک جنگل کا وسیع رقبہ حاصل کر کے اس میں بود و باش اختیار کی اور سندھ کے مشہور مقامات خانپور۔ ترائی اور موجودہ قصبہ سکھر کے مقامات میں پھیل کر زراعت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس جنگل میں ان عباسی امراء کو ان کے دلکش مشاغل بھی وافر مل گئے۔ یعنی سیر و شکار کا سامان یہاں قدرت نے بہت وافر بہم پہنچا یا ہوا تھا ایک طرف دریائے بیکراں اور پھر گنجان جنگل اور جنگل میں ہر قسم کا شکار موجود وڈیرہ چوڈہ خان کا لڑکا بیوون خان بھی اس دلاویز مرغزار اور موقع سیر و شکار کی کشش سے بہادر خان کے پاس آگیا۔ اس نے بھی امیر کو علاقہ کی سرسبزی اور آبادی کی کوشش میں بہت امداد دی۔ چنانچہ آج تک اس کے نام کی یادگار نالہ بیوخان اور بندھ بیوں خان مشہور ہیں

گزیٹر سندھ میں لکھا ہوا ہے کہ امیر کے شکار اور مویشی چراند کی وجہ سے اس نواح کے باشندے جن کا صدر مقام لکھی تھا۔ اور شبیر خان مہر حاکم تھا۔ جو قوم مہر سے تھے اور وہ بھی اس جنگل میں شکار کھیلا کرتے تھے امیر اور اس کی جماعت سے حسد کرنے لگے۔ مہروں کے روزمرہ کی چھیڑ چھاڑ اور کشمکش سے تنگ آکر عباسیوں نے اپنے پیر کو کہا کہ وہ مہروں کو سمجھائیں کہ مہران کے مال مویشی کی مزاحمت نہ کریں۔ اور شکارگاہ میں خلل انداز نہ ہوں مہروں کی عقیدت مندی بھی اسی پیر کی ذات سے تھی۔ مگر انہوں نے اپنے مرشد کی سفارش کو ٹالدیا۔ آخر امیر بہادر خان نے اپنی شجاعت اور عربی طاقت سے مہروں کو اس جنگل سے لڑائی اور خونریز جنگ کے بعد جس میں صرف چار سو عباسیوں نے بارہ ہزار مہروں کو ہزیمت دے کر بھگا دیا۔ اور یہ علاقہ مہروں سے فتح کر کے اس فتح کی یادگار میں لکھی سے نو میل شمال کی جانب اس شکارگاہ میں سنہ ۱۰۲۶ھ ۱۶۱۷ء میں ایک شہر آباد کیا جسکا نام شکارپور تجویز کیا

آبادی شہر شکارپور سنہ ۱۰۲۶ھ ۱۶۱۷ء

اس جدید شہر شکارپور کی سرحد پر مہروں کا ایک شہر لکی واقع تھا۔ مہر کریڈنہ اس کا مالک تھا۔ اس کے مویشی چراگاہی کے لئے عباسی داؤدپوتروں کے علاقہ میں چلے آتے تھے۔ تو ان کی زراعتوں کو تباہ کر دیتے تھے۔ زمیندار کو کھیتی اپنے بال بچوں سے بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے

اور مزارعان کی دل جوئی زمیندار کا مقدم فرض ہوتا ہے اس لئے مزارعان کی تکلیف محسوس کر کے مہر کرپالڑنہ کو کہلا بھیجا مگر اس نے کچھ التفات نہ کی۔ اور اپنے مویشیوں کی نقصان رسانی کا انسداد نہ کیا۔

مزارعان امیر بہادر خان مہروں کی ان زیادتیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ جب مہروں کے گھوڑے ان کے کھیتوں میں آپڑے تو انہوں نے دو گھوڑے پکڑ لئے اور ان کے کان اور دُم کاٹ کر ان کو چھوڑ دیا۔ مہر کرپالڑنہ کو جب یہ معلوم ہُوا۔ تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور فوراً ایک ہزار جوان جمع کر کے شکارپور پر حملہ کر دیا۔ امیر بہادر خان نے بہت کوشش کی۔ کہ لڑائی نہ ہو۔ وکیل بھی بھیجے۔ خلق خدا کی خونریزی کے گناہ کا خوف بھی دلایا مگر مہر نے کچھ نہ مانا

فتح شہر لکی غرض جنگ شروع ہوئی۔ امیر بہادر خان کی مختصر لشانہ باز جماعت نے دم بھر میں مہر کی جماعت کا خاتمہ کر دیا۔ بہت بڑی تعداد نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ اب چونکہ ابتداء مہر کی طرف سے ہوئی تھی۔ اور عباسیوں کے عربی خنجر میان سے باہر نکل چکے تھے۔ اس لئے مہروں کی اس ہزیمت سے فائدہ اٹھا کر اور بہ سلسلہ تعاقب مہران شہر لکی پر حملہ کر کے اس کو خوب لوٹا۔ اور بہت سا مال غنیمت لے کر امیر شکارپور واپس آ گئے۔ مہروں کے ساتھ یہ ہنگامے اور ان کا انجام داؤد پوتروں کے لئے ایسا ثابت ہُوا۔ جیسا کہ شیر کے مونہہ کو لہو لگ جائے۔ اور وہ شکار پر بھپر کر حملہ آور ہو۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ داؤد پوتروں نے گرد نواح کے سرکشوں پر حملے شروع کر دئے۔ وقت مساعد اور قسمت موافق تھی ہر جگہ جہاں ان کا قدم گیا۔ عباسی پرچم لہرانے لگ گیا۔ امیر بہادر خان کے عہد کا یہ واقعہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔

کہ نواب مرزا خان محافظ درہ ہائے سوی و ڈبا ڈھرجس کے ذریعہ امیر بہادر خان نے علاقہ حاصل کیا تھا سخت بیمار ہو گیا۔ اور زندگی سے مایوس ہو کر اس نے اپنے بیٹے بختیار خان کو کہا۔ اس بیماری سے مجھے بچنے کی امید کم ہے۔ تمہارا اگر کوئی مخالف ہو۔ تو اس کا نام لو۔ تاکہ میں اپنی زندگی میں فیصلہ کرتا جاؤں۔ بختیار خان نے اپنے علاقہ کے گیارہ سرداروں اور با اثر آدمیوں کا نام لے دیا۔ نواب مرزا خان نے ان کو ایک ایک کر کے بلوا لیا۔ اور تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔

اسی اثناء میں نواب مرزا خان نے بھی قضاء الٰہی کو لبیک کہا۔ ادھر نواب کی اس نا عاقبت اندیشانہ خونریزی سے تمام علاقہ ناراض اور پر جوش ہو کر انتقام کے لئے آمادہ ہو گیا۔ بختیار خان کو فرار کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا اس نے بھاگ کر امیر بہادر خان کو ذریعہ نجات بنایا۔ امیر نے سابقہ تعلقات کو مدنظر رکھکر نواب مرزا کے فرزند بختیار خان کی بہت عزت و تکریم کی اور اس کو شکارپور میں ٹھہرایا۔ اور اپنے خاندانی امراء کے ساتھ مشورہ کر کے اپنے علاقہ کا نصف حصہ بختیار خاں کو دے دیا۔ اور ایک نیا شہر بھی بسا دیا۔ جسکا نام بختیار خان کے نام پر بختیار پور رکھ کر اسکو وہیں بھیجدیا۔ تاکہ آرام سے آسودہ ہو کر زندگی بسر کرے۔

بختیار خان اپنی خونخوار طبیعت سے مجبور تھا۔ اس لئے تھوڑے عرصہ میں تمام بدخواہوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ اور کثیر التعداد سرداروں کا صفایا کر دیا۔

جب چھوٹے چھوٹے سرداران کو بے دریغ تہ تیغ کر لیا۔ تو اب اس کو صرف داؤد پوترہ سردار امیر بہادر خان پر غلبہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اتفاق سے امیر بہادر خان انہیں دنوں میں راہی ملک بقا ہوا۔

امیر محمد مبارک خان

امیر بہادر خان کے انتقال پر امرائے خاندان نے اس کے کم سن فرزند امیر محمد مبارک خان کے سر پر دستار حکومت رکھی۔ امیر کی کمسنی اور انتظام کی ابتدائی مشکلات سے فائدہ اٹھا کر بختیار خان نے امیر پر حملہ کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا۔ جسقدر کوشش اس کے باز رکھنے کے لئے عمل میں لائی گئی بے سود ثابت ہوئی۔ حتیٰ کہ حضرت مخدوم شیخ حامد محمد گنج بخش ثانی بن شیخ شمس الدین ثانی بن شیخ عبدالقادر رابع حسنی حسینی سجادہ آرائے اوچ شریف نے بھی تشریف فرما ہو کر امیر کے احسانات جتلائے۔ مگر بختیار خان راہ راست پر نہ آیا۔ اور امیر کو سخت تنگ کرتا رہا۔

امیر کا شکارپور کو خیرباد کہنا۔ امیر محمد مبارک خان نے جب دیکھا۔ کہ بختیار خان سخت معاندت پر تلا ہوا ہے۔ اور کسی طرح باز نہیں آتا۔ تو امیر نے خلق خدا کی خونریزی اور جنگ سے یہ اچھا سمجھا۔ کہ اس خطرہ سے دور ہو جائے۔ اور اس احسان فراموش کے مظالم اور مفسدات سے کنارہ کشی کرے۔ چنانچہ امیر نے معہ اپنے قبائل اور امراء کے شکارپور کو چھوڑ کر ٹھٹھی میراں شاہ جانے کا قصد مصمم کیا۔ اور تمام اہل و عیال کو اور محمد پنو خان کو پہلے ٹھٹھی بھجوایا۔ تاکہ وہاں کے حالات سے اطلاع دے۔ وڈیرہ جہانخان نے حق تواضع و ضیافت ادا کیا اور امیر کی تشریف آوری اور خدمت کو سعادت کا باعث سمجھا اور ایک بہت بڑا قطعہ اراضی سیر حاصل پیش کیا جسمیں محمد پنوں خان نے ایک عالیشان قلعہ تعمیر کرایا۔ جو اسوقت تو قلعہ پنوں خان کے نام سے موسوم ہوا۔ مگر بعد میں میرپور کے نام سے موسوم ہوا۔ اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ ان حالات اطمینان بخش کو معلوم کر کے امیر بقیہ قبیل و خدم عیال و حرم کو لے کر قلعہ پنوخان میں آکر قیام فرمایا۔ اور آرام سے وقت بسر کرنے لگے۔ وڈیرہ جہانخان کو شہر اوباوڑہ کے ڈہر سرداروں سے کچھ شکایت تھی۔ اس نے امیر کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھکر ان کی امداد سے ڈہروں کی گوشمالی کی۔ اور آئندہ کے لئے ان کے دانت کھٹے کر دئے۔

انہیں دنوں میں جبکہ امیر محمد مبارک خان کی فوج اوباوڑہ کے ڈہروں سے نبرد آزما ہو کر فتح و ظفر سے واپس آئی۔ سید ارزاں شاہ بکھری نے جو سرکار دہلی کیطرف سے بکھر کا جاگیردار تھا۔ ٹھٹھی میراں شاہ اور قلعہ پنو خاں پر فوج کشی کر دی۔ ابھی تک امیر محمد مبارک خان دم بھی نہ لینے پایا تھا۔ کہ ایک اور مشکل رونما ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی

اعانت اور یاوری نے ساتھ دیا۔ کہ اس لڑائی میں امیر کو فتح نصیب ہوئی۔

شکارپور میں احسان فراموش بختیار خان کے شقاوت نے امیر کو چین نہ لینے دیا۔ یہاں آئے تو چاروں طرف سے حاسد اور بد اندیش زمینداروں کی یورشیں تنگ کرنے لگیں۔ امیر نے سوچا۔ کہ ان چھوٹے چھوٹے جاگیرداروں اور اور متمرداروں کے احسان اور پھر اپنی حفاظت کے مشکلات اور دشمنوں کے حملوں کو کب تک سہا جا سکتا ہے۔ طبع رسا اور ذہن دوربین نے اس کو بتایا۔ کہ " خاک از تودہ کلاں بردار"

شہزادہ محمد معز الدین ان دنوں ملتان میں رونق افروز تھے۔ اپنی جماعت کو ہمراہ لے کر امیر محمد مبارک خان ملتان پہنچا۔ بختیار خان کو جب امیر کی ملتان کی روانگی کی اطلاع پہنچی تو اس نے فوراً امراء وزراء شہزادہ صاحب کے پاس زر و جواہرات کثیر المقدار بھیجکر امیر کے خلاف اکسایا۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ عرصہ تک شہزادہ کے حضور میں امیر کی آمد کی اطلاع بھی نہ پہنچائی گئی۔

اتفاق سے انہیں دنوں قطب خان اور عثمان خان رونگا وزراء نے نواب غازی خان مرانی (حاکم ڈیرہ غازیخان) نے نواب غازی خان کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ شہزادہ والا جاہ کو اس کی تنبیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اس موقعہ پر امیر اور اس کی جماعت نے اسقدر جاں نثارانہ اور دلیرانہ شجاعت سے شہزادہ کی جان اور اس کے حرم محترم کی حفاظت کی اور جنگ کو نازک حالات سے بچاکر شہزادہ کے فتح کا ذریعہ ہوئے۔ کہ شہزادہ کے دل پر امیر کی جانفشانی اور سچی خدمت کا گہرا نقش مرتسم ہوگیا۔ اور وہ شہزادہ کی نگاہ میں نہایت عزت اور عظمت سے دیکھے جانے لگے امیر مبارک خان کو خلعتِ فاخرہ انعام و اکرام اور منصب سے سرفراز کیا۔ اور اسی طرح ہمراہیان امیر ہوت خان دلاور خان سنجر خان۔ بکھر خان۔ عمر خان فیروزانی۔ حاجی خان دہالہ خان کہرانی کو خلعتیں اور اکرام بیکراں سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ سنجر خان کو تو منصب پانصدی۵ بھی مرحمت کیا۔ اور دربار میں ان کو اعزاز و احترام سے نوازا۔

امیر اور اس کے عزیزوں نے جناب شہزادہ کی بارگاہ میں رسوخ پیدا کر لیا۔ تو موقعہ پاکر نواب بختیار خان کے حالات سے شہزادہ والا جاہ کو آگاہ کیا۔ اس کے ظلم اور استبداد کے افسوسناک حالات کی اطلاع پاکر شہزادہ سخت برہم ہوا۔ اور فوراً اس کی گوشمالی کے لئے تیاری لشکر کا حکمدیا۔ بختیار خان کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی اور اس نے ہر طرح خاصت۔ نذر۔ مفاومت۔ مقابلہ اور جنگ کی تدبیر اختیار کی۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ اثنائے جنگ میں سنجر خان فیروزانی نے خود بختیار خان پر قابو حاصل کر کے اسکا سر کاٹ دیا۔

بختیار خان کی لاش جب شہزادہ کے روبرو لائی گئی تو اس نے حکمدیا۔ کہ اس لاش کے چار حصے کئے جا کر بختیار پور۔ شکارپور۔ خانپور۔ اور بکھر کے دروازوں پر لٹکائے جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔

شہزادہ عباسی داؤدپوتروں کی اس شجاعت اور جوانمردی سے اور بھی زیادہ مسرور ہوا۔ اور ان کو علاوہ خلعتوں اور انعاموں کے اس علاقہ کی جاگیر مرحمت کی اور قلعہ بکھر کی سرپرستی ان کے سپرد کی۔

خاندان کلہوڑہ کی بے پناہ طاقت

امیران زمینداران علاقہ سے مصروف کارزار رہا۔ مگر سب سے بڑے دشمن اس کے اپنے چچازاد بھائیوں کا وجود تھا۔ جو امیر چنے خان مورث اعلےٰ خاندان کے دوسرے فرزند مہدی خان کی اولاد سے سندھ میں وارث حکومت ہوئے تھے۔ یہ کلہوڑہ خان کی اولاد تھی۔ اور اسی کے نام سے خاندان کلہوڑہ کہلاتی تھی۔ اگرچہ کلہوڑہ کی وفات کے بعد اس خاندان کی جمعیت کا شیرازہ منتشر ہو گیا تھا۔ اور عرصہ تک گمنامی کی حالت میں رہ گئے تھے۔ لیکن ۱۰۱۸ھ میں آدم محمد کلہوڑہ نے کچھ طاقت حاصل کی اور پھر اس کے پوتے الیاس محمد اور اس کے پوتے نصیر محمد نے اپنے زہد و تقویٰ کے شہرت حاصل کر کے معتقدین کا ایک جم غفیر جمع کر لیا۔ اس وقت امیر فیروز خان عباسی داؤدپوترہ سجادہ نشین تھا۔ اور وہ میاں نصیر محمد کلہوڑہ کو اس کی عبادت اور نیک دلی کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسی تواضع و مدارات کے پیش نظر امیر بہادر خان نے میاں نصیر محمد کو جب وہ قید سے بھاگ کر امیر سے طالب پناہ ہوا۔ تو امیر نے اس کو پناہ دی۔ اور پرگنہ چاندوکہ میں سکونت کرا دی۔

نصیر محمد کے بعد اس کے لڑکے یار محمد کلہوڑہ نے کچھ طاقت پا کر رعایا پر دست تعدی دراز کرنا شروع کیا اور اسی قسم کی شکایات سے متاثر ہو کر شہزادہ محمد معز الدین نے بختیار خان کے قتل کے بعد اس کی تنبیہ اور سزا دہی کا ارادہ کیا۔ تو داؤدپوترہ خوانین نے اپنے بھائیوں سے جنگ کرنا خلاف انسانیت سمجھ کر پہلو تہی کی اور یار محمد کلہوڑہ نے چولستان میں بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

شہزادہ کی واپسی کے بعد جب میاں یار محمد اپنے علاقہ میں آیا۔ تو سرکار دہلی کی رضاجوئی کی کوشش کی اور خطاب خدا یار خان حاصل کیا۔ اس سے اس کے غرور میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اور اس نے رعایا اور ہمسایہ زمینداروں کو زیادہ تنگ کرنا شروع کیا۔

خلق خدا کو اس کی تعدی اور تطاول کے ہاتھ سے بچانے کی ضرورت کو محسوس کر کے امیر محمد مبارک خان نے ان کے برخلاف مجبوراً ہاتھ اٹھایا۔ میاں یار محمد نے بھی اپنے نشہ غرور میں مقابلہ کیا۔ آخر مصالحت پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء میں یار محمد نے وفات پائی۔ تو اس کا بیٹا نور محمد جانشین ہوا۔ اور اپنی جبلی ہوشیاری اور کوشش سے سرکار دہلی تک رسائی پا کر خانپور و شکارپور کی جاگیر کی سند حاصل کی۔ اور امیر محمد مبارک خان سے شکارپور چھوڑنے کا مطالبہ کیا۔ مگر امیر نے اپنے بزرگوں کے آباد کئے ہوئے شہر کو حوالہ کرنے سے انکار کر دیا

انہیں دنوں میں امیر محمد مبارک خان نے اپنی زندگی میں اپنے قابل فرزند امیر صادق محمد خان کو وارث حکومت بنایا اور دستار خلافت اپنے لخت جگر کے سر پر رکھ کر اس ولیعہدی کی تقریب میں خوشی کا ایک جشن منایا۔ نور محمد کلہوڑہ نے امیر اور اس کے خاندان کو جشن مسرت میں مصروف پا کر اس غفلت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اور دو تین دفعہ لشکر چڑھا کر حملہ آور ہوا۔ مصالحت پر تصفیہ ہوتا رہا۔ تیسری دفعہ ۱۱۳۹ھ/۱۷۲۶ء میں نور محمد کلہوڑہ نے میر شہداد تالپر کی معیت میں بہت بڑے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ شکارپور پر حملہ کیا۔ اسوقت امیر محمد مبارک خان رحلت کر چکے تھے اور امیر صادق محمد خان مسند آرائے حکومت ہو چکے تھے۔

باب دوم

امیر صادق محمد خان اوّل

نواب اول ریاست بہاولپور

تاریخ جلوس	تاریخ وفات	عرصہ حکومت	مدفن
سنہ ۱۱۴۰ھ ۱۷۲۷ء	سنہ ۱۱۵۹ھ ۱۷۴۶ء	۱۹ سال	شکارپور

مشہور واقعات عہد صادق محمد خان اوّل

شکارپور سے بیٹ دبھی میں بسنا

صوبہ دار ملتان سے تعلقہ چودھری کی جاگیر حاصل کرنا۔ اور شہر اللہ آباد کی آبادی

راجہ جیسلمیر کی چھیڑ چھاڑ اور اس کا انسداد

فرید خان لکھویرہ پر یورش بحکم صوبیدار ملتان و فتح علاقہ شہر فرید

سندھ پر نادر شاہ بادشاہ کا حملہ اور سندھ کی جدید تقسیم

شیخ صادق جاگیردار بکھر اور اسکے بیٹے شیخ عاقل کا واقعہ قتل

نواب صادق محمد خان کا سفر ایران اور واپسی

سردار عسکر علی معتمد نادر شاہ بادشاہ کا نواب صادق محمد خان کے ساتھ شکارپور آنا۔ اور کلہوڑوں کی انگیخت سے شکارپور پر ناگہاں حملہ اور نواب صاحب کی شہادت

امیر صادق محمد خان اول | امیر صادق محمد خان نے پہلے تو صلہ رحم اور برادری کے حالات کے مد نظر

اپنے سفیر کے ذریعہ سمجھایا۔ کہ یہ وقت نہیں ہے کہ ایک ہی خاندان کے افراد باہمی دست و گریباں ہوں۔ اگر آپ تنہا بغیر لشکر کے تشریف لاتے تو شاید یہ علاقہ دے دیتے میں۔ ہم کو کوئی دریغ نہ ہوتا۔ بزور طاقت اپنے بھائیوں کے ملک کا چھیننا درست نہیں ہے۔ اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور امیر نے جب دیکھا کہ نور محمد کلہوڑہ (غنیم) کی جمعیت وافر ہے اور اس کا مقابلہ کرنا بے فائدہ ہے اس لیے اس نے شکارپور کو چھوڑ دیا۔ اور سنہ ۱۱۳۹ھ میں اپنی جماعت کے ساتھ کوچ کر کے قلعہ خانپور میں جا کر مقیم ہوا۔ مگر دشمن نے

سنہ ۱۱۳۹ھ / ۱۷۲۶ء | شکارپور پر قبضہ اور دستبرد کے بعد امیر کا تعاقب کیا۔ امیر نے اپنی عافیت کو خطرہ میں پاکر خانپور کو بھی خیرباد کہا اور دریاؤں کے درمیان ایک زرخیز قطعہ وسیع موسومہ بیٹ دبلی (ڈیرہ غازی خان) انتخاب کر کے وہیں قیام کیا۔

سنہ ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷ء | حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر صاحب سجادہ نشین دربار قادریہ گیلانی نے اپنے معتمد بھیج کر امیر کی خدمت میں استدعا کی کہ آپ اوچ میں تشریف لادیں اور یہاں قیام فرمادیں چنانچہ سنہ ۱۱۴۰ھ میں امیر صادق محمد خان بیٹ دبلی سے اوچ کی طرف آرہے تھے۔ کہ راستہ میں زمینداران لاڑ۔ ناریجہ۔ اور ماچھی نے امیر کی مزاحمت کی۔ امیر کے ہمراہیوں نے مزاحمت کرنے والوں کو بزور بازو بھگا دیا۔ اس مقابلہ اور لڑائی میں امیر نے قلعہ دادماچھی فتح کر لیا۔ اور کچھ دنوں اس قلعہ میں قیام کیا اور پھر اوچ چلے گئے۔

سنہ ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸ء ریاست کا پہلا شہر آباد ہوا الہ آباد | نواب حیات اللہ خان (ملقب بہ شہسوار خان) صوبہ دار ان دنوں ملتان میں تھے۔ امیر صادق محمد خان نے مصلحت وقت سمجھکر اس سے ملتان جا کر ملاقات کی۔ وہ نہایت اخلاق اور مروت سے پیش آیا۔ امیر نے اس سے چودھری کا وسیع تعلقہ بطور جاگیر کے حاصل کیا۔ اور واپس آکر اس جاگیر میں آبادی اور ترقی کی کوشش کی اور ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ اور الہ آباد اس کا نام تجویز کیا۔

سنہ ۱۱۴۲ھ / ۱۷۲۹ء | کلہوڑوں کے اشارے سے جیسلمیر کے حاکم راول آکھی سنگھ نے اپنی رعایا اور سرحدی زمینداروں کے ذریعہ امیر کی پریشانی کا سامان کرنا شروع کیا۔ امیر نے بروقت اس بڑھنے والی شرارت کا قلع قمع کر دیا۔ اور یورش کر کے حاکم جیسلمیر کے بھائی نہر سنگھ کو گرفتار کر لیا اور نور محمد کلہوڑہ کے پاس بھجوا دیا۔

سنہ ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء شہر فرید کی فتح | شہر فرید کا علاقہ لکھویرہ زمینداران کے زیر اثر تھا۔ انہیں کے ذریعہ اس

علاقہ کے محاصل صوبہ داری ملتان میں داخل ہوتے تھے۔ انہیں دنوں میں لکھویروں نے ادخال محاصل سرکار میں غفلت کی اور نواب حیات اللہ خان کے پاس لکھویروں کی سرکشی۔ غارت گری۔ ڈاکہ زنی اور ظلم و تعدی کی شکایات پہنچیں۔ نواب حیات اللہ خان نے امیر صادق محمد خان کو ان کی سرزنش اور انتظام کے لئے تحریک کی۔ امیر نے ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء میں لکھویروں پر یورش کی اور بہت گھمسان کی لڑائی میں فرید خان گرفتار ہوا۔ اس کے دو بھائیوں معروف خان اور علیخان کے علاوہ اور بھی بہت سے مشہور جوان مارے گئے۔ قلعہ

سنہ ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء | کھٹ امیر کے قبضہ میں آ گیا۔ باغیوں کے سر اور علاقہ کے فتح ہونے کی اطلاع امیر نے ملتان بھجوائی۔ نواب حیات اللہ خان امیر کی اس بلند ہمتی اور شجاعت پر خوش ہوا۔ اس تمام علاقہ کے سند جاگیر کے علاوہ خلعت فاخرہ اور اکرام امیر صاحب کو عنایت کیا۔

سنہ ۱۱۴۶ھ / ۱۷۳۳ء | ابھی امیر لکھویروں کی سرکوبی میں مصروف تھا۔ کہ علاقہ کو خالی پا کر راول آکھی سنگھ والئی جیسلمیر نے اللہ آباد پر یورش کر دی۔ اور لوٹ مار کر اس کو غارت کیا۔ امیر نے واپس آکر جب حالات معلوم کئے تو امیر نے ان پر انتقامی حملہ کیا۔ اور سخت لڑائی ہوئی جس میں امیر نے قلعہ ڈیراور فتح کر لیا۔ اور ببکا نامی جیسلمیر کے کوتوال کو جس کے سپرد قلعہ ڈیراور تھا اور جو فتح ڈیراور کے بعد قلعہ سے نکلکر بھاگ گیا تھا ڈیراور سے چھ کوس کے فاصلہ پر امیر کی فوج نے گرفتار کیا۔ یہ موقعہ آج تک ببکا والہ کنڈہ کے نام سے مشہور ہے۔

سنہ ۱۱۵۲ھ حملہ نادرخان / ۱۷۳۹ء | ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ بادشاہ کابل سے سندھ کی جانب آتا ہوا۔ ڈیرہ اسمٰعیلخان اور ڈیرہ غازی خان پر حملہ آور ہوا۔ نواب اسماعیل خان حاکم ڈیرہ اسماعیل خان اور نواب غازی خان نواب ڈیرہ غازی خان نے اطاعت قبول کر لی۔ امیر صادق محمد خان نے جب نادر بادشاہ کے تاخت و تاراج کے حالات سنے۔ تو وہ ڈیرہ غازی خان میں پہنچکر نادر شاہ کے سلام سے مشرف ہوا۔

نور محمد خان کلہوڑہ۔ نادر شاہ کی آمد سن کر عمر کوٹ کی طرف بھاگ گیا۔ بادشاہ نے عمر کوٹ تک تعاقب کیا۔ عمر کوٹ فتح کیا۔ اور نور محمد کلہوڑہ کو گرفتار کر لیا۔ اس کی طرف سے خوشامد۔ دولت و جواہرات وغیرہ تحائف کے پیش کش ہونے پر اس کی معافی ہوئی اور ۱۰ ذوالحج ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء کو اسے قید سے رہا کر کے بادشاہ نے ملک سندھ کی از سر نو تقسیم کی۔ یہ تیسری دفعہ ملک سندھ کی تقسیم اس طرح ہوئی۔

۱۔ نور محمد خان ملقب، خدا یار خان کلہوڑہ عباسی۔　ٹھٹھہ معہ مضافات و بعض محالات سندھ معہ لقب شاہ قلی خان

۲۔ امیر صادق محمد خان اول عباسی　شکارپور معہ پرگنہ لاڑکانہ۔ سیوستان و چھتر وغیرہ

۳۔ محبت خان بلوچ حاکم بلوچستان　سندھ کا وہ حصہ جو سرحد بلوچستان پر واقع ہے۔

اس تقسیم سے نور محمد خان کلہوڑہ اس لیئے ناراض اور برانگیختہ ہوگیا۔ کہ اس نے خون کی ندیاں بہاکر شکارپور حاصل کیا تھا۔ اب اسکے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور داؤد پوترہ عباسیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ مگر تازہ حکم نادری تھا۔ کچھ کر نہ سکا۔ اور غم و غصہ سے سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتا رہا۔ امرائے عباسی معہ اپنے تمام متعلقین کی جاگیر چودھری اور الہ آباد سے پھر شکارپور کی طرف چلے آئے۔ لاڑکانہ۔ سیوستان کچھی اور چھتر کے جدید املاک پر متصرف ہوکر تدارک آبادی کرنے لگ گئے نادر شاہ نور محمد خان کلہوڑہ کے دو لڑکوں محمد مراد اور غلام شاہ کو بطور یرغمال ہمراہ لے کر ایران واپس چلا گیا۔ امیر صادق محمد خان کی جانب سے دربار نادری میں شیخ صادق وکالت کے فرائض انجام دینے کے لیئے مامور تھا۔ اس نے اپنا رسوخ پیدا کرکے دربار نادری سے بکھر کے علاقہ کی وصولی محاصل کی سند حاصل کرلی۔ شیخ صادق کی جانب سے امیر صادق محمد خان اور اس کی رعیت کو طرح طرح کے نقصانات پہنچنے لگے۔ اور اس کی شرارت اور ایذا دہی کو حد سے زیادہ متجاوز دیکھکر امیر کے بعض خود دار زمینداروں کا جوش رک نہ سکا اور اس طوفان رستخیز میں شیخ صادق اور اس کا لڑکا شیخ عاقل ہلاک ہوگئے۔

شیخ صادق کے دوسرے لڑکے شیخ فاضل نے امیر صادق محمد خان کی شکایت اور قتل شیخ صادق کی اطلاع دربار نادری میں بھیجی۔ اس کی خبر امیر صادق محمد خان کو بھی ہوگئی۔ اور چونکہ دو قتل کی وارداتیں ہوگئی تھیں۔ اس لیئے امیر کو بھی فکر لاحق ہوئی اس نے اپنے ولیعہد محمد بہاول خان کو چودھری سے شکارپور بلا لیا۔ اور اپنے دوسرے شہزادوں کو معہ اپنے تمام مستورات و مخدرات کے شکارپور سے الہ آباد (چودھری) کیطرف کر لیا۔ اور شکارپور میں محمد بہاول خان کو متعین کرکے خود معہ خدام خاص و سنبل خان کہیری روانہ ایران ہوا۔ تاکہ دربار نادری میں اس شکایت کی تلافی کی کوشش کرے۔ دربار نادری سے شکارپور پر حملہ کرنے اور امیر سے شیخ صادق کی ہلاکت کا انتقام لینے کی غرض سے سردار طہماسپ خان امیر اعظم مامور ہوئے۔ جب یہ سردار شکارپور کے قریب پہنچا۔ تو محمد بہاول خان نے طاقت مقابلہ نہ پاکر شکارپور کو چھوڑ دیا۔ اور چولستان کے مقام ستاہہ میں چلا گیا۔

طہماسپ خان نے شکارپور پر حملہ کیا۔ عبداللہ خان نے خود حاضر ہوکر عرض حالات کا ارادہ کیا۔ مگر بے سود رہا۔ سردار طہماسپ خان نے اس کو گرفتار کرلیا۔ باقی غلام محمد خان البسانی اور شیخ شاہ محمد نے شام تک مقابلہ کیا۔ مگر جب مایوس ہوگئے تو ابیجی خان وماں کو اپنے ہاتھ سے شربت مرگ دے کر گیارہ جوان مسلح ہوکر دلیرانہ مظاہرہ کے ساتھ قلعہ شکارپور سے نکلکر چھتر کی طرف چلے گئے۔ اگرچہ طہماسپ خان کی فوج نے سرگرمی سے تعاقب کیا۔ مگر ان شجاعت کے پتلوں نے فوج کو مار کر بھگا دیا۔ اور خود بسلامت چھتر میں پہنچ گئے

اس روئیداد کو دیکھ کر نور محمد خان کلہوڑہ کو بھی شکایت کا موقعہ ہاتھ آیا۔ اس نے اپنے فرزند خان عطر خان کو سردار طہماسپ خان کی خدمت میں بھیجکر یہ کہلا بھیجا۔ کہ امیر صادق محمد خان خود تو ایران چلا گیا ہے۔ اس کا ولیعہد اور تمام متعلقین چودھری (اللہ آباد) میں موجود ہیں۔ اور قلعہ ڈیرا وربھی ان کے قبضہ میں ہے۔ بہتر یہ ہوگا۔ کہ ان پر حملہ کرکے فتح حاصل کی جائے۔ طہماسپ خان شکارپور سے روانہ ہو کر ڈیرہ غازیخان پہنچا۔ عطر خان کلہوڑہ اور نواب خان متاجر ڈیرہ کی انگیخت سے چودھری اور اللہ آباد پر یورش کر دی۔ ابھی تک شہزادہ ولیعہد محمد بہاول خان جو شکارپور سے مستورات حرم سرا کو چودھری کی طرف لا رہا تھا۔ راستہ میں تھا۔ کہ اس نے یہ خبر سنی اور کمال دانشمندی اور پیش بینی کرکے اس نے تمام مستورات اور پرستاروں کو اوباڑہ میں ٹھہرا دیا۔ اور خود قلعہ ونجم پور کی طرف چلا گیا۔

سردار طہماسپ خان نے جب قلعہ ڈاور پر حملہ کیا۔ تو اس وقت قلعہ میں محمد معروف خان تھا۔ اس نے مقابلہ کیا۔ سردار طہماسپ خان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ عرصہ تک جاری رہا۔ جب کوئی مفید نتیجہ اس سے نکلتا نظر نہ آیا۔ تو میاں عطر خان کلہوڑہ ایک چال چلا اور موسیٰ روہنجا ایک شخص کو جو امیر صادق محمد خان کا ملازم بھی رہ چکا تھا۔ محمد معروف خان کے پاس بھیجکر امیر صادق محمد خان کا فرضی پیغام پہنچانے پر تعینات کیا چنانچہ اس نے امیر صادق محمد خان کیطرف سے شیخ صادق کے قتل اور دربار نادری کے غیض و غضب کا نقشہ دکھلا کر یہ مشورہ دیا۔ کہ تم قلعہ کی چابیاں سردار طہماسپ خان کے حوالے کر دو۔ اگرچہ محمد معروف خان نے اس پر اعتماد نہ کیا۔ مگر موسےٰ روہنجا نے قرآن مجید کی قسم کھا کر اعتماد دلایا۔ اس پر محمد معروف خان نے قرآن مجید کی ضمانت پر قلعہ کی کنجیاں سردار طہماسپ خان کے حوالہ کر دیں۔

طہماسپ خان کے حکم سے قلعہ کی دیواریں اور برج مسمار کر دئے گئے۔ اور ملتان سے جو فوج ہمراہ آئی تھی اس کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ طہماسپ خان قلعہ ڈیراور سے فارغ ہو کر عطر خان کلہوڑ کی انگیخت سے سناہا پر حملہ آور ہوا۔

سناہا میں محمد معروف خان۔ بہادر خان و کرم خان پسران ابین خان بخشانی۔ میرن خان۔ سبزل خان و اختیار خان مندھانی۔ وڈیرہ محمد خان ولد میرن خان موجود تھے۔ انہوں نے اپنے مستورات و مخدرات کو بتقاضائے غیرت شربت آب شمشیر پلا دیا اور جماعت کو حوصلہ دلا کر ایسی داد مردانگی دی۔ کہ سردار طہماسپ خان اور عطر خان کلہوڑہ کو بجز فرار اور کوئی راستہ باقی نہ رہا۔ چنانچہ خائب خاسر یہاں سے واپس چلے گئے۔

امیر صادق محمد خان اول جب شیخ صادق کے قتل کے متعلق صفائی اور تلافی کی غرض سے اصفہان (ایران) میں پہنچے۔ تو نادر شاہ بادشاہ کے آتش غضب کو اس طرح حکمت عملی اور خوش فہمی سے فرو کیا۔ کہ نادر شاہ مطمئن ہوگیا۔ اور امیر صادق محمد خان کی شجاعت اور فصاحت پر اس قدر فریفتہ ہوا۔ کہ امیر کو تعلقہ غزنی کی جاگیر عطا کر کے حکم دیا۔ کہ سندھ سے اپنے تمام جماعت کو بلا کر غزنی میں مقیم ہو۔ اور اس علاقہ پر اپنی خوش نظمی سے حکومت کرے۔

اسی سلسلہ میں نادر شاہ بادشاہ نے اپنا ایک معتبر سردار عسکر علی۔ امیر کے ساتھ امداد اور انتظام کے لیے ہمراہ کر دیا۔ امیر صادق محمد خان جب اس شان اور اعزاز سے شکارپور میں پہنچا۔ تو حالات کا رنگ بدل گیا۔ سردار طہماسپ خان کے نائب فتح علی خان نے اور خود میاں عطر خان کلہوڑہ نے سردار عسکر علی خان اور امیر صادق محمد خان کا بہت لمبے فاصلہ تک پہنچکر استقبال کیا۔

امیر صادق محمد خان کی کامیاب واپسی کی خوشخبری سنکر اس کے صاحبزادے اور دوسرے امیر سلام کے لیے شکارپور حاضر ہوئے۔

غزنی جانے کے لیے امیر صادق محمد خان کو اپنے ولیعہد نے باز رکھا۔ اور واپسی کے متعلق عسکر علی خان کو کہا گیا۔ کہ ہمارے ہمراہی سردار اور اہل و عیال چودہری ٹانوری اور الہ آباد میں ہیں۔ وہاں سے ان کو بلایا گیا ہے۔ ان کے آجانے پر غزنی چلیں گے۔ چنانچہ شہزادہ ولیعہد۔ اسی قرارداد پر اپنے متعلقین کو لانے کے لیے واپس چلا گیا۔

۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء　اور لعل سوہانزا۔ ٹانوری۔ الہ آباد اور چودہری سے سرداران فیروزانی۔ عاربانی۔ کہرانی کو ہمراہ لے کر ۱۰ ربیع الاول ۱۱۵۹ھ کو الہ آباد سے شکارپور کی جانب روانہ ہوا۔ اس کثیر التعداد جماعت کی روانگی کے متعلق مخدوم شیخ راجو۔ اور نواب جان نثار خان حاکم سیت پور نے سردار عسکر علی کو اطلاع دی کہ امیر صادق محمد خان کی جماعت جو شکارپور آرہی ہے۔ اس کی نیت بخیر نہیں ہے۔ آپ ہوشیار رہیں کلہوڑہ خوانین نے سردار عسکر علی خان کو زیادہ متوحش کیا۔

سردار عسکر علی ان متوحش مشوروں اور خبروں سے اس قدر متاثر ہوا۔ کہ اس نے کلہوڑہ خان کی تمام ان شکایات کو جو داؤد پوتروں کے خلاف اس نے سنی تھیں سچ مان لیا اور اپنی شکایت کے سلسلہ میں امیر صادق محمد خان کی دعوت کی۔ امیر کو بھی شبہ ہوا۔ اور اس نے دعوت قبول نہ کی۔ سردار عسکر علی نے کلہوڑوں کے ساتھ مل کر شکارپور پر حملہ کر دیا۔ فتح محمد زمیندار اس کے شامل ہوگیا راہوجہ۔ ماچھی اور کھانڈر

صبح صادق

قوم کے زمیندار امیر سے نمک حرامی کر کے سردار عسکر علی کے طرفدار ہو گئے۔ امیر نے قلعہ کے اندر جو مستورات اور حرم موجود تھے۔ ان کو مارا (جام فنا پلا کے) کر کے پوری تندہی کے ساتھ مقابلہ کا عزم کیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ میر محمد خان جو دہائی سماجہ خان۔ عظمت خان بکھرانی۔ اور اللہ یار خان نے خوب داد مردانگی دی اور شربت شہادت نوش کیا۔ اسحاق پٹوارہ میردیہہ اور قادر ڈنہ داروغہ اصطبل نے نمک حلالی سے اپنے امیر پر جان نثار کر دی۔

۴ ربیع الاول ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء

سوء اتفاق سے امیر صادق محمد خان کو اس ہنگامہ میں بندوق کی ایک گولی لگی۔ جس سے وہ گر کر جاں بحق ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

غنی محمد خان۔ جعفر خان۔ رستم خان۔ خوشحال خان الیبائی۔ حرمت خان و شاہ محمد خان شیرانی نے قلعہ شکارپور کے دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر ان سے دروازہ نہ کھل سکا۔ فتح خان بکھرانی کو اگرچہ جنگ میں پنڈلی پر زخم شدید آگیا تھا۔ مگر اس زخمی حالت میں اس نے قلعہ کے دروازے کی چول اٹھائی اور دروازہ کھول دیا۔

قلعہ کے تمام لوگ باہر آگئے اور سخت مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں سردار عسکر علی خان کو ہزیمت ملی۔ سردار طہماسپ خان کے دونو کان کٹ گئے۔ شہزادہ محمد مبارک کو بھی اس لڑائی میں زخم آیا۔ امیر کی نعش کو غسل کفن دے کر عطر و خوشبو سے معطر کیا گیا۔ اور شکارپور میں دفن کیا گیا۔ اس سے فارغ ہو کر خوانین الہ آباد اور خیرپور میں آگئے۔ صاحبزادہ ولیعہد محمد بہاول خان جو چودہری اور الہ آباد سے اپنی کثیر التعداد جماعت ہمراہ لا رہا تھا۔ اس کو راستہ میں اپنے والد ماجد کی شہادت کا علم ہوا۔ تو وہ راستہ ہی سے اپنی جماعت کو چودہری کی جانب واپس لے گیا۔ اور وہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ صادق محمد خان اول کے تین فرزند حسب ذیل اس کی یادگار رہے۔

بہاول خان ولیعہد   مبارک خان   فتح خان

له (شکارپور کے محلہ استوارت گنج سٹی سروے چک نمبر ۵ نمبر شمار ۹۵ میونسپل نمبر ۱۵۵ گورستان [illegible] نیز شمار [illegible] ۲۲ سٹی سروے ۱۵ الورن ۳۵ نمبر شمار ۵۰ سٹی سروے ۹۵ احاطہ گورستان۔ داخل وقف ہو کر جنگل میں [illegible] ان مزارات کا مجاور مقرر کیا گیا۔ مگر اب مجاور کی اولاد نے تمام وقف کو فروخت اور رہن وغیرہ کر دیا ہے۔ اور اب امیر کا [illegible] مزارات [illegible] قابل توجہ حالت میں ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ عباسیوں کا نشان عظیم جیادروں کے [illegible]



Nawab Bahawal Khan Ist. 1159 — 1163 H
1746 — 1749 A.D

صادق محمد خان اول کے عہد میں مقبوضات حسب ذیل تھے۔

۱۔ تعلقہ چودھری جو ۱۱۴۱ھ میں سرکار ملتان سے بطور جاگیر حاصل کیا۔

۲۔ اللہ آباد جو ۱۱۴۳ھ / ۱۷۲۹ء میں جدید شہر آباد کیا

۳۔ قلعہ ڈیراور

۴۔ خیرپور ٹاون (اللہ آباد اور خیرپور کا تمام درمیانی علاقہ غیر آباد تھا۔ اور بقبضہ امیر صادق محمد خان آ گیا۔

خیرپور کی بنا پہلے جدول خان ولد خیر دین خان نے ڈالی تھی۔ اور اپنے بھتیجے خیر محمد خان ولد عبد اللہ خان کے نام پر اس کا نام خیرپور رکھا تھا۔ پھر ۱۱۵۴ھ میں وڈیرہ معروف خان نے اپنے قبضہ میں لے کر شہر کو دوبارہ آباد کیا۔ ۱۱۵۹ھ میں سیلاب سے یہ شہر خیرپور غرق ہو گیا۔ وڈیرہ معروف خان نے موجودہ مقام پر پھر جدید شہر تعمیر اور آباد کیا)

امیر محمد بہاول خان اول

ریاست کا دوسرا فرمانروا

جلوس	وفات	عرصہ حکومت	مدفن
۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء	۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء	۳ سال	بہاول پور گورستان منیان والہ (ملوک شاہی)

مشہور واقعات

امیر کے قبضہ سے قلعہ ڈیراور نکل گیا۔

علاقہ آدم واہن کا پٹہ استمرار

صاحبزادہ محمد مبارک خان کی بغاوت اور پشیمانی

شہر بہاول پور کی آبادی۔

۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۷ء نور محمد خان کلہوڑہ (ملقب خدایار خان) باوجود واپسی شکارپور اور شہادت نواب صادق محمد خان اول کے خاموش نہ ہوا۔ وہ برابر خوانین داؤد پوترہ کی آتش حسد میں جلتا۔ اور چنگاڑیاں اڑاتا رہا۔ راول اکھی سنگھ والیٔ جیسلمیر کو برانگیختہ کیا۔ اور اس نے نواب حیات اللہ خان صوبہ دار ملتان سے مل کر قلعہ ڈیراور کی واپسی کا حکم حاصل کر لیا۔ انہیں دنوں میں نواب حیات اللہ خان صوبہ دار قتل ہو گیا اور اس کی بجائے دیوان کوڑا مل صوبہ دار ملتان مقرر ہوا۔ امیر بہاول خان نے اسے ملکر آدم واہن کا

۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۸ء کا پٹہ استمرار ۱۱۶۳ھ ۱۷۴۸ء میں حاصل کر لیا۔ مخدوم شیخ راجو (اوچ) اور نواب جان نثار نے جو خوانین داؤد پوترہ کے خلاف تھے۔ اپنی جمعیت اور طاقت کے بھروسہ پر شیخ راجو کی انگیخت سے نواب جان نثار خان حاکم سیت پور نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ سرکاریں محاصل بھی داخل نہ کئے۔ نواب معین الدولہ نے دیوان کوڑا مل صوبہ دار ملتان کو جو ان دنوں لاہور گیا ہوا تھا۔ نواب جان نثار کی تادیب اور سرکوبی کے لئے تعینات کیا دیوان کوڑا مل لاہور سے براہ قصور و پاک پٹن ٹھٹھ فرید خان لکھویرے میں پہنچا۔ اور امیر بہاول خان کو اپنی امداد اور مقصد کی اطلاع دی۔ امیر بہاول خان اپنی تمام برادری اور متعلقین کو ہمراہ لے کر خیرپور ٹامی میں دیوان کوڑا مل سے آ ملا۔ اور اپنی تمام طاقت جمع کر کے ایک ہی دن میں خان بیلہ فتح کیا۔ اور تین دن متواتر کی جنگ کے بعد نواب جان نثار کو شکست دی۔ اس نمایاں خدمت کی وجہ سے امیر کا اقتدار تمام علاقہ میں قائم ہو گیا اور واپس آکر امیر نے باطیبان اپنے علاقہ کی آبادی کا تدارک شروع کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں خیرپور کا علاقہ تدارک آبادی کے لئے وڈیرہ محمد معروف خان کے اور گوٹھ قائم رئیس کا علاقہ قائم خان عربانی اور حاصل پور کا علاقہ حاصل خان گھمرانی کے سپرد فرمایا۔ اور ان کا خراج بھی مقرر فرما دیا۔

خیرپور کے خوانین بختیانی اور منہیانی۔ کو وڈیرہ معروف خان کی حکومت ناگوار معلوم ہوئی۔ اور وہ ناراض ہو گئے وڈیرہ محمد خان اختیار خان کہرانی اور بہادر خان ہلانی نے صاحبزادہ محمد مبارک خان کو اپنے

صاحبزادہ محمد مبارک خان کی بغاوت اور پشیمانی

والد امیر محمد بہاول خان کی اطاعت سے منحرف ہونے اور بغاوت کرنے کی ترغیب دی۔ حتیٰ کہ باپ بیٹے کے درمیان جنگ کے مورچے بندی لعل سوہانرا اور ڈیرہ بکھا کے درمیانی میدان میں شروع ہو گئی۔ لیکن با تدبیر مشیروں نے صاحبزادہ محمد مبارک خان کو سمجھایا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ صاحبزادہ اپنی غلطی سے پشیمان ہوا۔ اور باپ سے معافی مانگ لی۔

آبادی شہر بہاولپور
۱۱۶۲ھ
۱۷۴۸ء

امیر محمد بہاول خان کو اپنے مقبوضات کی نگرانی رکھنے۔ اور صوبہ داری ملتان کے (جس کے ساتھ ان کے پولیٹیکل تعلقات وابستہ تھے) قریب قیام رکھنے اور مخالفوں کے حملوں سے بچاؤ کی تدبیر پر قابو پانے کے لئے ایک مرکزی موقعہ کی تلاش تھی۔ آخر اس نے غور و خوض کے بعد اپنا دارالخلافہ۔ دریائے ستلج کے تین میل کے قریب جانب جنوب بنانے کی تجویز کی۔ یہاں پہلے سوڈا کے جھوک اور وڈیرہ محمد پناہ خان گھمرانی کی ایک پختہ کوشک موجود تھی۔ یہ موقعہ منتخب کرکے ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ شہرپناہ تیار کرائی۔ اور شہر کا نام اپنے نام پر بہاول پور تجویز کیا۔ اس شہر کی آبادی اور سیرابی کے لئے دریا سے خانواہ نامی ایک نہر اجارات کرائی۔ اور اس شہر میں بسانے کے لئے ہر صنعت و فن کے ماہرین کو جمع کیا۔ اور علماء و صلحاء کے مشہور بزرگوں کو بھی دعوت سکونت دی۔ بہاولپور کی آبادی ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۸ء میں ہوئی۔

سلسلہ تدارک آبادی میں نواب صاحب کے اہتمام سے علیمراد خان نے اسی سال ترنڈہ علیمراد خان اور بہادر خان ہلانی نے بہادر پور اور وڈیرہ محمد خان نے محمد پور بسایا۔ اور وڈیرہ معروف خان (جو نواب صاحب کا وزیر سمجھا جاتا تھا) کی تجویز سے قلعہ موجگڑھ تیار ہوا۔ اور یہ قلعہ وڈیرہ محمد معروف خان کو عطا کیا گیا۔ جس کا نصف محاصل زکات وڈیرہ کو معاف کیا گیا۔ اور باقی نصف کے متعلق ہدایت ہوئی کہ خزانہ میں داخل کیا کرے۔ ان کے عہد میں یہ مقبوضات ریاست بہاول پور کے نام سے موسوم ہوئے

امیر محمد بہاول خان کو وجع مفاصل کا عارضہ لاحق تھا۔ اس درد نے آخر ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء میں اس کی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ تجہیز تکفین کے بعد آپ کو مستیاں والے گورستان بہاول پور میں دفن کیا گیا۔ چونکہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے ان کا جانشین ان کا چھوٹا بھائی محمد مبارک خان ہوا۔

امیر محمد مبارک خان

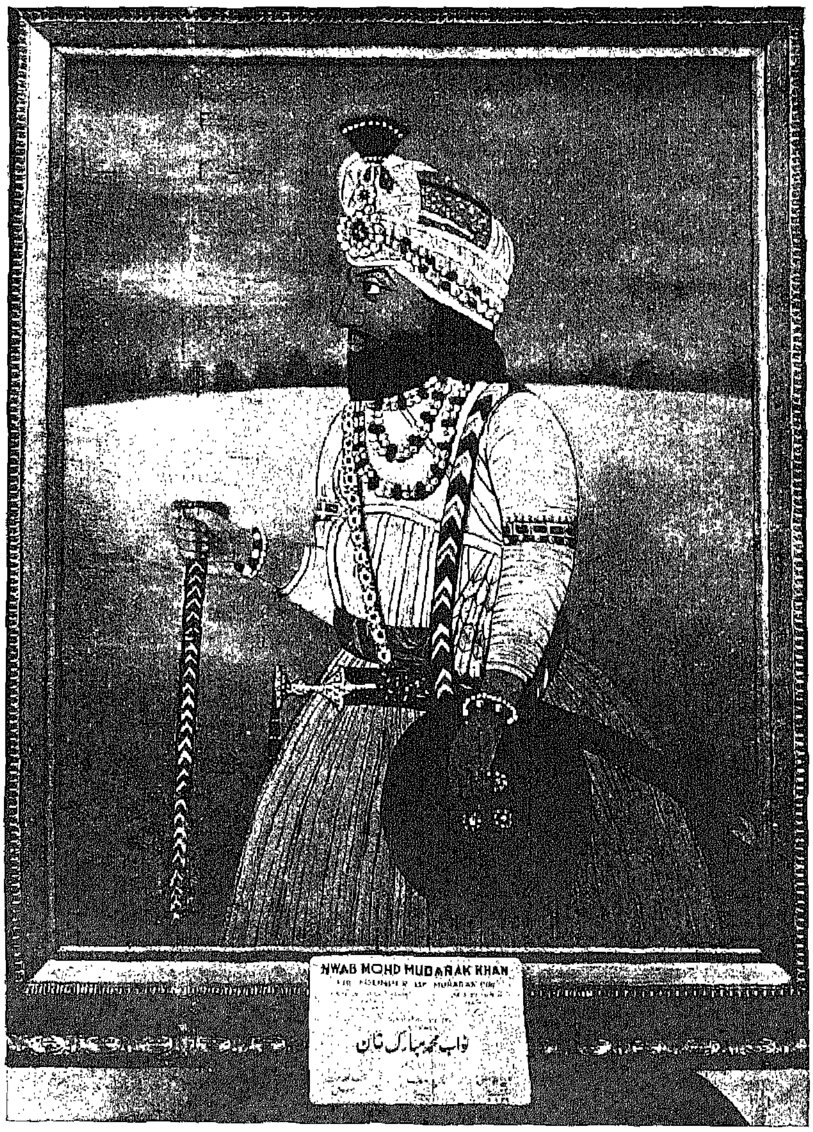
ریاست کا تیسرا فرمانروا

تاریخ جلوس	تاریخ وفات	عرصہ حکومت	جائے مزار
۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء	۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء	۲۳ سال	گورستان مستیاں والہ بہاولپور

مشہور واقعات عہد

قلعہ مروٹ راجہ جیسلمیر سے فتح ہوا	خریداری اراضی بجھری و ماڑوالہ و بیٹ دوماں	آبادی شہر مبارک پور قریب ٹھٹھہ لکھویرہ	احمد شاہ درانی کے حکم سے بہاول خان امیر کیساتھ آویزش امیر کی فتح اور صلح
امیر کے بھتیجے کا تولد	گڑھی اختیار خان کی آبادی	قلعہ ڈیراور کی واپسی	سرحد بہاولپور کا سکھوں کے ساتھ تعلق

امیر بہاول خان کی رحلت پر اس کا چھوٹا بھائی محمد مبارک خان مسند نشین ہوا۔ اور تمام قبائل متعلقین نے اس کی اطاعت قبول کر کے بیعت کر لی۔ اس نے مسند حکومت پر بیٹھتے ہی ملک کی فلاح و بہبود اور تسخیر بلاد و امصار کی مہم شروع کر دی۔ وڈیرہ محمد معروف خان کہرانی۔ امیر کے والد کے وقت کا دیوان سلطنت تھا بطور ایک وزیر کے دخیل تھا۔ اب بھی اس کا اقتدار بدستور وہی رہا۔ اور اسی کی تجویز سے بامداد سرداران رئیس قائم خان (قائمپور) دوست محمد خان و حاصل خان گھرانی کے قلعہ مروٹ پر فوج کشی ہوئی۔ بڑی گھمسان کی لڑائی کے بعد قلعہ فتح ہوا۔ امیر نے فتوحات کے علاوہ اپنی کوشش سے کئی زرخیز علاقے بہم پہنچائے۔ چنانچہ نہڑوں سے موضع بجھری اور ماڑوالا اور شیخ راجو سے بیٹ دوماں خرید کر کے اپنی برادری کے عزیزوں کو عطا کئے تاکہ وہ آبادی کا تدارک کریں۔


NWAB MOHD MUDARAK KHAN
نواب محمد مبارک خان

اسی سال میں امیر مبارک خان کلہوڑوں کے ٹھٹھ کی طرف گیا اور وہاں مبارک پور کے نام سے اپنے نام نامی پر ایک قصبہ آباد کیا۔

۱۱۶۵ھ | نادر شاہ بادشاہ کے انتقال کے بعد زمام سلطنت احمد شاہ درانی کو ملی۔ اس نے نواب علی محمد خان خاکوانی مستاجر ڈیرہ کی انگیخت پر امیر مبارک خان کی بڑھتی ہوئی طاقت اور اثر کو مٹانے کا تہیہ کر لیا اور جہان خان فوفلزئی کو اس مہم پر مامور بھی کر دیا۔ جاں نثار خان صوبہ دار ملتان نے امیر کو بادشاہ کے اس ارادہ سے مطلع کیا۔

امیر نے پہلے یہ ارادہ کیا۔ کہ "ناوپی والی" کے مقام پر جہان خان فوفلزئی کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن امیر کے دست و بازو سرداران و سرکردگان خاندان داؤد پوترہ چولستان کی طرف متفرق طور پر منتشر ہو گئے تھے۔ اس لیے اس نے تمام سرداران کو لکھا۔ کہ وہ اپنے اپنے صدر مقام پر واپس آجائیں۔ تاکہ اس مقابلہ کی تیاری کی جائے۔ اس اثناء میں جہان خان معیت جاں نثار خان صوبہ دار ملتان اوچ تک پہنچ گیا امیر مبارک خان کے لیے مقابلہ کا کوئی موقعہ نہ رہا۔ چنانچہ امیر نے اپنے قبائل اور تمام حرم موج گڑھ کے محفوظ مقام میں پہنچا دیئے۔ اور پھر قلعہ مروٹ سے محمد معروف خان کو اور قلعہ بھولرہ سے خوانین عاربانی و کہرانی و گھمرانی کو۔ جن میں احمد خان و بلاول خان فیروزانی و ڈیرہ جان محمد خان و نور محمد خان معروفانی اور ملا علی محمد و ملا طیب حسبانی معہ اپنے لشکر کے بھی شامل تھے۔ اور اچرانی سردار کی فوج بھی ہمراہ تھی۔ تین ہزار فوج جمع کر کے خیرپور میں آ گیا۔ اس فوج کی جمعیت کو اکٹھا کرنے میں امیر مبارک خان کو کچھ وقت لگ گیا۔ اور اس اثناء میں سردار جہان خان بہاول پور تک پہنچ گیا اور امیر کی عدم موجودگی کو فرار سمجھ کر آٹھ ہزار فوج امیر کے تعاقب اور لڑائی کے لیے خیرپور روانہ کر دی۔

اس آٹھ ہزار فوج کا ٹڈی دل لشکر ابھی خیرپور سے کچھ فاصلہ پر تھا۔ کہ امیر مبارک خان اور اس کے ہمراہی خوانین نے اپنی افواج کے ساتھ بمقام کھنال ان کا مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی اور کشت و خون کے بعد سردار جہان خان کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو گیا۔ امیر کی فوج نے ہزیمت خوردہ لشکر کا دس کوس تک تعاقب کیا۔ مگر جب وہ یہاں سے بھاگ نکلے تو امیر کی فوج مژدہ ظفر لے کر خیرپور واپس آ گئی۔

امیر مبارک خان نے دور اندیشی، حکمت عملی اور مصلحت بینی سے سردار جہان خان کو ناراض رکھنا

پسند نہ کیا۔ اور اپنے معتمدوں کے ذریعہ مصالحت کی سلسلہ جنبانی کے اور آخرکار صلح پر اس مناقشہ کا فیصلہ ہُوا۔ اور سردار جہان خان ملتان واپس گیا۔

ولادت صبح صادق جعفر خان

۱۱۶۶ھ | امیر مبارک خان بھی لاولد تھا۔ مگر اس کا بھائی فتح محمد خان کے ہاں اللہ تعالےٰ نے ۲۷ صفر المظفر ۱۱۶۶ھ صبح صادق چار شنبہ آخرین کو فرزند عطا فرمایا۔ امیر صاحب نے اپنے بھتیجے کی ولادت پر بڑی خوشی منائی۔ اور اس مولود مسعود کا نام جعفر خان تجویز ہُوا۔ ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۵ء میں نواب صاحب نے شہر مبارک پور کی بنیاد ڈالی۔ جو احمد پور شرقیہ سے شمال کی جانب ۱۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔

آبادی مبارک پور

۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء | بابھائے امیر اختیار خان مست بانی نے گڑھی شادی خان (مقبوضہ نور محمد خان کلہوڑہ) پر قبضہ کر کے اس کی آبادی کے لئے ایک نہر اختیار واہ نامی احداث کرائی۔ اور اس قلعہ کا نام گڑھی اختیار خان تجویز کیا۔ مشہور ہے کہ جب یہ نہر تیار ہو گئی تو اس کے موہاں کھولنے کے لئے یہ قرار دیا گیا تھا۔ کہ اس نہر کو وہ شخص جاری کرے جس نے بلوغ کے بعد تہجد کی نماز کبھی قضا نہ کی ہو۔ ہزاروں کے مجمع میں کسی شخص نے اپنے آپ کو پیش نہ کیا۔ آخر خود اختیار خان موندھانی نے جس نے بلوغ کے بعد تہجد کی نماز قضا نہ کی تھی اس نہر کا اجراء اپنے ہاتھ سے کرایا۔ سبحان اللہ سرداران قوم کی عبادت کا یہ قابل تقلید نمونہ ہے۔)

ڈیراور کی واپسی

امیر کے والد محمد بہاول خان کے عہد میں نواب حیات اللہ خان صوبہ دار ملتان نے قلعہ ڈیراور خواجہ رحمت اللہ کی سرپرستی میں دے دیا تھا۔ تیرہ سال تک قلعہ ڈیراور خواجہ رحمت اللہ کے قبضہ میں رہا۔ امیر مبارک خان نے اسی سال خواجہ رحمت اللہ کو جاگیر دے کر قلعہ اس سے واپس لے لیا۔ اور اپنے اہل و عیال کی رہائش اور خزائن کی حفاظت کے لئے اس قلعہ کو پسند فرمایا۔

۱۱۸۲ھ ۱۷۵۹ء | امیر نے اس سال میں حکمت عملی سے انوپ گڑھ کا قلعہ بیکانیر سے حاصل کر لیا۔ اور سید حسن شاہ کو قلعہ دار مقرر کر دیا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد یہ قلعہ امیر کے قبضہ سے نکل گیا

امیر محمد مبارک خان کے عہد میں ریاست بہاول پور کی طاقت نہایت مضبوط ہو گئی۔ سبی۔ لودھراں اور مظفر گڑھ کا بہت سا علاقہ داؤد پوترہ خوانین کے قبضہ میں آگیا۔

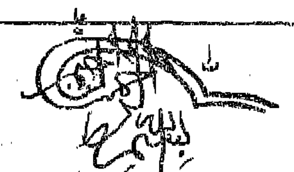
موریا خان داؤد پوترہ نے قلعہ دہنجھر پر مخالفانہ قبضہ کر لیا تھا۔ اس سے واپس لیا گیا۔ اور قلعہ بھیم گڑھ فتح ہوا۔ جسکا اسلامی نام اسلام گڑھ رکھا گیا۔

۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۰ء میں ہری سنگھ بھنگی سکھوں کی فوج لے کر ملتان کی طرف بڑھتا ہوا چلا آرہا تھا۔ راستہ میں داؤد پوترہ سرداروں کے ساتھ سرحد کے متعلق دیر تک گفتگو اور بحث جاری رہی۔ اور آخر یہ قرار داد ہوئی۔ کہ سکھوں کے مقبوضات اور امیر مبارک خان کی ریاست کی حد فاصل پاک پتن کی جاگیر رہے۔

۲۴ سال کی کامیاب حکومت کے بعد امیر مبارک خان ۳ ربیع الاول ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔ اور بہاولپور کے گورستان مسنیان والہ میں مدفون ہوئے۔ جیسا کہ لکھا گیا تھا کہ آپ کی اولاد نہ تھی۔ آپ کا بھتیجا وارث تخت قرار دیا گیا۔

اس امیر کے وقت میں حسب ذیل قصبات آباد کئے گئے۔

نمبر شمار	نام قصبہ	سن آبادی	کیونکر آباد ہوا
۱	خیرپور	۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء	بلاول خان پرجانی نے آباد کر کے اپنے بھتیجے خیر محمد کے نام سے آباد کیا۔
۲	کوٹ سبزل	۱۱۷۰ھ / ۱۷۵۶ء	سبزل خان گمرانی نے قصبہ آباد کیا۔ اور نہر سبزل واہ احداث کرائی۔
۳	مبارک پور	۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۷ء	نواب صاحب نے خود مبارکپور کی بنیاد ڈالی جو احمد پور شرقیہ سے ۴ میل جانب شمال واقع ہے۔
۴	احمد پور کہنہ و نو	۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۸ء	احمد خان پرجانی نے احمد پور شرقیہ آباد اور احمد واہ نہر احداث کی
۵	احمد پور (غربیہ) لمہ	۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء	احمد خان ولد شہباز خان نے احمد پور غربیہ آباد کیا۔ اور نہر احمد واہ احداث کی
۶	مد منٹھار	۱۱۷۷ھ / ۱۷۶۳ء	مسمی منٹھار لوہانی نے مدمنٹھار آباد کیا۔



رکن الدولہ نصرت جنگ مخلص الدولہ حافظ الملک

سیف الدولہ و معین الدولہ

نواب محمد بہاول خان ثانی

فرمانروائے چہارم

مملکت خداداد بہاولپور

ولادت	جلوس	وفات	عمر	مدت حکومت
۲۷ صفر المظفر ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ء	۴ ربیع الاول ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء	یکم رجب المرجب ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء	۵۷ سال	۳۷ سال

فہرست واقعات

بہاولپور پر حملہ

کلہوڑوں کی ریشہ دوانی سے تیمور شاہ والئے کابل سے بذریعہ سردار علی احمد خان بہاولپور پر یورش کی

بہاولپور پر دوسرا حملہ احمد خان نورزی کے ذریعہ

تیسرا حملہ۔ خود تیمور شاہ والئ کابل بہاولپور پر حملہ آور ہوا اور صاحبزادہ مبارک خان کو بطور یرغمال اپنے ہمراہ لے گیا۔

صاحبزادہ محمد مبارک خان کی قلعہ ڈیراور میں نظربندی

صاحبزادہ مبارک کی مخلصی، بغاوت اور فرار۔ خدابخش خان معروفانی کی بغاوت

خدابخش خان کی سازش سے مہاراجہ بیکانیر کی بہاولپور پر فوج کشی اور اسکا انتظام

نواب بہاول خان کو شاہ عالم ثانی بادشاہ ہندوستان کیطرف سے خطابات — ایسٹ انڈیا کمپنی انگریزی کے ساتھ ابتدائی تعلقات اتحاد الفنسٹن صاحب سفیر کابل کا بہاولپور میں ورود — انتقال اور اولاد

امیر محمد مبارک خان کی وفات پر اس کا بھتیجا جعفر خان بلقب بہاول خان ثانی وارث تاج وتخت قرار دیا گیا۔ یہ زمانہ صرف ریاست بہاولپور کے لئے نہیں بلکہ تمام ملک کے لئے ایک انقلابی دور تھا۔ ہندوستان میں مرہٹوں کی خونریزیوں کا بازار گرم تھا۔ پنجاب نے سکھوں کی سکھاشاہی نے جنگی اضطراب پھیلایا ہوا تھا۔ اس پُرآشوب زمانہ میں چھوٹے چھوٹے رئیسوں کو اپنی عافیت اور اطمینان کے لئے کسی زبردست طاقت سے وابستگی کا سلسلہ قائم کرنا مشکل اور ضروری ہو گیا تھا۔ کیونکہ تمام زبردست اور اعلیٰ حکومتیں اور طاقتیں آپس میں گرم کارزار تھیں۔ اور یہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ اونٹ کس کل بیٹھیگا۔ بہاولپور پر بھی ہمسایہ حکومتوں کے دانت تھے۔ بارہا اس پر حملے ہوئے اور نواب صاحب کو پریشانی مشکلات اور اضطراب کا سامنا رہا۔ اور بسا اوقات نقل مقام کی نوبت بھی آئی۔ ان حالات۔ اور فضا میں خوانین داؤدپوترہ بھی اگرچہ اپنی عربی شجاعت اور استقلال سے اپنی حفاظت میں مصروف تھے اور دشمنوں کے درمیان ایسے تھے جیسے بتیس دانتوں میں زبان ہے۔ روزمرہ پیش آنے والے حالات مقتضی تھے۔ کہ بہاولپور اپنے مستقبل کو قابل اطمینان بنائے۔

۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء میں تیمور شاہ بادشاہ کابل سندھ کے انتظام کے لئے آیا۔ اور مخالفوں کی انگیخت سے بہاولپور پر فوج کشی کی اور بہاولپور کو اپنی تاخت وتاراج سے سخت نقصان پہنچا کر قلعہ ڈیراور پر بھی حملہ آور ہوا۔ اور واپس جاتے ہوئے صاحبزادہ مبارک خان کو بطور یرغمال اپنے ہمراہ لے گیا۔ چنانچہ ایک سال کے قریب صاحبزادہ مبارک خان کابل رہ کر بادشاہ کا پروانہ خوشنودی مزاج اور سند حکومت ریاست حاصل کرکے کامیاب واپس آیا۔

۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء میں عبدالنبی کلہوڑہ نے کابل پہنچ کر اپنی جبلی عناد اور کاوش کے سلسلہ میں دربار کابل میں امیر بہاول خان کی شکایات کا طومار باندھ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سردار علی خان اسحاق زئی ایک لشکر جرار کے ساتھ بہاولپور پر حملہ آور ہوا امیر بہاول خان کو وقت پر اس کی اطلاع ہوگئی۔ وہ بہاولپور سے قلعہ ڈیراور کی طرف چلے گئے۔ سردار علی محمد خان بہاولپور سے واپس ہوا۔ کلہوڑہ والی

اور تالپوروں کے باہمی مناقشات کے تصفیہ کے بعد وہ کابل چلاگیا۔ اس کے کابل جانے کے بعد امیر بہاول خان بہاولپور واپس آکر تدارک آبادی و ترقی میں مصروف ہوگیا۔

عبدالنبی کلہوڑہ کے سینہ میں خوانین داؤد پوترہ کی آتش حسد بھڑک رہی تھی۔ وہ برابر ان کے خلاف کوشش کرتا رہا۔ اب اس نے شیخ قمرالدین معتمد دربار کابل کے ذریعہ شکایات کا سلسلہ جاری کر دیا۔

سنہ ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء اسی پر بس نہ کی اور سنہ ۱۲۰۲ھ میں خود کابل پہنچا۔ اور دربار تیموری میں طرح طرح کی شکائیتیں کرکے بادشاہ کے حکم سے سردار احمد خان نورزئی کو بہاولپور پہ چڑھا کر لے آیا۔ اس نے بہاولپور کے تاخت و تاراج میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ شہر کے خوبصورت اور عالیشان عمارات شیش محل۔ دولت خانہ وغیرہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ شہر کو ویران کر دیا۔ امیر بہاول خان نے سردار احمد خان نورزئی کی خدمت میں اپنے فرزند مبارک خان کو بھیجا۔ جس نے کلہوڑوں کی ضدیت اور عناد کے تمام حالات گوش گذار کیئے۔ اور خوانین داؤد پوترہ کی سیادت اور حالات صحیحہ سے اطلاع بہم پہنچا کر سردار احمد خان کا غصہ فرو کیا۔ اس کے بعد خود امیر بہاول خان نے بھی سردار احمد خان سے ملاقات کی۔ سردار احمد خان مطمئن ہوکر واپس عازم کابل ہوا۔

صاحبزادہ مبارک خان چونکہ کابل کے یرغمال سے واپسی کے وقت ریاست کی حکومت کی سند لایا تھا۔ اس لئے امیر صاحب کے مخالفوں کو باپ بیٹے میں پھوٹ ڈالنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہاتھ آگیا۔ اور بد باطن اور فساد انگیز لوگ صاحبزادے کے ساتھ مل گئے۔ قریب تھا کہ ملک کے امن میں سخت خلل واقعہ ہوتا۔ مگر امیر بہاول خان نے اس کی اطلاع پاتے ہی صاحبزادہ مبارک خان کو قلعہ ڈیراور میں نظر بند کر دیا۔ اور یہ فتنہ اس وقت خاموش ہوگیا۔

سنہ ۱۲۱۴ھ / ۱۷۹۹ء خدابخش خان معروفانی اور مخدوم حامد محمد گنج بخش (اوچ گیلانی) کی سازش اور طرح طرح کی غلط افواہ پھیلانے اور شورش برپا کرنے کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ امیر کی مخالف جماعت نے قلعہ ڈیراور کی نظربندی سے صاحبزادہ مبارک کو نجات دلائی۔ اور قلعہ دین گڑھ (علاقہ خیرپور) میں لے جاکر اس کو وارث حکومت قرار دے دیا۔ اور امیر تسلیم کرکے رسوم مسند نشینی ادا کیں۔ اور مفسدہ انگیز لوگوں نے جمع ہو کر ایک خاصی جمعیت تیار کرلی۔ گڑھی اختیار خان کو اس شورہ پشت اور شرارت انگیز جماعت کا مرکز بنایا گیا۔

امیر بہاول خان کو جب اس طویل سازش کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے اپنے دوسرے بیٹے

محمد عبداللہ خان کو فوج کی کمان سپرد کرکے اس بغاوت کے فرو کرنے اور شورہ پشتوں کی سرکوبی کے لیے مامور کیا۔ باغی فوج کی جماعت بہاولپور کے قریب پہنچ گئی تھی۔ صاحبزادہ محمد عبداللہ خان کی فوج کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی۔ رن پڑا۔ اور گھمسان کی لڑائی اور خونریزی کے بعد باغی صاحبزادہ مبارک خان شکست کھا کر بیکانیر اور جیسلمیر بھاگ گیا۔ جہاں سے پھر گرفتار ہو کر قلعہ دلام کی جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔

مخدوم حامد گنج بخش (اوچ گیلانی) کو اپنی غلط کاری اور سازش سے پشیمان ہونا پڑا اور انہوں نے قلعہ اوچ کی چابیاں امیر بہاول خان کی خدمت میں پیش کرکے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ قلعہ اوچ کی فصیل کو فتح ہو جانے کے بعد مسمار کر دیا گیا۔ اور اس وقت سے اوچ کا علاقہ بھی بہاولپور کی حکومت میں داخل ہو گیا۔

۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ء خدا بخش خان معروفانی۔ اس ہنگامہ سے بھاگ کر اپنے مقتضائے طبیعت سے مہاراجہ بیکانیر کے ساتھ سازش کرتا رہا۔ اور آخر مہاراجہ بیکانیر نے ریاست پر یورش کی اور قلعہ دلر پھولرہ میرگڑھ مروٹ اور موجگڑھ یکے بعد دیگرے مہاراجہ بیکانیر کے قبضہ میں چلے گئے۔ مگر صاحبزادہ محمد عبداللہ خان کی شجاعت دانشمندی اور حکمت عملی سے جلدی اس مہیب لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مندرجہ بالا مقامات بھی پھر ریاست بہاولپور میں آ گئے۔

۱۲۱۷ھ / ۱۸۰۲ء اگلے سال حاجی خان مندھانی نے بعض غلط خیالات پھیلا کر علم بغاوت بلند کیا۔ مگر جلدی اس کی سرکوبی کا تدارک ہو گیا۔ اور اس نے معافی مانگ لی۔ اور اسطرح اس شورش کا انجام ہوا

۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴ء میں شاہ شجاع الملک دریائے سندھ اور دیرہ جات کی طرف آیا۔ اس وقت بعض بدطینت معاندین امیر کو بدگوئی کا موقعہ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ مخدوم محمد حامد گنج بخش صاحب فضل علی خان ہلانی۔ اسلام خان کہرانی۔ حاجی خان مندھانی وغیرہ نے شاہ شجاع الملک کی بارگاہ میں بمقام راجن پور رسائی حاصل کرکے امیر کی شکایت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بہاولپور پر حملہ آور ہونے کیلئے تحریک کیا۔ مفسدہ پرداز جماعت نے اس کے بعد قلعہ سردار گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ اطلاع پا کر جلدی امیر بہاول خان نے ان کی گوشمالی کا ارادہ کیا۔ اور مفسدہ پردازوں کو قلعہ اختیار خان میں محصور کر لیا۔ یہ لوگ محاصرہ سے تنگ آ کر اطاعت پر مجبور ہو گئے۔ باغیوں نے اطاعت قبول کر لی۔ قلعہ فتح ہوا۔ اور مسمار کر دیا گیا۔ اس طرح اس بغاوت کا خاتمہ ہوا۔

امیر محمد بہاول خان کی خداداد شرافت۔ اولوالعزمی۔ انتظامی کامیابی۔ دانشمندانہ حکمت عملی اور

ذہانت کے حالات معلوم کر کے ہندوستان کے مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی نے امیر کو نواب کا لقب اور رکن الدولہ نصرت جنگ مخلص الدولہ۔ حافظ الملک کے خطاب عنایت کئے جو آج تک برابر فرمانروائے بہاولپور کے اسم گرامی کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں

اس بیدار مغز روشن دماغ امیر کے عہد میں ریاست بہاولپور میں سونے چاندی اور تانبے کے سکے جاری ہوئے۔

۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء میں آنریبل ماؤنٹ اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب منجانب گورنمنٹ برطانیہ سفارت کابل پر جاتے ہوئے بہاولپور سے گذرے۔ نواب صاحب نے ان کا عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ ملاقات کے بعد اور باز دربار کا شرف بھی عطا کیا۔ اور مصلحت وقت کو مدنظر رکھ کر ان کی مدارات اور تواضع میں پوری توجہ سے کام لیا۔ دوستانہ مراسم اور محبت آمود اخلاق کے برتاؤ کے ساتھ بیش بہا تحائف کا لین دین بھی ہوا۔ الفنسٹن صاحب کی مسلسل ملاقاتوں اور تبادلہ خیالات کے سلسلہ میں مناسب موقعہ دیکھ کر نواب صاحب نے سرکار انگریزی کیطرف اتحاد اور یگانگت کا ہاتھ بڑھانے کا ذکر چھیڑا۔ اور اپنے مستقبل کے پیش نظر ان تعلقات کو استوار کرنے کا سنگ بنیاد قایم کیا۔

یہی وہ زمانہ تھا کہ گلستان بہاولپور۔ اپنی ہمسایہ حکومتوں کی آنکھ میں خار بنا ہوا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حرص فتوحات نے دور دور تک کے علاقوں میں اضطراب کی لہر دوڑا دی تھی۔ اور بہاولپور کے ساتھ دست درگریباں ہونے کیلئے ہر وقت حکومت پنجاب بہانہ کی تلاش میں رہتی تھی۔ ان حالات میں نواب بہاول خان صاحب کے اس مدبرانہ پیش بینی نے بڑا کام کیا۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کے اتحادی سلسلہ نے چھوٹے چھوٹے دشمنوں اور بدخواہوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔

۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء سینتیس سال کی شاندار اور کامیاب حکومت کے بعد نواب صاحب نے یکم رجب المرجب ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء کو انتقال فرمایا۔ سات بیٹے اور تین لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔ لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں

۱ فیضیاب خان عرف فیض محمد خان۔ ۲ عبداللہ خان عرف صادق محمد خان۔ ۳ خدایار خان۔ ۴ نصیر خان۔ ۵ واحد بخش خان عرف مبارک خان۔ ۶ قادر بخش خان۔ ۷ حاجی خان

اس نواب صاحب کے عہد میں قلعہ خانگڑھ تعمیر ہوا۔ اور رکن پور۔ بلوبلی شہتہ واراں۔ اوچ۔ ساہن والا۔ نوشہرہ۔ گڑھی اختیار خان۔ اور کوٹ سبزل فتح ہوئے۔

نواب محمد بہاولخان ثانی کی رحلت کی تاریخ جو حافظ محمد شجاع صاحب نے لکھی یہ تھی۔

چوں بہاول خان فرخندہ سرشت		نامۂ پدرود بر دنیا نوشت
از پئے تاریخ سالِ رحلتش		گفت ہاتف شاد بادا در بہشت

اور مولوی محمد اعظم صاحب نے یہ تاریخ لکھی۔		۱۲۲۴ھ

چو سردارے معلّٰی زیں جہاں رفت		فغاں ہا از زمیں تا آسماں رفت
ملک گفتا چہ ایں شور و فغاں است		نگہبانِ کلاں جنت مکاں رفت
جہاں را کے بود آرام خاطر		کہ مہرِ راحت امن و اماں رفت
رعیت بر درے فیاض عالم		دلیر و داد گر نوشیرواں رفت
چو دنیائے دنی دار فنا بود		بقا جویاں بملک جاوداں رفت

ز تاریخ وصالش گفت اعظم
کہ داور صاحبِ عالی مکاں رفت
۱۲۲۴ھ

صادق محمد خان ثانی

رکن الدولہ نصرت جنگ مخلص الدولہ حافظ الملک

سیف الدولہ و معین الدولہ

نواب پنجم

ولادت	جلوس	وفات	عمر	مدت حکومت
۱۵ر صفر ۱۱۹۵ھ ۱۷۸۰ء	یکم رجب ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء	۹ر رمضان ۱۲۴۱ھ ۱۸۲۵ء	۴۶ سال	۱۷ سال

فہرست واقعات

قتل شہزادہ مبارک خان	شورش علاقہ غربی زمینداران مزاری	سندھ کے حکمران تالپوروں کا حملہ اور علاقہ کوٹ سبزل کا نواب صاحب کے قبضہ سے نکل جانا	فتح محمد خان غوری کی خطرناک سازش
صاحبزادہ واحد بخش خان کو مسند نشین کرنے کی سازش اور بغاوت	نصیر خاں گورگیج کی بغاوت	مولوی محمد یار کاردار قائم پور کی دیوانگی اور موت	

شاہ شجاع الملک کی آمد اور امداد — مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ڈیرہ غازی خان کا علاقہ اجارہ پر — رحلت

نواب بہاول خان ثانی کی وفات پر ان کا دوسرا لڑکا عبداللہ خان بہ لقب مبارک خان مسند نشین ہوا۔ اور ریاست کے انتظامی ارکان کا تعین کر کے باقاعدہ نظام مملکت کی صورت پیدا کر دی۔ چنانچہ محمد نصیر خان گورگیج وزیر، فتح محمد خان غوری سپہ سالار، بینتی سلامت رائے سرپرست توشہ خانہ۔ منشی مولا رام میر منشی۔ حافظ حکیم احسان اللہ حکیم مقرر کیے۔ اور خدمتگاروں کی جمعداری خلیفہ خدا بخش کو عطا کی۔ اسی طرح اور بھی محکمے قائم کر دیئے۔

شہزادہ واحد بخش خان عرف مبارک خان کو جو نواب بہاول خان صاحب کی زندگی میں بغاوت اور تخت نشینی کے دعوے کے سلسلہ میں محبوس تھا۔ اس کو نصیر خان گورگیج وزیر نے قتل کرادیا۔ نواب صاحب نے عثمان خان گورگیج قاتل کو سزائے قصاص دی۔ اور وزیر پر سخت ناراض ہوئے۔

۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں غربی علاقہ کے مزاری اور بزدار زمینداروں نے شورش کی۔ نواب صاحب نے فوج تعینات کرکے اس شورش کو فرو کردیا۔ مولوی امام الدین ساعت ساز نے رسائی پیدا کرکے شہر بہاولپور کے ان کھجور کے درختوں پر جو لوگوں کے گھروں میں تھے محصول قائم کردیا۔ لوگ اس سے ناراض ہو گئے۔ نواب صاحب نے اس کو تنبیہ کرکے وصول شدہ محصول واپس کرادیا۔

فضل علیخان ہلانی اور اسلام خان کی انگیخت پر میر سہراب خان تالپر (حاکم سندھ) نے بہاولپور کے علاقہ پر یورش کی۔ مگر اس کا انجام صلح پر ہوا

محمد نصیر خان گورگیج نے وزارت کا اہم کام اور مہمات ملک کی خدمت دو سال تک تو عمدہ اور قابل اطمینان انجام دیتا رہا۔ مگر پھر میر غلام علی تالپر (والئ سندھ) سے خفیہ سازش کرکے ریاست میں خانہ جنگی کے اسباب پیدا کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اور جابجا خانہ جنگیاں شروع کرا دیں۔ ۱۲۲۶ھ کوٹ سبزل کا علاقہ تالپروں کے قبضہ میں چلا گیا سندھ کے حکمران تالپروں کو چڑھائی کرنے کی تحریک کی۔ چنانچہ میر غلام علی خان تالپر کی فوج نے قلعہ بھوٹہ پر قبضہ کرلیا۔ نصیر خان گورگیج نے اپنے بھائیوں کو اس طرف بھیجدیا۔ اور خود تالپروں کے مقابلہ کی اجازت طرح طرح کے سبز باغ دکھلا کر حاصل کرلی۔

نصیر خان کی اندرونی سازش سے فتح محمد خان غوری سپہ سالار نے مصلحت وقت دیکھ کر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ سندھ کی فوجیں اوچ کے قریب رضا محمد موسانی کی بستی تک پہنچ گئیں اور حالات وقت کے پیش نظر یہ قرارداد ہوئی کہ کوٹ سبزل کا علاقہ حوالہ میراں سندھ کردیا جائے۔ اور صاحبزادہ محمد رحیمیار خان بطور یرغمال سندھ میں جائے۔

چنانچہ ۹ محرم ۱۲۲۶ھ کو صاحبزادہ محمد رحیمیار خان اس اہم خدمت پر روانہ سندھ ہوا۔ حافظ گل محمد خان برجانی۔ مولوی شیر علی اور قاضی نظر محمد ہمرکاب بھجوائے گئے۔ راستہ میں صاحبزادہ صاحب کا نہایت عزت اور احترام کے ساتھ استقبال اور ضیافت ہوتی گئی۔ جاتے ہوئے آپ نے راستہ میں خانقاہ حضرت لعل شہباز کی زیارت بھی کی۔ پھر شہر حیدرآباد میں وارد ہوئے۔ تو آپ کا نہایت عزت و

و احترام کے ساتھ میر غلام حسین خان تالپر بنیرہ میر سجاد خان اور اسمٰعیل شاہ ابدالی نے ولی محمد خان، لغاری کے مکان تک آکر استقبال کیا۔ اور میر کرم علی خان تالپر کے بنگلہ شاہی میں آپ کے قیام کی تجویز ہوئی۔ اس عرصہ میں خاندان شاہی کے اکثر ارکین اور خود حکمران سندھ نے کئی دفعہ صاحبزادے صاحب سے ملاقات کی اور بعض شہزادے آپ کی تواضع اور مدارات میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے ایک سال ۸ ماہ کے قریب سندھ میں رہ کر یکم جمادی الثانی ۱۲۲۷ھ کو باعزاز واحترام آپ نے رخصت حاصل کی۔ آپ کی مشائعت اور ہمرکابی کے لئے محراب خان تالپر اور جام ہالہ خان مامور ہوئے اور تحائف بیش بہا اور خلعت شاہانہ آپ کو میر سندھ نے عطا کی واپسی کے وقت آپ نے حضرت حاکم صاحب علیہ الرحمتہ کی خانقاہ واقعہ مئو کے زیارت کی۔ اور منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے ۲۴ جمادی الثانی ۱۲۲۷ھ کو اپنے والد محترم کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔

اسی درمیانی عرصہ میں فتح محمد خان غوری نے بھی از راہ نمک حرامی نواب محمد سرفراز خان سے سازش کرکے نواب صاحب کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا۔ اور ناظم دیرہ نواب محمد اسد خان پر بھی اس کے مظالم اور استبداد کی وجہ سے یورش ہوئی۔ آخر معافی طلب کرنے کے لئے اس نے اپنے لڑکے جمعہ خان کو بھیجا۔ نواب صاحب نے اس کی عزت و احترام کیا۔ اور جیسا کہ منشی اودے بھان صاحب سڈانہ نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں لکھا ہے۔ نواب صاحب نے اس موقعہ پر نوشہرہ۔ ساہن والہ اور کوٹ مٹھن کے قصبات بھی پچاس ہزار روپیہ دے کر حاصل کر لئے۔

۱۲۲۶ھ میں ایک اور سازش

صاحبزادگان خدابخش خان و حاجی خان برادران نواب صاحب و احمد بخش خان فرزندان واحد بخش خان عرف مبارک خان شہید کے ساتھ فتح محمد خان غوری نے سازش کرکے ایک دن جبکہ نواب صاحب شکار کے لئے قلعہ کے باہر تشریف لے گئے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں کئی ایک اور بدخواہ مثلاً ملا ہاشم۔ یعقوب سونگی۔ غازی کہیری۔ بہار خان کہیری۔ اللہ داد خان کہیری۔ رمضان گولہ انداز وغیرہ کو ساتھ ملا کر صاحبزادہ احمد بخش خان پسر صاحبزادہ محمد مبارک خان شہید کو مسند نشین کرکے اپنے عہدہ دار کونسل بھی تجویز کر لئے۔ اور جشن مسند کی توپیں داغنی شروع کر دیں۔ نواب صاحب کے ہواخواہوں نے جو قلعہ میں موجود تھے۔ حالات کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر مجبوراً اطاعت کر لی۔ اور اس طرح باغیوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔

شکارگاہ میں نواب صاحب نے توپوں کی آواز سنی۔ تو حیران ہو گئے اور قلعہ کو لوٹ آئے راستہ

میں نور محمد کنگی نے تمام ماجرا عرض کیا۔ نواب صاحب اپنے والد کی قبر پر آکر ٹھہر گئے۔ اور عظمت خان کہیری کے ذریعہ باغیوں اور شہزادوں کے سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر جب اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور قلعہ کا دروازہ باغیوں نے کھولنے سے انکار کر دیا۔ تو نواب صاحب نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ اور توپ کی ضرب سے قلعہ کا دروازہ توڑ کر یکلخت قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ سازشی اور باغی کیفر کردار کو پہنچے۔ صاحبزادہ خدایار خان کو پاداش بغاوت میں گردن زدنی قرار دیا گیا۔

بہار خاں کہیری۔ حاجی خان و خداداد خان سندھ کی طرف بھاگ گئے۔ فتح محمد خان غوری بھی بھاگ کر دریا کے پار چلا گیا۔ اس طرح اس شورش کا خاتمہ ہوا۔

شورش نصیر خان گورگیج

نصیر خان گورگیج نے طرح طرح کی سازشیں اور بغاوتیں برپا کیں جب ان میں کامیاب نہ ہوا۔ تو کھلم کھلا مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اور سندھ میں چلا گیا۔

نواب صاحب کو دربار سندھ کی طرف سے پھر متفکر رہنا پڑا۔ کیونکہ ریاست کا ایک بھیدی ناراض ہو کر سندھ کے دربار میں ریشہ دوانی کے لئے موجود تھا۔ نواب صاحب نے اس کے عزیز عمر خان گورگیج کے ذریعہ اس کو سمجھایا۔ اور واپسی کی کوشش کی اور وعدہ کیا کہ واپس آنے پر اس کا وہی اقتدار قائم کر دیا جائیگا مگر اس نے کوئی بات نہ مانی۔ بلکہ سندھ سے لشکر چڑھا لانے کی دھمکی بھی دینے لگا۔ نواب صاحب نے دوبارہ عمر خان گورگیج اور عزت خان پرہانی کو کئی ایک دوسرے معززین کے ہمراہ نصیر خان کو واپس لانے کے لئے بھیجا۔ نصیر خان کو ان لوگوں نے سمجھا بجھا کر واپسی پر رضامند کر لیا۔ دربار سندھ سے نصیر خان نے ضرورت کا عذر کر کے اجازت حاصل کی اور بہاولپور میں واپس آگیا۔ اور اپنے عہدہ پر مامور ہوا۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد ۱۳ صفر ۱۲۲۷ھ کو احمد پور آتا ہوا راستہ میں باغ کی دیوار کے پاس اس کا کام تمام کرا دیا گیا۔ اور حضرت شمس شاہ کے گورستان میں اس کو دفن کیا گیا۔

اس واقعہ سے نصیر خان کی برادری کے لوگ سخت جوش میں آئے اور آتش زیرپا ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ ہر چند کہ نواب صاحب نے محمد یعقوب سپہ سالار اور قادر بخش خان گھمرانی کو بھیج کر ان کی تلافی اور تسکین کی کوشش کی۔ مگر بے فائدہ۔ گورگیجوں کی جماعت اکٹھی ہو گئی۔ اور اپنی مستورات کو قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ سامان و مکانات کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور جواہرات چکی میں پسوا کر ناکارہ کر دیئے گھوڑوں کے پاؤں کی رگیں کاٹ کر ان کو بھی بے کار کر کے تلواروں سے مسلح ہو کر محمد یعقوب خان کو گالیاں دیتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے اور قادر بخش خان کو سخت زخمی کیا۔ جو کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ باقی عمدہ

فوج کے دستے نے جو یعقوب خان کے ساتھ تھا۔ گوبر گیجوں کی جماعت کو مار کر اکثروں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور باقی پسپا ہو گئے۔

مولوی محمد یار کاردار کا دیوانہ پن اس واقعہ سے اپنے طبعی توہم کے جذبے سے مولوی محمد یار کاردار قائمپور شرقیہ کا دماغ خراب ہو گیا۔ اور اس نے دیوانہ وار اپنے اہل و عیال کو قتل کر کے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور ایک اپنے خدمتگار کے ہاتھ سے اپنے آپ کو زبردستی قتل کرا کر اپنی لاش کو بھی کنوئیں میں ڈلوا دیا۔ (منتخب التواریخ مؤلفہ اودے بھان)

۱۲۳۴ھ ۱۸۱۸ء شاہ شجاع الملک کابل مسٹر الفنسٹن صاحب سفیر کو کابل سے واپس آئے ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ شاہ شجاع کو اس کے بھائی نے تخت سے بیدخل کر کے کابل سے نکالدیا۔ کابل سے بدر ہو کر شاہ شجاع الملک پنجاب میں آ گیا۔ اور مہاراجہ رنجیت نے اس پر ڈورے ڈالنے چاہے۔ مگر وہ ساہیوال سے ڈیرہ غازی خان کے فتح کرنے کے ارادہ کر کے جاتا ہوا بہاولپور کے علاقہ سے گذرا اور ۱۰ محرم ۱۲۳۴ھ ۱۸۱۸ء کو بہاولپور کے قریب اس نے مقام کیا۔ نواب صاحب نے حاضر ہو کر شرف ملاقات حاصل کیا۔ اور بیش بہا نذر پیش کی۔ شاہ شجاع الملک نے نواب صاحب کو ڈیرہ غازی خان کی مہم کے لیئے مدد طلب کی۔ نواب صاحب نے بخشی محمد یعقوب کو معہ اپنی فوج کے اس کے ہمرکاب بھیجا۔ بہاولپور کی فوج کی مدد سے شاہ شجاع الملک نے ڈیرہ غازی خان فتح کر لیا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ڈیرہ کو چھوڑ کر وہ خراسان کی طرف چلا گیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۲۳۵ھ ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ ملتان پر حملہ آور ہوا۔ اور وہاں سے ریاست بہاولپور کے اس حصہ پر جو دریائے ستلج کے پار تھا۔ یورش کی۔ لوٹ مار کر پھر ڈیرہ غازی خان پر حملہ آور ہوا۔ محمد اسد خان والیٔ ڈیرہ نے بھاگ کر کوہستان میں اپنی جان بچائی۔ رنجیت سنگھ نے یہ ملک فتح کر کے اس خیال سے کہ وہ اس پر جوش اور سرکش علاقہ کا انتظام عمدہ نہ کر سکے گا۔ اس نے یہ علاقہ نواب صاحب کو ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ اجارہ پر دیدیا

ڈیرہ غازیخان رنجیت سنگھ کے واپس لاہور چلے جانے کے بعد نواب محمد اسد خان پہاڑوں سے واپس آیا۔ اور نواب صاحب سے اپنا علاقہ پھر اجارہ پر حاصل کر کے دلی بشکر گذاری کے جذبات سے متاثر ہو کر اپنی عاجزہ کا نکاح بھی نواب صاحب سے کر دیا۔ مولوی محمد اعظم صاحب نے اس نکاح کی تاریخ لکھی — در برج اسد گشتہ قران السعدین

۱۲۳۸ھ


NAWAB MOHD BAHAWAL KHAN
نواب محمد بہاول خان ثالث

وفات ۹ رمضان المبارک ۱۲۴۱ھ ۱۸۲۵ء کو نواب صاحب نے تین فرزند یادگار چھوڑ کر رحلت فرمائی۔

صاحبزادہ محمد رحیمیار خان صاحبزادہ عظیم یار خان صاحبزادہ جعفر خان

اس نواب صاحب کے تمام عہد میں بیرونی حملے اور اندرونی فتنے برابر پریشان کن رہے اور امن و سکون مفقود رہا۔ خود نواب صاحب کی اپنی زندگی ہمیشہ معرض خطر میں رہی۔

نواب محمد بہاولخان ثالث عباسی

رکن الدولہ، نصرت جنگ، سیف الدولہ، حافظ الملک، مخلص الدولہ و معین الدولہ
نواب ششم ریاست بہاولپور

ولادت	جلوس	وفات	عمر	عرصہ حکومت
۱۳ محرم الحرام ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء	۱۲۴۱ھ ۱۸۲۵ء	۱۲۶۹ھ ۱۸۵۲ء	۵۷	۲۸ سال

مختصر خلاصہ واقعات عہد

تقرر اراکین ریاست	مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ریاست کے تحائف	مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ناراضگی، خان یعقوب خان وزیر کی غفلت اور اس کا نتیجہ
سرکار انگریزی سے اتحاد کے اہم مراحل اور عہد نامہ	ترمیم عہد نامہ و محصول کشتی بانی و تجارت	شاہ شجاع الملک

مہم کابل | عہدنامہ فیما بین ریاست و سرکار انگریزی | لارڈ آکلینڈ کا اختتام حکومت اور پرنس آف ویلز کی پیدائش | علاقہ کوٹ سبزل و بھونگ بھارہ کا الحاق

امیر کابل کا خط نواب صاحب کے نام | کرنل رچمنڈ | جدید عہدنامہ بابت محصول کشتی رانی | تنازعہ سرحد و حدبراری ریاست بہاولپور و بیکانیر

ہنگامہ ملتان اور بہاولپور کی امداد | صاحبزادہ سعادت یار خان کی ولیعہدی

نواب صادق محمد خان ثانی کی رحلت پر ان کا بڑا لڑکا صاحبزادہ محمد رحیمیار خان بہ لقب بہاول خان ثالث مسند نشین تخت حکومت ہوا۔ اور اس انقلاب سے مملکت خداداد بہاول پور کی حقیقی ترقی کا عملی دور شروع ہوا۔ اور نواب صاحب نے اندرونی اور بیرونی مناقشات پر قابو حاصل کر کے ترقی کے میدان میں قدم بڑھایا۔ مسند نشین ہوتے ہی نواب صاحب نے یہ سمجھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ اختلاف غیر مفید نتائج کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ نے اتحاد اور یگانگت کی کامیاب کوشش کی اور اپنے خاص معتمدوں کے ذریعہ تحائف اور مراسلے بھجوا کر اخلاص کا ہاتھ بڑھایا

محمد یعقوب خان بخشی فوج کو بصلہ خدمات تسخیر علاقہ وانسداد بغاوت سرکشان۔ مدارالمہانی کا اعزاز بخشا۔ مگر وہ اس اعزاز کو صحیح طور پر سنبھال نہ سکا۔ اور مہمات ریاست کی مشکلات پر حاوی نہ ہو سکا۔ اور اپنی اس اہم ذمہ داری کے عہدہ سے کچھ عرصہ کے بعد معزول کر دیا گیا سب سے زیادہ نقص یہ پیدا ہوا۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں زر اجارہ کی قسط وقت پر نہ بھیجی۔ جس سے مہاراجہ رنجیت سنگھ بگڑ گیا۔ اور اس نے اپنے فرانسس جنرل ونٹورا کمانڈنگ افسر افواج کو بہاول پور کے علاقہ پر تاخت و تاراج کے لئے مامور کیا۔ جنرل ونٹورا نے مختلف مقامات پر حملہ آور ہو کر بہاول پور کے مقبوضات کا وہ تمام علاقہ جو دریائے ستلج کے شمالی جانب تھا۔ اپنے قبضہ میں لے لیا۔

جنرل ونٹورا کے اس غصب و نہب میں بہاولپور کے قبضہ سے علاقہ منٹگمری کے چوالیس ۴۴ گاؤں اور ضلع ملتان تین سو اکتیس ۳۳۱ محال اور ضلع مظفر گڈھ کے انیس موضعے۔ اور ضلع ڈیرہ غازی خان کے

چھتیس ۳۶ مقامات نکلکر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قبضے میں چلے گئے۔ اور بہاول پور کے شمالی سرحد دریائے گھارا تک محدود ہو گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اس جابرانہ دستبرد سے اور دوسری ملکی ضروریات کے مدنظر نوابصاحب نے اپنی مملکت کو خطرہ میں پاکر دور اندیشی اور مصلحت بینی کو کام میں لانے کا تہیہ کیا۔ اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی بجائے سرکار انگریزی کے ساتھ اخلاص اور اتحاد کے تعلقات کا ہاتھ بڑھایا۔

چونکہ ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء میں مسٹر انفنسٹن صاحب سفیر کابل کے ساتھ فرمانروائے بہاول پور نے نہایت عمدہ سلوک کیا تھا۔ اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ "سرکار انگلشیہ ریاست بہاولپور کی خیرخواہی اور سرسبزی کیلئے بدل و جان کوشش کرے گی۔ اور کمپنی ہمیشہ یہ کوشش کرتی رہیگی۔ کہ ریاست بہاولپور کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے

نواب صاحب نے مسٹر انفنسٹن صاحب کے اس وعدے کو اپنے معتمد خاص سید غلام مصطفےٰ شاہ کو شملہ بھیج کر گورنر جنرل ہند لارڈ ولیم بنٹنگ کو یاد دلایا۔ اور ریاست بہاولپور کی سرپرستی کی خواہش ظاہر کی۔ گورنر جنرل نے معتمد ریاست کی معروضات کو توجہ اور ہمدردی سے سنا۔ اور مملکت خداداد بہاول پور کو اپنی سرپرستی میں لینے کی خواہش کو خوشی سے قبولیت کی منزلت عطا کی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام ہدایت جاری کر دی کہ ریاست بہاول پور پر حملہ کرنے کے خیال سے باز رہے۔ چنانچہ سردار شام سنگھ کو جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی جانب سے بہاول پور پر یورش کرنے کے لئے مامور تھا۔ فوراً واپس کر دیا گیا۔ اور اس دردِسر سے حکومت بہاولپور کو آزادی ملی

۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں نواب صاحب نے سید احمد شاہ صاحب اور حکیم قمرالدین صاحب کو بغرض حج بیت اللہ شریف بھجوایا۔ جو ایک سال کے بعد حج کرکے واپس آئے۔ اسی سال میں عملی طور پر گورنمنٹ انگلشیہ اور ریاست بہاول پور کا سلسلہ اتحاد شروع ہوا۔ اور گورنمنٹ کے حکم کے مطابق کپتان، سی۔ ایم ویڈ صاحب پولیٹیکل افسر لدھیانہ بہاولپور تشریف لائے اور حالات کی اطلاع حاصل کرکے ایک عہدنامہ فی مابین ایسٹ انڈیا کمپنی و نواب محمد بہاول خان والئی بہاولپور متضمن استحکامات کچھی مرتب ہوکر ۲۲ فروری ۱۸۳۳ء تصدیق کیا گیا۔ جس کی سولہ دفعات اور شرائط تھیں۔ جو حسب ذیل تھا۔

ترجمہ عہدنامہ فیمابین ایسٹ انڈیا کمپنی و نواب بہاول خان رئیس بہاولپور مرقومہ ۲۲ فروری ۱۸۳۳ء

بفضل خدا واسطے یکجہتی فیمابین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و رئیس بہاولپور جو ۹ ۱۸۰۸ء میں قائم ہوا تھا۔ جبکہ مسٹر انفنسٹن کابل تشریف لے جا رہے تھے۔ اسوقت تک بے کم و کاست قائم ہے اور

اب کہ کپتان سی۔ ایم۔ ویڈ صاحب پولیٹیکل ایجنٹ لدھیانہ منجانب رائٹ آنریبل لارڈ۔ ڈبلیو سی بنٹنگ۔ جی
سی۔ بی۔ جے۔ سی۔ ایچ گورنر جنرل بہاولپور میں تشریف لائے کہ واسطہ یکجہتی مستحکم ہو۔ اور تجارت سندھ
و ستلج جاری ہو تاکہ تجارت میں ترقی ہو جیسی کہ خدا کی رضا اور ملک گردو نواح کی بہبودی مدنظر ہے
شرائط ذیل بہ واسطہ صاحب موصوف فیما بین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی ایک فریق و نواب رکن الدولہ حافظ الملک
مخلص الدولہ محمد بہاول خان عباسی نصرت جنگ بہادر رئیس داؤپوترہ فریق ثانی بنا بر استحکام دوستی ہر دو سرکار
و اجرائے تجارت دریا ہائے مذکورہ بالا و واسطہ ترتیب انتظام متعلقہ تجارت منعقد ہوئیں۔ جن پر کاربندی ہو گی۔

شرط اول

دوستی و اتحاد ہمیشہ کے لئے فیما بین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و نواب محمد بہاول خان اور اس کے ورثاء
جانشینوں کے قائم رہے گی۔

شرط دوم

آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی اقرار کرتے ہیں کہ وہ ہرگز سرکار بہاولپور کے علاقہ موروثی یا غیر موروثی میں
دست اندازی نہ کریں گے۔

شرط سوم

نواب درباب انتظام ملک و اختیارات وحقوق متعلقہ رعایا خود مختار رہیں

شرط چہارم

جو عہدہ دار منجانب سرکار انگریزی دربار نواب میں رہنے کے لئے مقرر ہوگا۔ وہ ہمیشہ حسب منشاء
شرط بالا انتظام نواب میں مداخلت کرنے سے پرہیز کرے گا۔ اور ہمیشہ ہر دو سرکار کے دوستی
کے قیام کو مدنظر رکھیگا۔

شرط پنجم

آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی درخواست پر دریائے سندھ اور ستلج و راستہ ہا علاقہ بہاول پور
میں سوداگران کی آمد و رفت کی نسبت سرکار بہاولپور یہ منظور فرماتی ہیں کہ ان کے علاقہ میں
سوداگروں کی آمد و رفت کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ پروانہ راہداری ان کے پاس ہو۔

شرط ششم

سرکار بہاولپور اقرار کرتے ہیں کہ باتفاق سرکار انگریزی محصول مناسب وواجبی اشیاء تجارت پر جو

مذکورہ بالا راستوں سے گذرے مقرر کرینگے۔ اور اس میں کمی بیشی نہ ہوگی مگر برضامندی فریقین

شرط ہفتم

یہ بھی وعدہ کیا جاتا ہے کہ فہرست محصول جو حسب بیان گذشتہ تجویز ہوگا واسطے اطلاع عام مشتہر کی جائیگی۔ اور اہلکاران پرمٹ و مستاجران مالگذاری علاقہ بہاولپور کو ہدایت قطعی دی جاوے گی تاکہ تاجروں کو بعد لینے محصول مقررہ کے کسی حد پر نہ روکیں یعنی بہانہ محصول جدید یا کسی اور حیلہ سے ان کی سد راہ نہ ہوں۔

شرط ہشتم

جو محصول واسطے لین دریائے مذکورہ بالا مقرر ہوگا۔ صرف انہی اشیاء تجارت سے متعلق ہوگا۔ جو اس رستہ سے گذر کریں گے۔ اور اس کو کچھ واسطہ اس محصول سے نہ ہوگا۔ جو دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گذرنے کے لئے مقرر ہو جو کہ گھاٹ پر لیا جاتا ہے القصہ دونو قسم کے محاصل مثل سابق قایم اور برقرار رہیں گے۔

شرط نہم

جو تاجر لین مذکور میں گذر کریں ان کو لازم ہے کہ جب تک علاقہ نواب میں رہیں۔ اس وقت تک حکومت نواب کا بہت لحاظ رکھیں اور کوئی امر خلاف انتظام ملک و مذہب ساکنان ملک کے عمل نہ لاویں۔

شرط دہم

جس قدر محصول کا استحقاق نواب صاحب کو ہوگا۔ اسی قدر اس کے اہلکاروں کی معرفت مقامات مقررہ پر وصول کیا جائیگا۔

شرط یازدہم

جو اہلکار واسطے تلاشی اشیاء اور تحصیل محصول کے منجانب سرکار بہاولپور مامور ہوں گے۔ وہ مقامات مٹھن کوٹ اور سبزی کے قیام کریں گے اور سوائے مقامات مذکورہ بالا کے اور کسی مقام پر کشتیاں روکی نہ جاویں گی۔ اور نہ تلاشی اسباب کی ہوگی۔

شرط دوازدہم

جب اشخاص کشتیاں اپنی خوشی سے کسی مقام پر ٹھہرائیں یا کچھ اسباب وہاں اتاریں۔ یا

کچھ اسباب لاویں تو ایسے اسباب پر محصول سرکار بہاولپور اسباب کے لادنے سے پہلے اور اترنے کے بعد حسب منشاء شرط ہشتم لیں گے

شرط سیزدہم

جو سپرنٹنڈنٹ مٹھن کوٹ میں ٹھہریگا وہ اسباب کی تلاشی لے کر اور محصول وصول کر کے پروانہ راہداری دے گا۔ جسمیں تفصیل اسباب وسواری درج ہو گی۔ جب یہ کشتی ہری کے پہنچے گی تو سپرنٹنڈنٹ مقام مذکورہ کا فہرست راہداری کا مقابلہ اسباب سے کرے گا۔ اور جو اسباب زائد پایا جائے گا۔ اس پر زائد محصول لیا جائے گا۔ اور باقی اسباب جس کا محصول مٹھن کوٹ پر لیا جائے گا۔ بلا روک جانے دیا جائیگا۔

شرط چہاردہم

یہی طریق نسبت اس اسباب کے مرعی رہے گا۔ جو مقام ہری کے سے مٹھن کوٹ کو جائے گا۔

شرط پانزدہم

اہلکاران نوابصاحب ان سوداگروں کی جو آمد و رفت کریں حتیٰ المقدور حفاظت کریں گے۔ اور تاجر کسی مقام پر اگر شب باش ہوں۔ تو ان کو لازم ہے کہ وہ تھانہ دار یا کسی اور ذی اختیار اہلکار کو پروانہ راہداری دکھا کر حفاظت طلب کریں۔

شرط شانزدہم

شرائط عہدنامہ ہذا کی من کل الوجوہ خواہ بنا برانتظام ملک نواب اور خواہ درباب تجارت جو ہیں سب کا لحاظ دونوں سرکاروں کو رہے گا۔ اور وہ سب واسطہ اتحاد ابدی فیمابین ہر دو سرکار کے ہوں گے۔

المرقوم مقام بہاولپور — تاریخ ۲۲ر فروری ۱۸۳۳ء

مہر کمپنی — دستخط ڈبلیو سی بنٹنک

تصدیق کیا گورنر جنرل بہادر نے با جلاس کونسل بتاریخ ۱۳ر ستمبر ۱۸۳۳ء

اس عہدنامہ کے مکمل ہونے پر حسب منشاء شرط چہارم عہدنامہ لفٹیننٹ میکسن صاحب بہاولپور کے پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہوئے۔

۱۵ مارچ ۱۸۳۵ء کو اس عہدنامہ کا ایک تتمہ معرضِ تحریر میں لایا جاکر مکمل کیا گیا۔ جو کمپنی کی مہر اور دستخط گورنر جنرل باجلاس کونسل سے منظور ہو کر جاری ہوا

اکتوبر ۱۸۳۸ء کو لفٹیننٹ میکسن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ کے ذریعہ ایک جدید عہدنامہ متعلق شرائط محصول کشتی ہائے تجارتی لکھا جاکر ۱۱ اکتوبر ۱۸۳۸ء کو باجلاس کونسل منظور ہوا۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ترجمہ عہدنامہ

فیمابین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی و نواب بہاول خان بہادر
نواب بہاولپور منعقدہ لفٹننٹ ایف میکسن صاحب منجانب آنریبل
ایسٹ انڈیا کمپنی باختیارات عطیہ رائٹ آنریبل جارج آکلنڈ جی سی بی
گورنر جنرل کشور ہند و منشی چوکس رائے منجانب نواب بہاول خان بہادر
حسب اختیارات عطیہ نواب موصوف

(۱) دوستی و اتفاق و یکجہتی فیمابین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب بہاول خان بہادر اس کے ورثاء جانشینوں کے جاری رہے گی۔ اور ایک فریق کے دوست و دشمن دوسرے فریق کے کے دوست دشمن تصور کئے جائیں گے۔

(۲)۔ سرکار انگریزی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ دار الریاست بہاولپور و ملک بہاولپور کی حفاظت کریں گے۔

(۳)۔ نواب بہاول خان اور اس کے ورثاء و جانشین سرکار انگریزی کے تابع حکم رہیں گے۔ اور اس کی حکومت اعلیٰ کو تسلیم کریں گے۔ اور کسی اور رئیس یا حکومت سے تعلق نہیں رکھیں گے

(۴)۔ نواب اور اس کے ورثاء و جانشین کسی رئیس و حکومت غیر سے بلا اطلاع و منظوری سرکار انگریزی دوستی و اتفاق نہیں کریں گے۔ مگر معمولی تحریرات دوستانہ اپنے دوستوں و یگانوں سے جاری رکھیں گے۔

(۵)۔ نواب اور اس کے ورثاء و جانشین کسی پر زیادتی نہ کریں گے۔ مگر اتفاقاً کسی سے تکرار واقع ہوگی تو وہ سپرد ثالثی سرکار انگریزی کی جاوے گی۔

(۶)۔ سرکار بہاولپور وقت ضرورت فوج سے سرکار انگریزی کی مدد کرے گی۔

(۷)۔ نواب اور اس کے ورثاء اور جانشین حاکم کل اپنے ملک کے رہیں گے۔ اور انتظام انگریزی

اس علاقہ میں داخل نہ ہو گا۔

یہ عہدنامہ سات شرائط کا منعقد ہو کر اس پر مہر و دستخط لفٹنٹ میکین صاحب اور منشی چوکس رائے کے ہوئے۔ اور تصدیق و منظوری اس کی رائیٹ آنریبل گورنر جنرل بہادر اور نواب بہاولخان بہادر کی آج کی تاریخ سے چالیس روز کے عرصہ میں ہو کر فیمابین دی جاوے گی۔

المرقوم احمدپور تاریخ ۵۔ اکتوبر ۱۸۳۸ء مطابق ۱۴ رجب ۱۲۵۴ھ

مہر گورنر جنرل دستخط آکلینڈ

تصدیق و منظور کیا۔ گورنر جنرل بہادر نے بمقام شملہ بتاریخ ۲۲ ماہ اکتوبر ۱۸۳۸ء

محمد یعقوب خان

۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء میں نواب صاحب محمد یعقوب خان وزیر کے مکان پر بتقریب شادی ختنہ فرزندان محمد مراد و غلام محمد تشریف فرما ہوئے۔ اور شادی کے اہتمام اور طلائی ظروف و اسباب قیمتی دیکھ کر ملول ہوئے کیونکہ اُسنے زرا جارہ ڈیرہ غازی خان حکومت لاہور میں نہیں بھجوایا تھا۔ اور اس قدر مال اپنے گھر میں جمع کیا ہوا تھا اس کی معزولی اور ہلاکت کا ایک سبب یہ پیدا ہو گیا۔ مال ضبط ہوا۔ لڑکیاں حرم سرائے میں داخل ہوئیں۔

شاہ شجاع الملک

اسی سال نواب صاحب نے لارڈ اکلینڈ صاحب بہادر گورنر جنرل ہندوستان کے ایما سے شاہ شجاع الملک کا استقبال بڑے تزک و احتشام سے کیا۔ ان کے کمپ کے لئے رسد۔ باربرداری۔ درستی و صفائی سڑک ہا۔ و پل ہا۔ و فراہمی کشتی ہائے مطلوبہ کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ اور شاہ شجاع الملک کے شایانِ شان ضیافت اور مہمانداری۔ قیام و آرام کا اہتمام فرمایا۔ اور شاہ شجاع الملک کے لئے کابل پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنی فوج مامور کر دی اور زیر کمان جمعدار غلام حسن خان و بہان خان گنڈا پور بادشاہ کے ہمرکاب بھجوا دی۔ اس فوج نے نہایت شجاعت اور بہادری کے ساتھ کابل کی مہم پر جان توڑ کوشش سے مہم سر کی۔

۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء ۱۸۳۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ مر گیا۔ اور اس کے بعد جلدی تمام علاقہ پنجاب سلطنت گورنمنٹ انگریزی میں شامل ہو گیا۔ اور اس امداد کے متعلق ۱۷ نومبر ۱۸۳۹ء کو گورنر جنرل ہند کا خریطہ مبارکباد موصول ہوا جس میں مملکت خداداد بہاولپور کی امداد کا شکریہ کے ساتھ اعتراف کیا گیا تھا۔

نواب صاحب نے اپنی فوج کی واپس کامیابی اور گورنمنٹ انگلیشیہ کی اس خوشنودی کی مسرت میں خوشی منائی اور ریاست کے تمام بڑے مقامات پر چراغاں کی گئی۔ سلامی کی توپیں سر ہوئیں۔

١٢٥٩ھ / ١٨٤٢ء اس قسم کے واقعات سے نواب صاحب کی ہواخواہی اور اخلاص کا نقش گورنمنٹ انگریزی کے حکام کے دل پر منقش ہوگیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب ٨ر دسمبر ١٨٤٢ء کا عہدنامہ فیمابین سرکار و میران سندھ مکمل ہوا۔ اور اس کے مطابق میران سندھ کے قبضہ سے کچھ حصہ ملک نکلکر سرکار انگریزی کے قبضہ میں آگیا۔ تو سرکار انگریزی نے بہاول پور کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کوٹ سبزل۔ بھونگ۔ بھارہ کا علاقہ نواب صاحب کو عطا کر دیا۔

١٢٦١ھ / ١٨٤٤ء میں امیر علی اکبرخان ولد امیر دوست محمدخان والئ کابل کی جانب سے دو تحریریں نوابصاحب کی خدمت میں بھیجی تھیں۔ جس میں سرکار انگریزی کے خلاف سازش کی تحریک کی گئی تھی ان تحریروں کو نواب صاحب نے پیر ابراہیم خان نیٹو ایجنٹ بہاول پور کیطرف سے کیپٹن طامسن صاحب بہادر اسسٹنٹ ایجنٹ گورنر جنرل ہندوستان کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ اور سازش میں شامل ہونے انکار کر کے رمضان خان افغان آوندہ مراسلہ کو ریاست سے بدر کرا دیا۔ گورنمنٹ انگریزی نے نوابصاحب کے اس مخلصانہ جذبہ کا بہت شکریہ ادا کیا۔

فروری ١٨٤٤ء میں جب برٹش گورنمنٹ کے افسران رابرٹ ہیملٹن صاحب ایجنٹ گورنر جنرل میجر فریڈرک صاحب اور کیپٹن مارسین صاحب ریاست بہاولپور کی شرقی سرحد کی حدبندی کرنے پر مامور ہوئے نوابصاحب نے فیاضی سے ان کا استقبال کیا۔ اور ان کی شایان شان مدارات کی۔ اور انہوں نے نواب صاحب سے بایماء گورنر جنرل بہادر ہند علاقہ وٹوان کے لئے استدعا کی کہ یہ علاقہ سرکار انگریزی کی حدود میں شامل کر دیا جائے۔ نواب صاحب نے نہایت ہی خوشی اور فراخدلی سے گورنمنٹ کی منشاء کے مطابق اپنے مقبوضات میں سے وٹوان کا مشہور اور سرسبز علاقہ جس پر عـ٢٥ـہ ہزار روپیہ سالانہ مالیہ قائم ہوتا تھا۔ بلاکسی معاوضہ کے گورنمنٹ کو عطا کر دیا۔ اسی سال میں نواب صاحب نے ریگستان میں احمد پور شرقیہ کے جنوب میں اپنی اقامت کے لئے موقعہ پسند فرما کر محل حرم سرائے کچہری بنگلہ وغیرہ تعمیر کرائے اور ڈیرہ مبارک سے موسوم کیا

١٢٦١ھ / ١٨٤٥ء مارچ ١٨٤٥ء میں لفٹیننٹ کننگھم صاحب ایجنٹ و پیر ابراہیم خان نیٹو ایجنٹ منجانب ریاست بہاولپور اور کیپٹن میکسن صاحب منجانب ایجنٹ راجپوتانہ۔ بیکانیر اور بہاولپور کی سرحد قائم کرنے پر تعینات ہوئے ریاست بہاولپور اور ریاست بیکانیر کے درمیان ایک سرحدی خط قائم کر کے پختہ برجیاں تعمیر کرا دی گئیں۔ اور ان برجیوں کو مستقل سرحدی نشان قرار دیا گیا۔

ہنگامہ ملتان ۱۸۴۸ء

بغاوت ملتان اور بہاولپور کی امداد

ملتان۔ دیوان ساون مل کے بڑے لڑکے دیوان مولراج کے زیر انتظام تھا۔ اس نے گورنمنٹ کے ماموره افسر کو چارج نہ دیا۔ اور بغاوت کی۔ گورنمنٹ نے اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے اپنے مخلص اور وفادار دوست نواب بہاول خان سے امداد طلب کی۔ نواب صاحب نے ایک ہزار چارسو انچاس سوار اور سات ہزار ایک سو پینتیس سپاہی پیادے۔ سامان رسد اور بار برداری بہت بڑی مقدار میں بہم پہنچا دیا۔ جولائی ۱۸۴۸ء میں بہاولپور کی افواج ملتان کے قریب سرکار انگریزی کی فوج کے ساتھ شامل ہو کر دیوان مول راج کی فوج کے مقابل ہوئیں سخت جنگ ہوئی۔ بہاولپور کی فوج نے جانفشانی اور استقلال کے ساتھ یہ ہنگامہ سر کیا۔ دیوان مولراج کا لشکر ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

یکم ستمبر ۱۸۴۸ء کو پھر دیوان کی فوج سے بمقام جوگ مایا مڈبھیڑ ہوئی۔ یہ ہنگامہ پہلی لڑائی سے نہایت سخت تھا۔ مگر آخرکار بہاولپور کی افواج نے ہمت، شجاعت اور پامردی کے ساتھ یہ میدان بھی جیت لیا۔ اور سرکار انگریزی کی فتح ہوئی

اس کے بعد بھی کئی ایک چھوٹی چھوٹی جھڑپیں اور لڑائیاں ہوئیں۔ آخرکار ۲۰ جنوری ۱۸۴۹ء کو دیوان مولراج نے اپنے آپ کو سرکار انگریزی کے حوالہ کر دیا اور بہاول پور کی بلند ہمت اور بہادر افواج کی جاں نثاری اور امداد سے قلعہ ملتان پر سرکار انگریزی کا پرچم اقبال و ظفر مندی لہرانے لگا۔

اس جنگ کی اہم خدمات کے متعلق ۲۹ جنوری ۱۸۴۹ء کو کپتان ایڈورڈ کیل صاحب بہادر نے بہاولپور پہنچکر نواب صاحب کے اس عظیم الشان امداد کا شکریت کے ساتھ اعتراف کیا۔ اور فتح ملتان کے سلسلہ میں خلعتیں اور خوشنودی کے پروانے افسران اور ملازمان فوج کو دئیے گئے۔ دیوان چھر کنڈ مل بخشی فوج کو ایک بیش بہا خلعت عطا کی گئی اور گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے نواب صاحب کو شکریہ کا خریطہ موصول ہوا۔

اعتراف خدمات ملتان

نوابصاحب کی اس عظیم الشان خدمت کو گورنمنٹ انگریزی نے بہت مسرت اور شکرگذاری اور استحسان سے دیکھ اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ الاونس نواب صاحب کیلئے تاحیات مقرر کیا۔ اور آٹھ لاکھ روپیہ بطور انعام و صلہ خدمات بہاول پور کی فوج میں تقسیم کرنے کے لئے نقد مرحمت کیا (اردو- تذکرہ رؤسا پنجاب جلد دوم ص ۲۶۰)

اس سلسلہ میں لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل کشور ہندوستان نے ۳۱ دسمبر ۱۸۴۹ء کو ملتان میں ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا۔ اور اس دربار میں اپنے ہاتھ سے طلائی کنگن نواب صاحب کو پہنائے اور ایک

مرصع بیش بہا ولایتی شمشیر نواب صاحب کی کمر میں باندھی۔ اور اس امداد کا پھر شکریہ ادا کیا۔

نوابصاحب اپنے بڑے فرزند حاجی خان کی نسبت اپنے تیسرے فرزند سعادت یار خان کو زیادہ پیارا رکھتے تھے اور اسی کیلئے اپنی ولیعہدی بھی منظور فرمائی تھی۔

صاحبزادہ سعادت یار خان

۱۲۵۸ھ میں اس صاحبزادہ کو چیچک کا عارضہ ہوا تھا جس میں اس کی بائیں آنکھ ضائع ہوگئی تھی ۱۸۴۲ء اس صاحبزادہ کی شکایت کے اثر سے نواب صاحب نے اپنے بڑے لڑکے حاجی خان کو نظربند بھی فرما دیا تھا اور زہر دینے کی کوشش بھی کی مگر ان تدابیر کا نتیجہ آخر میں بحق حاجی خان مرتب ہوا۔

۲۸ سال کے کامیاب اور شاندار حکومت کے بعد اس باقبال اور ہر دلعزیز نیک نام نواب صاحب نے

انتقال

۵ محرم ۱۲۶۹ھ (۱۹ اکتوبر ۱۸۵۲ء) کو انتقال فرمایا۔ سات دن پہلے ۱۲ اکتوبر ۱۸۵۲ء کو بخار شدید چڑھا تبدیل آب و ہوا کے لیے ڈیراور تشریف لے گئے۔ یکم محرم کو طبیعت سخت بیمار ہوگئی۔ ۱۷ اکتوبر کو اعضاء پر ورم اور غشی طاری ہوئی اور آخر ۱۹ کو آخر وقت آپہنچا۔

نواب صاحب نے اپنی یادگار میں چھ فرزند باقی چھوڑے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶
حاجی خان	محمد خان	سعادت یار خان	مبارک خان	گل محمد خان	عبداللہ خان

نوابصاحب کا چونکہ تعلق مریدی حضرت خواجہ سلیمان صاحب سے تھا۔ اور خواجہ صاحب کا ۷ صفر ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۰ء کو انتقال ہوا۔ اس سے نوابصاحب کی طبیعت کو صدمہ پہنچا۔ اور کئی دن تک سخت متاسف رہے اور خبر وفات مرشد سن کر فرمایا کہ قد قامت الی القیامۃ میرے لیے قیامت آگئی۔ اس رنج و غم میں آپ نے ڈاڑھی کا خضاب لگانا بھی ترک کر دیا۔ اس کے بعد طبیعت کے سنبھالنے اور غم غلط کرنے کے خیال سے آپ نے دہلی اور اجمیر

سفر اجمیر

کا سفر اختیار کیا تاکہ بزرگان کے مزارات پر جاکر کچھ تسکین روحانی اور اطمینان قلب حاصل کریں۔ اسی سلسلہ میں آپ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ (۲۴ جنوری ۱۸۵۱ء) کو ڈیراور سے سوار ہو کر غرہ جمادی الاول کو فیروزپور ۱۹ کو کرنال۔ یکم جمادی الثانی کو شاہجہان آباد سے قطب صاحب ۱۸ کو چےپور ۲۷ کو اجمیر شریف پہنچے۔ پچاس سے زیادہ امیر و مصاحب چار صاحبزادے اور ضروری فوج سوار و پیدل ہمرکاب تھی۔ دہلی اور دیگر مقامات کے مزارات پر بھی نذر نیاز کرتے گئے اور اجمیر شریف حضرت خواجہ کی مزار پر پانچ ہزار روپیہ نذر کیا۔ مجاوران۔ ملازمان اور متعلقین کی بہت خدمت کی اور دو ہزار روپیہ

صرف کر کے دیگ پکوائی اور ۲۷ر رجب ۱۲۶۷ھ کو بہاولپور واپس آئے۔

نواب صادق محمد خان ثالث

نواب ہفتم

ولادت	مسند نشینی	معزولی	وفات	عمر	مدت حکومت
۳ر محرم ۱۲۴۶ھ	۵ر محرم ۱۲۶۹ھ ۹ر اکتوبر ۱۸۵۲ء	۱۰ر جمادی الاول ۱۲۶۹ھ ۲۲ر فروری ۱۸۵۳ء	۱۸۶۱ء		چار ماہ ۸ یوم

مشہور واقعات

- صاحبزادہ حاجی خان کی نظر بندی
- تقرر ارکین ریاست
- خلعت مسند نشینی اور دربار
- تخفیف اخراجات ریاست
- جمعدار احمد خان کی معزولی
- صاحبزادہ حاجی خان کی رہائی اور مسند نشینی
- نواب صاحب کی مایوسی طلب امان و اطاعت لاہور کی روانگی وظیفہ اور وفات

سعادت یار خان کی وفات بحالت معزولی

نواب بہاول خان ثالث کی وفات پر ان کی قرارداد اور فرط محبت کے مطابق نواب صاحب کا تیسرا لڑکا سعادت یار خان بہ لقب صادق محمد خان ثالث مسند نشین ہو گیا۔ کیونکہ نواب بہاول خان نے اس کی ولیعہدی کی تحریک کر کے منظوری حاصل کر لی تھی۔ یہانتک کہ ولیعہدی کی منظوری بھی ۱۵ر جنوری ۱۸۵۱ء کو گورنمنٹ کیطرف سے آگئی تھی۔ اور خلعت منظوری بھی پہنچ گیا تھا۔ مسند نشینی کے بعد بخوف بغاوت اس نے اپنے بڑے بھائی حاجی خان

کو فتح گڑھ کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اور باقی صاحبزادوں کو بھی خانہ نشین کر دیا۔ تاکہ شورش برپا نہ ہو۔

افسران اور ارکین ریاست کا تقرر اور ان کے فرائض کی قرار داد کر دی۔

خلعت مسند نشینی گورنمنٹ انگریزی سے بوساطت سر جان لارنس بہادر چیف کمشنر ممالک پنجاب ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۶۹ھ کو وصول ہوا۔ اس کے متعلق جشن منایا گیا۔ اور دربار عام منعقد کیا گیا۔ نواب صاحب نے سر جان لارنس کے مشورہ سے ریاست کے بڑھے ہوئے غیر ضروری اخراجات کو تخفیف کر دیا۔ چڑیا خانہ تخفیف کر کے تمام جانور اور پرندے رہا کر دئیے گئے۔ اور اس تخفیف کے عمل سے رعایائے بہاولپور میں ناراضی کے جذبات پھیل گئے۔ بالخصوص داؤد پوترگان میں بہت جوش ناراضی بڑھ گیا۔ کیونکہ ان کے اکثر معمول بند کر دئیے تھے۔ اور ان کے حفظ مراتب میں کمی کر دی گئی تھی۔ کپتان جان ہول کو اپنی ذاتی مخاصمت کی وجہ سے ملازمت دیرینہ سے علیحدہ کر کے ریاست بدر کر دیا۔ اس سے بھی کچھ لوگ ناراض ہوئے

۱۱ محرم ۶۹ھ (۲۵ اکتوبر ۱۸۵۲ء) نواب صاحب نے جمعدار احمد خان کو معزول کر دیا اور وہ دریا پار چلا گیا۔ اور اس شکایت پر کہ اس کا منشی عبدالکریم جادو وغیرہ کرتا ہے۔ منشی عبدالکریم کے دو دانت تڑوا کر اسکو مچھلی اور تیل سیاہ پلا دیا۔ تاکہ جادو وغیرہ اس کا کارگر نہ ہو۔

نواب صاحب کو معلوم ہوا۔ کہ فقیر سراج الدین درپردہ صاحبزادہ حاجی خانصاحب سے ساز باز رکھتا ہے مبادا کوئی حرکت غیر مطبوع اس سے سرزد ہو۔ اس لئے نواب صاحب نے اس کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ فقیر سراج الدین کو بھی پتہ مل گیا۔ وہ فوراً ریاست سے نکلکر آدم واہن چلا گیا۔ اور اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی۔

مولوی مظفرالدین نبیرہ مولوی شیر علی سابق ملازم صاحبزادہ حاجی خانصاحب آدم واہن میں فقیر سراج الدین کے پاس پہنچا اور اس کے مشورہ سے خانپور پہنچکر عاقل خان۔ سردار خان اچرانیاں کو مصارف کیلئے ایک ہزار روپیہ بھی دیا تاکہ وہ حاجی خان کو قید سے رہا کروا دیں۔ چنانچہ سہگل خان۔ بہرام خان چانڈیہ۔ علی بخش وشنی۔ احمد خان دشتی۔ خدا بخش خان ہلانی بھی ان کے متفق ہو گئے۔ اور فاتحہ خیر پڑھکر ۸ فروری ۱۸۵۳ء (۲۹ ربیع الثانی ۶۹ھ) کو قلعہ فتحگڑھ پہنچے اور آمارام قلعدار سے قلعہ کی چابی طلب کی۔ اس کے انکار پر کلہاڑی سے دروازہ کھولدیا۔ اور صاحبزادہ حاجی خان کو شباشب یہ لوگ نکال کر تین میل تک کندھوں پر اٹھا لائے۔ اور پھر اونٹ پر سوار کر کے خانپور پہونچے۔

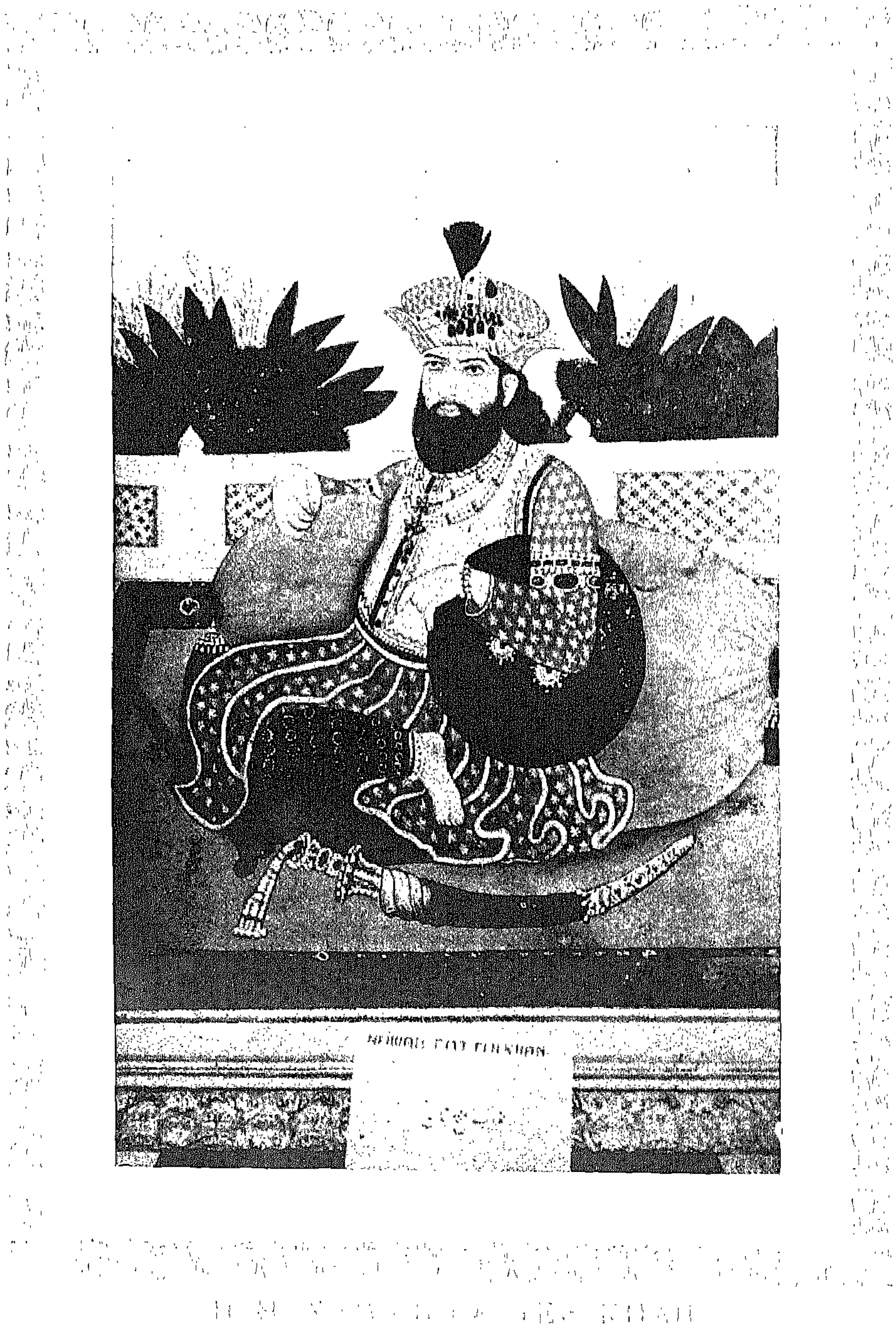
نواب صاحب کو بھی اس امر کی اطلاع ہوئی۔ اور صاحبزادہ حاجی خان کی گرفتاری اور ان کے ہوا خواہوں کے ساتھ مقابلہ اور جنگ کرنے کی کوشش بھی ہوئی۔ مگر اس جماعت نے صاحبزادہ حاجی خان کو خانپور میں لا کر

. . . مسند نشین تخت آبائی کر دیا۔ اور دربار منعقد کرکے اس کی نوابی اور حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور لقب فتح خان تجویز کر دیا۔ نواب صاحب کی تمام کوششیں اور لڑائیاں صاحبزادہ حاجی خان صاحب کے مقابلہ میں کچھ کارگر نہ ہوئیں۔ اور صاحبزادہ صاحب کی جماعت روز بروز بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ وہ احمد پور پہنچ گئے اور نواب صاحب نے حکومت سے مایوس ہو کر جب اپنی حالت کو خطرہ میں محسوس کیا۔ تو سوائے اطاعت اور امان طلبی کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا صاحبزادہ اللہ بخش فرزند حاجی خانصاحب کو معہ اُس کی والدہ اور سید سردار شاہ کو معہ قرآن مجید کے اس غرض سے حاجی خانصاحب کی خدمت میں احمد پور بھیجا۔ کہ آپ میرے کردار سے درگذر فرما دیں اور قتل سے امان دیں۔ چنانچہ حاجی خان صاحب نے صادق محمد خان کے قتل سے درگذر کیا۔ اور ۲۳ر فروری ۱۸۵۳ء کو بامن و امان و ظفر مندی معہ افواج قلعہ دیراور پر قبضہ کرکے سجدہ شکر الٰہی بجا لایا۔ صادق محمد خان ثالث نے اپنی جان کی امان حاصل کرکے چار ماہ پانچ یوم حکومت کے بعد ۲۳ر فروری ۱۸۵۳ء کو اپنی معزولی کا علی الاعلان اظہار کرکے حکومت سے سبکدوشی کا اقبال کیا۔ اور اس کے بعد وہ نظر بند کیا گیا۔ اور پھر لاہور لیجایا گیا۔ ریاست کی طرف سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مگر ریاست میں ان کے امدادی گروہ نے پھر ان کی انگیخت سے شورش بپا کرنی چاہی اور خود سعادت یار خان نے گورنمنٹ کو لکھا کہ وہ تاحیات تخت بہاولپور کے دعویٰ سے دست بردار نہ ہوگا۔

اسی حالت میں انہوں نے ۱۸۶۱ء میں انتقال کیا۔

آپ نے جو مسند نشین ہو کر اراکین ریاست کا تقرر کیا وہ حسب ذیل ہیں۔

وزیر	منشی چوکس رائے
سرپرست توشہ خانہ	منشی سلامت رائے
میر منشی	منشی خان چند (برادر منشی چوکس رائے)
مستوفی دفتر و منتظم دیوانی۔	ملا جیون



نواب حاجی خان عرف فتح خان

نواب ہشتم

مسند نشینی	انتقال	مدت حکومت
۱۱ر جمادی الاول ۱۲۶۹ھ	۲۴ صفر ۱۲۷۵ھ	پانچسال
۲۳ر فروری ۱۸۵۳ء	۳ر اکتوبر ۱۸۵۸ء	چھ ماہ

تفصیل واقعات

سعادت یار خان معزول کے حالات	خلعت مسند نشینی گورنمنٹ کی جانب سے	تیاری قانون دادوستد مجرمان	غدر ہند ۱۸۵۷ء
لمر کے داؤد پوتروں کی سازش	ولادت صاحبزادہ محبت خان	تخفیف محاصل مال تجارت و محصول عبور دریا	شادی کتخدائی صاحبزادہ محمد تمیاز خان
برآمدگی دفینہ	تیاری بنگلہ سنگ مرمر	موتراشی صاحبزادہ محبت خان	رحلت صاحبزادہ نصیر خان

انتقال نواب صاحب

سعادت یار خان کے خلع پر صاحبزادہ حاجی خان بہ لقب نواب فتح خان مسند حکومت بہاولپور پر جلوہ افروز

۱۸۵۲ء۔ اور صادق محمد خان (سعادت یار خان) کو نظر بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد پہلا کام تقرر اراکین کا کیا اور حسب ذیل ارکان حکومت تجویز ہوئے

۱۔ وزیر۔ فقیر سراج الدین ۲۔ جنرل فوج۔ فقیر شہنواز الدین (برادر وزیر)

۳۔ کرنل فوج۔ آغا اقبال مخنث (اصل نام رمضان خسرو تھا) ۴۔ سپہ سالار۔ عاقل محمد خان اچرانی

۵۔ بخشی فوج۔ محمد یار خان اچرانی ۶۔ داروغہ توشہ خانہ۔ فاضل محمد کھیری

۷۔ داروغہ آبدار خانہ۔ عاقل محمد ۸۔ پروانہ نویس۔ مولوی مظفر الدین

۹۔ اتالیق شہزادہ۔ مولوی ظہور الدین ۱۰۔ قاضی القضات۔ مولوی جمیل الدین

۱۱۔ قاضی احمد پور و بہاولپور۔ مولوی محمود الدین

۱۲۔ جمعداران۔ سردار خان اچرانی۔ محمد عارف۔ اسد خان۔ اللہ بچایا خان ۱۳۔ کاردار بہاولگڑھ۔ سید محمد شاہ

۱۴۔ سرپرست توشہ خانہ و منصرم حرم سرائے۔ دیوان نیا ہو رام

۱۵۔ منصرم عدالت شرعی۔ مولوی جمیل الدین۔ مولوی فیض محمد۔ مولوی ولی محمد۔ قاضی احسن اللہ

اسی سلسلہ تقرر میں احمد خان ظہیری جمعدار کو صدر سے باہر خانپور کے انتظام کے لئے مامور کیا گیا۔

سعادت یار خان ۵ مارچ ۱۸۵۳ء کو ریاست بہاولپور کے نیٹو ایجنٹ پیر ابراہیم خان نے مسٹر جان لارنس چیف کمشنر ملتان کا مراسلہ نواب صاحب کی خدمت میں پیش کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ صادق محمد خان (سعادت یار خان) کو معہ اطفال و عیال ملتان بھجوا دیا جائے۔ نواب صاحب نے جواب دیا کہ مجھے سرکار انگریزی کے حکم کی تعمیل میں عذر نہیں۔ مگر صادق محمد خان کے ریاست سے باہر بھجوانے میں میری اور ریاست کی بدنامی ہوگی۔ میں نے اگر اپنے حق وراثت کے لئے کوشش کی ہے تو یہ میرا حق تھا صادق محمد خان کے ساتھ میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں نے اس کی وقعت اور اعزاز میں کمی نہیں کی۔ اس قسم کی خط و کتابت ہوتی رہی۔ آخر نواب صاحب نے سعادت یار خان کی سولہ سو روپیہ ماہوار پنشن مقرر کر کے ۱۲ اپریل ۱۸۵۳ء کو ایک سو سواروں کی حفاظت میں بحکم گورنمنٹ انگریزی ملتان بھجوا دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد جب سعادت یار خان کی طرف سے بہاولپور کی حکومت حاصل کرنے کے لئے پھر کوشش اور سازش شروع ہوئی اور ۱۱ فروری ایک رقعہ سعادت یار خان کا پکڑا گیا جو داؤد پوتروں کے نام تھا۔ اور جس کا مضمون یہ تھا۔ اخوت پناہان بدانند۔ برہمت شما آفرین۔ آیندہ تمامی کار بزودی تر نمایند کہ ... شما بہ سرکار خواہد کرد بیدو شما از سرکار بہرہ یاب نواختہ شد زیادہ خیریت (مہر صادق محمد خان)

اور ۲۲ مارچ ۱۸۵۲ء کو اس کا ایک خط چیف کمشنر کے نام اس مضمون کا موصول ہوا "کہ میں نے اپنے حق وراثت کو نہ اپنی مرضی سے ترک کیا ہے اور نہ مرتے دم تک اس حق کو چھوڑونگا"

گورنمنٹ انگریزی نے سعادت یار خان کو آمادہ فساد۔ اور مخل امن ریاست دیکھ کر قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیا اور تنبیہاً مشاہرہ بھی نصف کر دیا۔ اور یہ قرار دیا کہ وہ اور ان کی اولاد کبھی ریاست بہاولپور کی حکومت پر متمکن نہ ہو گی۔ سعادت یار خان اپنے خیال پر مستحکم رہا۔ اور اس نے اپنی ہوا خواہ جماعت کو بھی بغاوت پر انگیختہ کیا۔ مگر گورنمنٹ برطانیہ کے انتظام سے اس باغیانہ کوشش کو دبا دیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ۱۸۶۲ء میں سعادت یار خان کا اسی حالت کے اندر لاہور میں انتقال ہو گیا۔

خلعت مسند نشینی | ۱۱ جون ۱۸۵۳ء کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے بوساطت صاحب چیف کمشنر ملتان خلعت مسند نشینی بہاولپور میں پہنچی۔ اور جب معتمدان اس خلعت فاخرہ کو احمد پور میں لائے۔ تو صاحبزادہ رحیم یار خان کو نواب صاحب نے استقبال پر مامور کیا۔ سلامی ہوئی اور نواب صاحب نے ایک عالیشان دربار منعقد کر کے خلعت کو پہنا اور گورنر جنرل بہادر کا شکریہ ادا کیا

نواب محمد بہاول خان مرحوم ثالث کے جو احکام اور پروانے سعادت یار خان نے منسوخ کر دیئے تھے۔ وہ سب بحال کر دیئے گئے متاجر روزینے اور مشاہرے پھر جاری کئے گئے۔

قانون داد وستد مجرمان | ۱۴ نومبر ۱۸۵۴ء کو مسٹر ہملٹن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر نے ان مجرمان علاقہ انگریزی کے واسطے جو ارتکاب جرائم کے بعد حدود بہاولپور میں بھاگ آتے تھے اور پناہ لیتے تھے ایک دستور العمل داد وستد تیار کیا۔ اور جاری کیا گیا۔

غدر ۱۸۵۷ء | مئی ۱۸۵۷ء میں غدر ہوا۔ تمام شمالی ہندوستان میں اس آگ کے شعلے پھیل گئے۔ سرکار انگریزی کو اس نازک موقعہ پر نواب صاحب سے فوج اور مال کی بہت بڑی امداد ملی۔ جو شکر گذاری سے قبول کی گئی۔ چنانچہ مسٹر اولیور صاحب سپرنٹنڈنٹ سرسہ کے خط موصول ہونے پر بہادل گڑھ کی متعینہ فوج کو بنگلہ فاضل کا بھجوایا گیا۔ اور جان لارنس صاحب کی استدعا پر فوراً پانچسو سوار اور پانچسو پیادے بمقام سرسہ بھجوائے گئے۔ اور تا اختتام ہنگامہ تمام گردو پیش کے حالات پر قابو رکھنے کی کامیاب کوشش جاری رہی۔ یہانتک کہ ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو تسخیر دہلی کی اطلاع موصول ہوئی اور غدر کی آگ فرو ہوئی۔ نواب صاحب نے گورنمنٹ انگریزی کی اس ظفر مندی اور مبارک موقعہ کی یادگار میں اپنی ریاست کے صدر مقامات میں چراغ بندی کرائی اور سلامی کی توپیں

سر کرائیں۔ اور خوشی کا عمدہ نظارہ قائم رہا۔ لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں تہنیت نامہ فتح و کامیابی لکھا گیا

لمہ کے داؤد پوتروں کی سازش

آخیر ۱۸۵۴ء اور آغاز ۱۸۵۵ء (مطابق ۱۲۷۱ھ) میں خانپور کے داؤد پوتروں نے الہ آباد کے رؤسا داؤد پوتروں کیساتھ شامل ہو کر یہ منصوبہ تیار کیا۔ کہ نوابصاحب کو حکومت سے معزول کر کے اس کی جگہ صاحبزادہ محمد عبد اللہ خان برادر سوم نوابصاحب کو تخت نشین کر دیا جائے اس افواہ کو سن کر نواب صاحب نے صاحبزادہ محمد عبد اللہ خان۔ محمد مبارک خان اور گل محمد خان کو نظر بند کر دیا۔ اس سازش میں فقیر سراج الدین کی شمولیت پائی گئی۔ اس کو مع اس کے لڑکے کے قلعہ ڈیراور میں رکھا گیا۔ ان سے اسلحہ واپس لئے گئے تو اس نے دو طمنچے اور دو آبدار تلواریں چھپا کر رکھ لیں۔ نواب صاحب نے حکم دیا کہ ڈیراور سے نکالکر کسی چولستانی قلعہ میں بند کر دیا جائے۔ فقیر سراج الدین نے انکار کیا۔ گرفتاری کیلئے ایک جماعت تیار ہوئی۔ فقیر نے بھی علی بخش دشتی کے منہ پر طمنچہ کا وار کیا۔ لڑائی ہوئی وہ اور اس کا ہمراہی شہنواز الدین زخمی ہوئے۔ اور نواب صاحب کے پیش ہوئے۔ جمعدار احمد خان کے ایماء سے فقیر سراج الدین نوبت کو راہی ملک بقا ہوا۔ فقیر شہنواز الدین کا علاج ہوا۔ وہ اچھا ہو گیا۔ اس کو کچھ عرصہ کے بعد لاہور سے فقیر چراغ الدین آکر لاہور واپس لے گیا۔ تحقیقات پر معلوم ہوا۔ کہ پیر بخش غوری اس فساد کا بانی مبانی ہے۔ اور وہ لاہور جا کر صادق محمد خان (سعادت یار) سے مل کر کچھ روپیہ بھی مفسدوں کی امداد کے لئے حاصل کر آیا ہے اور سوایا خان داؤد پوترہ (صاحبزادہ عبد اللہ خان کے خسر) کے نام کوئی خط بھی لایا ہے۔ چنانچہ سوایا خان کو بھی نظر بند کر دیا گیا۔

ولادت صاحبزادہ

۲۶ ربیع الاول ۱۲۷۲ھ (۷ دسمبر ۱۸۵۵ء) شب جمعہ کو فرزند پیدا ہوا۔ مہر شاہ مورخ نے تاریخ لکھی (محبت خان عباسی زداؤد)
۱۲۷۲ھ

تخفیف محاصل مال تجارت و محصول عبور دریا

۱۲ جنوری ۱۸۵۶ء کو جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر و ایجنٹ گورنر جنرل کی جانب سے ایک روبکار جاری ہوئی۔ جسکا خلاصہ یہ تھا "۔ علاقہ بہاولپور میں طریق اخذ محصول مائز برآمد رفت مال تجارت بشرح سنگین تھا بیوپاریان و تجار کی زیر باری تھی سکھر اور فیروز پور کے درمیان اب سڑک بن گئی ہے۔ اس لئے آمد رفت مال بذریعہ ڈاک نشتران تمام آسائش سے ہو گئی۔ اور بیوپاریان و تجار کی آسائی کے لئے نواب صاحب بہادر کی خدمت میں تخفیف محصول کے متعلق استصواب کیا گیا۔ نوابصاحب نے بنظر علو ہمتی و رفاہ عام شرح محصول تخفیف فرما

دی ہے۔ اور اس کے بعد منظور شدہ تخفیف کی تمام تفصیل درج ہوئی۔ جو مال تجارت بذریعہ سڑک یا بذریعہ عبور دریا ہو اس پر عائد کی گئی اس تخفیف کے عمل درآمد کے احکام جاری ہوئے۔

احمد خان جمعدار پیشی پھر نواب صاحب کی مصاحبت میں آگیا اور معز الدین خان خاکوانی خانپور کا کاردار مقرر ہو گیا۔ احمد خان نے رفتہ رفتہ بہت اثر پیدا کر لیا۔ یہاں تک کہ نواب صاحب کو بھی اس کے حالات سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ کیونکہ اس نے قرب سلطانی میں آ کر تمام با اثر اراکین کو نکلوا دیا یا نظر بند کرا دیا۔

شادی صاحبزادہ محمد رحیمیار خان و دفینہ | ۱۸۵۶ء میں صاحبزادہ محمد رحیمیار خان کی شادی کتخدائی فیروز خان بن قاسم خان اچرانی کی دختر سے ہوئی۔ اسی سال بمقام کوٹلہ شیخاں ایک ویران حویلی میں سے بیس ہزار روپیہ چلن محمود شاہی کا دفینہ برآمد ہو کر داخل سرکار ہوا

تیاری بنگلہ سنگ مرمر | ۱۲۷۲ھ میں ڈیوڑھی کے قریب باغ میں ایک چھوٹا سا بنگلہ سنگ مرمر کا تیار کرایا گیا

موتراشی صاحبزادہ محبت خان | ۱۴ر محرم ۱۲۷۳ھ کو صاحبزادہ محمد محبت خان کا شگون موتراشی دروازہ مسجد پر عمل میں آیا۔

۱۹ ربیع الثانی ۱۲۷۳ھ کو صاحبزادہ نصیر خان فرزند نواب بہاول خان ثانی کا انتقال وقوع میں آیا

وفات | یکم صفر ۱۲۷۵ھ (۱۳ر دسمبر ۱۸۵۸ء) کو نواب صاحب باغ کی سیر کو گئے۔ ایک مرغ کا بیمار مانگی باغ میں دورہ بیماری کی وجہ سے بیہوش پڑا رہا۔ اور پردہ کا اسکو کوئی علم نہ ہوسکا۔ جب اسے افاقہ ہوا اور وہ اٹھا اور دیکھا کہ نواب صاحب معہ حرم محترم باغ میں تشریف رکھتے ہیں تو وہ گھبرایا اور خوفزدہ ہو کر ایک دیوار پھاند جانے کی کوشش کی۔ مگر شامت اعمال سے نواب صاحب نے اسے دیکھ لیا۔ اور ملازمان نے اس کو پکڑ کر ایسا زدوکوب کیا کہ وہ مرگی زدہ مانگی جان بحق ہو گیا۔

اس حادثہ کا نواب صاحب کی طبیعت پر گہرا اثر ہوا۔ اور دل و دماغ اسقدر متاثر ہوئے کہ سوتے جاگتے چونک پڑتے اور بلند آواز سے کہنے لگتے کہ مانگی آیا۔ مانگی آیا۔ اس خیال سے صحت پر سخت مضر اثر ہوا اور حرارت شدید کے ساتھ حبس بول کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور دن بدن نڈھال ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ ۲۲ر صفر ۱۲۷۵ھ (۳ر اکتوبر ۱۸۵۸ء) کو بمقام ڈیراور طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کی اور ڈیراور کے گورستان میں دفن ہوئے۔ مہر شاہ مؤرخ نے یہ تاریخ لکھی۔

از تخت فتادہ نو بولے
۵ ۷ ۲ ۱ ذ
نواب صاحب دو فرزند چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئے تھے

صاحبزادہ محمد رحیمیار خان — صاحبزادہ محمد محبت خان

نواب رحیم یار خان

عرف

نواب محمد بہاول خان رابع عباسی

نواب نہم

ولادت	جلوس	وفات	عمر	مدت حکومت
۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء	۲۲ صفر ۱۲۷۵ھ ۳ اکتوبر ۱۸۵۸ء	۱۶ ذیقعد ۱۲۸۲ھ ۲۵ مارچ ۱۸۶۶ء	۲۹ سال	۷ سال ۸ ماہ ۱۵ یوم

واقعات

تقرر ارکین — خلافت مسند نشینی — صاحبزادہ گل محمد خان کی وفات — بغاوت بار دوم

جمعدار احمد خان کا ہنگامہ — مکرر تقرر ارکین — ولادت شہزادہ ولیعہد

پھر عملہ ارکین کی تبدیلیاں — الہ آباد کے داؤد پوتروں کا حملہ


NAWAB BAHAWAL KHAN IV

صاحبزادہ گل محمد خان مبارک خان اور عبداللہ خان کا قتل۔ — منشی محمد حسن کی مقرری

پھر تقرر اراکین — بلوہ پنوں خاں — ایک اور بلوہ — بہرام خان کا بلوہ

ایک اور بلوہ — غلام محمد چاچی کی وزارت — پھر جدید تقرر اراکین — نواب صاحب کا انتقال

۲۲ر صفر ۱۲۷۵ھ (۱ر اکتوبر ۱۸۵۸ء) کو نواب فتح خان صاحب کی وفات پر صاحبزادہ محمد رحیمیار خان بہ لقب بہاول خان رابع مسند نشین تخت آبائی ہوئے اور حسب دستور مسند نشین ہوتے ہی پہلا کام تقرر اراکین کا انجام دیا۔ اور وہ حسب ذیل تھا۔

وزیر	مستوفی دفتر	بخشی فوج	میر منشی
جمعدار احمد خان	عبدالکریم خان	مولوی مظہر الدین	منشی محمد حسن

سرپرست توشہ خانہ	مصاحبان خلوت
جان محمد خان	شبیر شاہ۔ مبدل شاہ

مشیران دربار:- علی گوہر خان — محمد رضا خان — مخدوم راجن بخش — گولہ شاہ — گل محمد خان بزدار

خلعت مسند نشینی | گورنمنٹ کی جانب سے اطلاع موصول ہونے پر نواب صاحب نے اپنے معتمد محمد نظام خان اور مولوی نصیر الدین وکیل کو نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب کی خدمت میں ۱۴ر ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو لاہور بھجوایا۔ اور یہ لاہور پہنچکر نواب صاحب کی خلعت مسند نشینی جو پیشگاہ نواب گورنر جنرل وائسرائے بہادر سے آئی ہوئی تھی حاصل کرکے واپس آئے۔ تو نواب صاحب نے نہایت عزت اور تکریم کے ساتھ استقبال کیا۔ اور خلعت زیب تن کرنے کے لئے دربار منعقد کیا۔

صفر ۱۲۷۵ھ | قلعہ دار رکن پور نے اطلاع دی کہ سردار خان۔ اسد خان اور غافل خان خارج شدگان ریاست کوڑا خان گملجہ قاتل خیر شاہ قلعہ دار رکن پور کے ساتھ

ل کہ مہاراجہ بیکانیر کی فوج سے سازش کر لی ہے۔ اور بمقام پوگل جمع ہو کر ریاست میں بد امنی پیدا کرنے کے منصوبے کر رہے ہیں۔ بروقت ان کا تدارک کیا جائے۔ نوابصاحب نے ٹیٹو ایجنٹ بیرعباس خان کے ذریعہ مہاراجہ بیکانیر سے خط و کتابت کی۔ مہاراجہ بیکانیر نے جواب دیا کہ یہ لوگ نواب صاحب سے معافی مانگ کر اپنے اہل و عیال کو لینے کی خاطر مجھ سے اجازت لے کر گئے ہیں۔

صاحبزادہ گل محمد خان کی بغاوت

انہیں دنوں میں صاحبزادہ گل محمد خان (جو نواب بہاول خان صاحب ثالث کا پانچواں لڑکا تھا) کو مسند حکومت حاصل کرنے کا خبط پیدا ہوا۔ اور اس نے نظر محمد خان حسبانی سکنہ گدر والہ۔ بیوں خان اور یوسف خان ہلانی کو پیغام بھیجوایا کہ دوسرے تمام داؤد پوتروں کو شامل کرکے بلوہ کر دیں۔ اور مجھے مسند نشین کرا لیں۔ میں سب کو جاگیریں۔ انعام اور خلعتیں دے کر مالامال کر دونگا۔ ابھی تک کوئی عملی اقدام بلوہ پردازی کا نہ ہوا تھا۔ کہ صاحبزادہ گل محمد خان سید کرم شاہ کو ہمراہ لے کر رات کو کرایہ کی سواری پر گدر والہ میں نظر محمد خان کے مسکن پر پہنچگیا۔ یہ اطلاع جب نواب صاحب کو ملی۔ تو فوراً نوابصاحب نے سید اچھے شاہ قاعدار کو چولستان کی حفاظت کے لیئے مامور فرما دیا۔ اور جمعدار احمد خان کے بھائی جمعدار غلام محمد خان کو فوج دے کر الہ آباد بھیجا۔ اس نے جا کر صاحبزادہ گل محمد خان کو فوراً گرفتار کر لیا۔ اور ڈیراور پہنچکر اس کو نظربند کر دیا۔ اس کا ہمراہی سید کرم شاہ جمعدار احمد خان کے بھائی محمد یار خان کا ملازم تھا۔ اس لیئے نواب صاحب کو جمعدار احمد خان کی نسبت اس سازش کی شرکت کا شبہ پیدا ہو گیا۔ اور آئندہ دل پر غبار آگیا۔ اور یہ خیال روز بروز ترقی کرتا گیا۔

مولوی مظفر دین نے چونکہ بعض احکام کی تعمیل میں تساہل کیا تھا۔ اور پہلے بھی اس کی بے اعتنائیوں کی شکایت تھی۔ اس لیئے نواب صاحب نے اس کو قید کرکے اس کی بجائے پیارا لعل کو بخشی فوج مقرر کر دیا۔

بغاوت بار دوم

جمعدار احمد خان جو وزیر ہوتے ہی اپنے لئے میدان صاف کرنے کی کامیاب کوشش کر رہا تھا۔ اس کے طرز عمل سے نواب صاحب کی بدظنی بڑھتی گئی جمعدار احمد خان بھی اس سے غافل نہ تھا۔ انہیں دنوں میں صاحبزادہ گل محمد خان بھی جو قلعہ ڈیراور میں نظربند تھا۔ ڈیراور سے نکل گیا۔ (اس سازش کا شبہ بھی جمعدار پر کیا گیا۔) مگر بہ حیثیت منصب نواب صاحب نے جمعدار احمد خان کو صاحبزادہ گل محمد خان کی

گرفتاری کا حکم دیا۔ صاحبزادہ ڈیرہ اور سے نکلکر گدڑ والہ میں نظر محمد حسانی داؤد پوترے کے مسکن پر پہنچ گیا۔

جمعدار احمد خان نے فوراً فوج کے چند دستے چولستانی علاقہ میں صاحبزادہ کی گرفتاری کے لئے مامور کئے اور اپنے بھائی غلام محمد خان کو دستہ فوج کے ساتھ گدڑ والہ بھیجدیا۔ جس نے صاحبزادہ گل محمد خان کو گرفتار کرکے نواب صاحب کے پیش کر دیا۔

نواب صاحب نے غلام محمد خان کی اس خدمت سے خوشنود ہو کر خلعت فاخرہ اور طلائی کنگن عطا کئے اور تنخواہ میں اضافہ کرکے مصاحب خاص کر دیا۔ مگر پھر جمعدار احمد خان کی کشیدگی اور اس کے بعض افعال سے برداشتہ خاطر ہو کر غلام محمد خان کی جانب بھی التفات کم کر دی۔

جمعدار احمد خان کو شبیر شاہ اور معز الدین خان کی جانب سے اندیشہ مخالفت تھا۔ کیونکہ اب دربار میں صرف یہی دو با اثر ارکان حکومت باقی رہ گئے تھے باقی سب کیطرف سے جمعدار مطمئن تھا موقعہ پا کر جمعدار احمد خان نے شبیر شاہ کو علیحدہ کرا دیا۔ اور معز الدین خان کو دریا پار کرا دیا۔

جمعدار احمد خان وزیر کا ہنگامہ

اس صفایا کے بعد جمعدار احمد خان نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور ہر طرف سے بے خوف ہو کر انتظامی امور میں سختی برتنے لگا حتیٰ کہ نواب صاحب کے احکام کی تعمیل میں بھی تساہل اور انکار کی نوبت پہنچ گئی اور اس کا عام رویہ خلاف منشاء نواب صاحب ہونے لگ گیا۔ اور نواب صاحب کے حکم کے برخلاف امور اہم کے فیصلے صادر ہونے لگے

نواب صاحب کے دل میں کدورت بڑھتی گئی۔ اور بعض حالات اس سلسلہ میں ایسے پیش آ گئے جن سے نواب صاحب کا غصہ بہت بڑھ گیا۔ ایک دن نواب صاحب نے حیات محمد خان دربان کے ذریعہ جمعدار کے پاس دو تین کام کہلا بھیجے۔ جمعدار نے ان میں سے ایک کام بھی نہ انجام دیا۔ بلکہ نہایت روکھے لہجے میں جواب دے دیا۔ دربان نے جمعدار کے جواب کا لفظ بلفظ نواب صاحب کی خدمت میں کچھ حاشیہ کے ساتھ پہنچا کر نواب صاحب کے پیمانہ غضب کو لبریز کر دیا

---

[1] مثلاً نواب صاحب نے جیونہ نامی کلاونت کی نسبت ارشاد فرمایا کہ اسکو فوج کے دستہ کا افسر بنا دیا جائے کیونکہ جیونہ کلاونت اپنے فن موسیقی میں ماہر تھا اپنی صورت اور موسیقی سے نواب صاحب کو مسحور کئے ہوئے تھا۔ لیکن جمعدار نے اس خیال سے کہ فوج کے دستہ کو جنمیں اعلیٰ اقوام کے افراد ہوتے ہیں ایک میراثی کلاونت کے ماتحت کر دینا خطرناک ہو گا۔ نواب صاحب کے تعمیل حکم سے گریز کیا +

پہلے جمعدار کی نسبت یہ شبہ ہؤا تھا۔ کہ وہ صاحبزادہ گل محمد خان کے ساتھ ساز باز کرکے اس کو مسند نشین کرنے کی تدبیر کررہا ہے۔ اور اب احکام سرکاری کی تعمیل سے علانیہ انکار اور تضحیک کو معلوم کرکے نواب صاحب نے مخدوم سید راجن بخش اور علی گوہر خان نطفانی کو یہ حالات سنا کر ان سے مشورہ لیا اور آخر ملا[1] بہرام خان کو توال احمد پور شرقیہ کے ذریعہ ۲۵ رمئی ۱۸۶۱ء کو حکم بھجوا دیا۔ کہ وہ ریاست سے نکل جائے۔ اور دریا پار چلا جائے۔

جمعدار احمد خان نے یہ حکم سنکر کہلا بھیجا۔ کہ میں دریا پار جانے کو تیار ہوں۔ مجھے برداری عطا کی جائے۔ تاکہ اپنا سامان اور سواریاں لے کر چلا جاؤں۔ ملا ابراہیم کو توال کو واسطے بہم آوری برداری مامور کیا گیا۔

جمعدار احمد خان نے اس حکم کی اطلاع احمد پور میں اپنے بھائیوں غلام محمد خان اور محمد یار خان کو بھی بھجوا دی

جمعدار کے دفتر زکوٰۃ کے سرپرست عبدالکریم خان اور جمعیت رائے کو حساب دہی اور سمجھانے کیلئے نواب صاحب نے اپنے حضور میں طلب کیا۔ عبدالکریم خان (جمعدار احمد خان کا اپنا تھا) کی سخت گیری سے رعایا پہلے بھی بہت تنگ تھی۔ اس موقعہ پر بھی اس نے اپنی عادت کے موافق ضد اور سختی سے کام لینا چاہا۔ مگر سپاہیوں نے اس کی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا چنانچہ وہ محل کے دروازہ تک پہنچتے پہنچتے سپاہیوں کے سنگینوں کا شکار ہوگیا۔ منشی جمعیت رائے[2] ایک سمجھدار ہوشیار اہلکار تھا۔ اس نے تین لاکھ روپیہ تاوان ادا کرنا تسلیم کرکے اپنی جان بچا لی۔ پھر بھی وہ نظر بند ہو گیا۔

جمعدار احمد خان کا پیغام جب اس کے بھائیوں غلام محمد خان و محمد یار خان کو پہنچایا۔ تو وہ نہایت ہی غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے اور دیرہ میں آتے ہی ملا ابراہیم کو توال کی ہلاکت جمعدار کے آدمیوں کی ضرب بندوق سے واقعہ ہوئے۔ اور مخدوم سید راجن بخش زخمی ہوا

---

[1] یہ ملا ابراہیم کو توال ملاموسیٰ اور ملا نبی بخش کا والد تھا۔ جس کے خاندان سے ملا عبدالرحمن صاحب اسوقت بھی ملازم ریاست ہیں۔

[2] اس کا فرزند منشی مقدم رائے جو آئندہ جاکر میر منشی اور سپرنٹنڈنٹ زکات وغیرہ ہؤا۔ اور اس کے خاندان سے منشی حکم چند صاحب منصف و مجسٹریٹ ریاست ہوئے۔ جن کا لڑکا دیوان فتح چند صاحب جج ہائیکورٹ بہاولپور ہیں۔

نواب صاحب نے جمعدار احمد خان کو پھر آگاہ کیا۔ کہ اس خون کا قصاص بھی تم سے نہیں لیا جائیگا۔ تم ریاست سے فوراً چلے جاؤ۔ اسی اثناء میں غلام محمد خان کے ملازم بہادرہ نے سرکار کے کنجکی کمہ[1] نامی کو نشانہ بندوق بنا دیا۔

اس قسم کی اطلاعوں اور مبالغہ آمیز خبروں سے آتش جنگ و جدل مشتعل ہوگئی۔ اور یہ چنگاری فوج میں جا پڑی اس سے یہ کشت و خون کی آگ زیادہ بھڑک اٹھی۔

۲۵ مئی ۱۸۶۱ء کا یہ ہنگامہ آٹھ پہر تک مسلسل شرربار رہا۔ جمعدار احمد خان۔ محمد یار خان وغیرہ ۱۸ کس ہلاک ہوئے۔ اور چونکہ جمعدار احمد خان کے آدمی محفوظ اور تیار تھے۔ اس لئے نواب صاحب کے سپاہیوں کی زیادہ تعداد کام آئی۔ چنانچہ ۲۲ بازگیر ۱۰ گولہ انداز ایک خود اسپہ اور ۲۸ جوانان فوج اور ۳۲ سائیس ایک جاگیردار ایک مہر دو نفر ملازمان نوابصاحب کام آئے۔ زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یعنی ۴۶ نفر زخمی ہوئے تھے۔ جمعدار احمد خان بلیزئی ہلاک ہوا۔ اس ہنگامہ کو نواب صاحب نے احمد خان کی ہلاکت کے بعد فوراً روک دیا۔ جمعدار احمد خان کے ساتھ ہلاک ہونے والوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

غلام محمد بلیزئی۔ محمد یار خان بلیزئی۔ تاج محمد خان بلیزئی محمد نواز خان۔ حیات اللہ خان۔ سردار خان۔ غلام قادر خان۔ صالح محمد خان بادوزئی۔ محمد خان۔ سمندر خان قصوریہ۔ نور خان قصوریہ۔ سید پیر شاہ۔ سید مہر شاہ۔ ہوت بلوچ۔ غلام علی خان معہ پسر خود حفیظ اللہ خان سدوزئی۔

اس ہنگامہ کی اطلاع گورنمنٹ پنجاب میں دی گئی۔ صاحب بہادر رابرٹ ہنری ڈیوس صاحب سکرٹری گورنمنٹ پنجاب وغیرہ کی چٹھی جو اس اطلاع کے جواب میں پہنچی۔ اس میں بھی اظہار تاسف کے ساتھ نواب صاحب کی اس تجویز کو پسند کیا گیا تھا۔ کہ آئندہ کے لئے انتظام معقول و مستحسن کیا جائے گا۔

جمعدار احمد خان وغیرہ کی ہلاکت کے بعد اس کے پسماندگان کو زیر حفاظت کر لیا گیا۔ اور جمعدار کے لڑکے ناصر خان کو بھی اسی سلسلہ میں نظربند کر دیا گیا۔

---

[1] کمہ کنجکی اس زمانہ کے مشہور دلیر جرائم کاروں سے تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کی نسبت ایک داستان مشہور ہے کہ نواب صاحب کی جوتی پہنکر شبا شب ملتان پہنچا۔ اور وہاں سرقہ کا مرتکب ہوکر اسی شب کو واپس آگیا تھا۔ اس حرکت کی پاداش میں اس کے پاؤں کے ایڑی کے پٹھے نواب صاحب نے نکلوا دیے تھے۔ (مؤلف)

جمعدار احمد خان کی بجائے دیوان منگھراج کو دیوان ریاست تجویز کیا گیا۔ یہ دیوان بناہو رام کا بھائی تھا۔ دیوان دولت رام بخشی فوج یہ بناہو رام کا دوسرا بھائی تھا۔ دیوان ہمت رائے چٹھی نویس (منشیِ تصریفات) دیوان مکھن مل بناہو رام کا تیسرا بھائی سرپرست مودی خانہ مقرر ہوا۔ اور دیوان ہمت رائے افسر مودی خانہ مقرر ہوئے۔ منشی مقدم رائے میر منشی۔ نے تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ اس جماعت سے بھی اچھا انتظام نہ ہو سکا۔ باورچیخانہ کی جنس کئی کئی دن تک ملتوی رہنے لگی۔ اور جاگیرداروں کی روزانہ رسد بھی گاہ بگاہ ملنے لگی۔ کچھ عرصہ کے بعد گورنمنٹ پنجاب کی سفارش پر ۳۱ نفر متعلقین جمعدار احمد خان کو رہا کر دیا گیا۔ جو جیٹھی رام قائمقام نیٹو ایجنٹ کے ذریعہ دریا پار بسلامت و حفاظت پہنچ گئے۔

ان حالات کے بعد جب مخدوم راجن بخش[1] اپنے زخموں سے روبصحت ہوا۔ اور نواب صاحب کی خدمت میں شرفیاب سلام ہوا۔ تو اس نے عرض کی کہ دیوان منگھراج نے تو جمعدار احمد خان کا مال و اسباب غائب کر لیا ہے۔ اس شکایت پر دیوان منگھراج اور دیوان دولت رام نظر بند کئے گئے۔ اور مخدوم راجن بخش نے ان سے پانچہزار روپیہ وصول کر کے داخل سرکار کر دیا۔

ولادت شہزادہ صادق محمد خان | ۹ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ (۱۱ نومبر ۱۸۶۱ء و سمت ۱۹۱۸) کو نواب صاحب کے کاشانہ میں فرزند پیدا ہوا۔ اس کی تاریخ ولادت ...... شگفتہ گلے گلزار عباس) ہوئی۔ نام جندوڈہ خان اور پھر صادق محمد خان تجویز ہوا۔

مخدوم راجن بخش کے مشورہ سے نواب صاحب نے منشی مقدم رائے کو میر منشی کے عہدہ سے علیحدہ کر کے منشی محمد حسن کو میر منشی مقرر کیا۔ جو سہارنپور کا ایک نو مسلم باشندہ تھا۔ اور منشی لعل چند کو مددگار میر منشی بنایا گیا۔

۱۲۷۸ھ میں قلعہ لاہور کے مثمن برج میں نظر بند سعادت یار خان نے ہیضہ سے انتقال کیا۔ نواب صاحب نے اس کا مشاہرہ اس کے قبائل پر تقسیم کر دیا۔ اور اسی سال مخدوم راجن بخش کا

[1] اوچ کے مخدوم قلندر بخش صاحب کا فرزند تھا۔ مخدوم قلندر بخش نے اپنے بھائی مخدوم نوبہار کو ہلاک کر دیا تھا اور خود سجادہ نشین ہو گیا تھا۔ مخدوم نوبہار کے بیٹے نے سندھ سے جمعیت لا کر جنگ کے بعد اپنی سجادگی واپس لے لی۔ اور مخدوم قلندر بخش بھاگ کر احمد پور آ گیا۔ اور سرکار کے حاضر باش منشیوں میں مقرر ہوا۔ اور اس کا لڑکا مخدوم راجن بخش بھی حاضر باش ہوا۔ (صبح صادق)

کا انتقال ہوا۔ اس کے بجائے اس کا لڑکا غلام علیشاہ حاضر باش سرکار مقرر ہوا۔
منشی محمد حسن میر منشی اور لعل چند مددگار میر منشی کے حالات درست نہ ہوئے اور بے اعتدالیاں ہونے لگیں۔

الہ آباد کے داؤد پوتروں کا بلوہ

۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں ہیبوں خان پیجانی۔ نظر محمد خان حسبانی یوسف خان ہلانی۔ منڈھو خان و بہرام خان چانڈیہ۔ سکنائے الہ آباد و گدر والہ نے پھر متفق ہو کر صاحبزادہ گل محمد خان کو قلعہ ڈیراور کی قید سے نکالکر مسند نشین کرنے اور نواب بہاول خان صاحب رابع کو معزول کرنے کی نیت سے ایک جمعیت بنائی اور حملہ آوری کے ارادہ سے چودھری تک آ گئے۔ تو الصاحب کو ان کے خبث باطن کا علم ہوا۔ تو انہوں نے علی گوہر خاں مشیر کی سرکردگی میں فوج تعینات کی۔ جس نے بمقام ابرہ[1] مفسدین کو جنگ کر کے بھگا دیا۔ یہ ساری سرکش اور بلوہ انگیز جماعت دریا کے پار بھاگ گئی۔ نواب صاحب نے ان کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اور منشی محمد حسن کی ناعاقبت اندیشانہ مشورہ سے جو اس مفسدہ کے انتظام پر مامور ہوا تھا۔ منشی نبا ہورام اور سید محمد شاہ کھوڑا نے ڈیراور پہنچکر تینوں صاحبزادوں گل محمد خان۔ محمد مبارک خان اور عبداللہ خان کو شہید کرا دیا۔ محمد حسن کے اس فعل پر نواب صاحب بہت برافروختہ ہوئے۔ مگر اس نے اور لال چند وغیرہ نے یہ کہہ کر نوابصاحب کے غصہ کو فرو کرنے کی کوشش کی۔ کہ تمام فسادات ان صاحبزادوں کی وجہ سے برپا ہوا کرتے تھے اب چونکہ وہ باقی نہیں رہے۔ اس لئے آئندہ مفسدہ پردازی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اور اب کسی شخص کو اس قسم کی بلوہ پردازی کی جرأت نہ ہو سکے گی۔ اس قسم کی چکنی چپڑی باتوں سے نواب صاحب کی کچھ تسکین نہ ہوئی۔ بلکہ نواب صاحب کو امور سلطنت میں زیادہ تفکرات لاحق ہو گئے۔

منشی محمد حسن کی مفروری

منشی محمد حسن نے موقعہ پا کر یہ امر نواب صاحب کے ذہن نشین کرایا۔ کہ صاحبزادوں کے قتل کے متعلق گورنمنٹ پنجاب سے بازپرس ہو گی اس کا انتظام ضروری ہے۔ اس فریب سے محمد حسن نے نواب صاحب سے

---

[1] یہ مقام ریلوے اسٹیشن ٹانوری تحصیل الہ آباد کے قریب واقع ہے۔

ایک ہزار اشرفی لے کر اپنے بھائی کو دیدی۔ اور یہ ظاہر کیا۔ کہ اس کو لاہور اسی غرض کے لئے بھجوا دیا گیا ہے کہ افسران اعلیٰ کے ساتھ ساز باز کرنے میں یہ طلائی مہریں صرف کرے دو مہینہ تک جب کوئی ندا صدا لاہور سے نہ ملی تو نواب صاحب کو منشی محمد حسن کے خلاف سخت جوش پیدا ہوا۔ منشی محمد حسن نواب صاحب کے غصہ کو بھانپ گیا۔ اور آدھی رات کو قوحیدار خان بلوچ کی امداد سے مفرور ہو کر بھکھری کے گذر دریا سے پار نکل گیا۔ ایک سبز گھوڑا۔ اور قلمدان نقرئی بھی چرا کر ہمراہ لے گیا۔ اس ہنگامہ کی وجہ سے نظام ریاست میں پھر تغیر تبدل ہوا۔ چنانچہ غلام محمد چاکی سلک ملازمان سرکاری میں منسلک ہو کر سرپرست زکات و سود بجانہ مقرر ہوا۔

دیوان جیتو مل جمع خرچ نویس توشہ خانہ کو لعل چند کی جگہ سرپرست توشہ خانہ مقرر کر کے ان دونوں کو حکم دیا گیا۔ کہ بنا ہو رام اور لعل چند سے پچھلا سارا حساب فہمید کریں۔ چنانچہ ان دونوں کے ذمہ کئی ہزار روپیہ برآمد ہوا۔ جو وصول کیا گیا۔ غلام محمد چاکی نے اس طرح پچاس ہزار روپیہ آمدنی مالیہ زکات جمع کر کے نواب صاحب کی نظر میں اعتماد حاصل کیا۔

تقرر اراکین مولوی نصیر الدین خیر پوری کو میر منشی مقرر کیا گیا اور غلام رسول خان بابر کارداری اللہ آباد سے تبدیل کیا جا کر مہتمم سودی خانہ بنا دیا گیا۔ مہتہ کھوبیت رائے سکنہ مبارکپور کو جو اوچ کا حاکم تھا بلایا جا کر سرپرست دفتر مقرر کیا گیا۔ اور مہتہ پھلو مل ۔۔۔ صدر منصف بہاولپور کو مستوفی دفتر بنایا گیا۔

بلوہ پٹھوں خان ۱۰ اپریل ۱۸۶۴ء پٹھوں خان اور اس کے دوسرے مفسدہ پرداز جن میں دشتی قوم کے بھی لوگ شامل تھے۔ چھ سو آدمیوں کا جتھہ بنا کر کوٹ سبزل پر حملہ آور ہوئے۔ اور بار بار حملے کے مرتکب ہوئے۔ احمد خان کاردار کوٹ سبزل نے مقابلہ کیا۔ اور لطیف باری بخش کاردار احمد پور لمہ بھی اس کی امداد کو معہ اپنی فوج کے پہنچ گیا۔ یہ ہنگامہ مشکل فرو ہوا۔ پٹھوں خان کی نسبت نواب صاحب نے گرفتاری کا اشتہار بہ جواز ہزار روپیہ انعام جاری کیا۔ تا بر اہ بھاگ کر علمراد خان کے علاقہ سندھ میں گرفتار ہو گیا۔ لعل بخش بھی اس کے ہمراہ گرفتار ہوا۔ مگر گورنمنٹ پنجاب نے ان کے بارہ تفویض کرنے میں حسب قانون کچھ دیر تک التوا رکھا۔ مگر ان کو بمقام لاہور نظر بند کر دیا۔ اور ـــــــ ماہوار ریاست سے ان کے اخراجات کے لئے منظور ہوئے کچھ عرصہ کے بعد لعل بخش تو مر گیا اور پٹھوں خان بدستور نظر بند رہا۔ اور

مداخلت کے بعد بہاولپور میں لایا جا کر نظر بند رہا۔

ایک اور بلوہ

۱۰ر نومبر ۱۸۶۴ء کو عاقل محمد خان۔ نظر محمد خان۔ احمد خان۔ علی روجھا۔ اور دوسرے داؤد پوترے جو ریاست سے خارج ہو کر آنروٹے آپ مقیم تھے۔ انہوں نے مل کر قرآن مجید کی پشت پر یہ اقرار لکھ کر نواب صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ اگر نواب صاحب ہمارے قصور معاف فرماویں اور ہماری ضبط شدہ جاگیریں واگذار کر دیں۔ تو ہم پھر کسی ناشائستہ حرکت کے مرتکب نہ ہوں گے۔ نواب صاحب نے یہ اقرار نامہ پڑھ کر حکم دیا۔ کہ اگر مفسدہ پرداز اپنی جمعیت کو منتشر کرکے اپنے اپنے مسکن پر آجاویں۔ تو پھر معافی اور واگذاری منضبطہ جاگیرات کی نسبت غور کی جائے گی۔

اس حکم سے ان لوگوں کی تسلی نہ ہوئی۔ چنانچہ ۹ر دسمبر ۱۸۶۴ء کو انہوں نے الہ آباد اور خان بیلہ پہنچکر سرکاری اور رعایا کا مال و مویشی غارت کیا اور نظر بند قیدیوں کو خلاص کرالیا۔ غلہ علاقہ کاری بھانڈہ کا بھی اپنے قبضہ میں کر لیا اور مہاجنوں کو گرفتار کرکے جسقدر روپیہ جی میں آیا۔ ان سے جبراً وصول کر لیا۔

نواب صاحب کو جب یہ اطلاع ہوئی تو انہوں نے فوراً غلام رسول خان کاردار الہ آباد کو معہ جمعیت فوج ان کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ اور پھر سید چراغ شاہ کو فوج دے کر متعاقب روانہ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ مفسدوں کی جماعت میں سے علی روجھا قتل ہوا۔ احمد خان زخمی ہوا۔ نظر محمد خان اور احمد خان باقبال سرکار گرفتار ہوئے۔ اور احمد پور لائے گئے جہاں احمد خان زخمی ہوا۔ اور ۱۶ر دسمبر ۱۸۶۴ء کو مر گیا۔ عاقل خان سے علاقہ مظفر گڑھ میں ضمانت نیک چلنی لی گئی۔ اور اس کے گذارہ کے لیے گورنمنٹ نے عسہ ماہوار کے حساب سے ایک سال کی رقم مالعہ پیشگی منگوا لی۔ جو ۲ر مارچ ۱۸۶۵ء کو ارسال کر دی گئی۔

بہرام خان کا بلوہ

۱۴ر اگست ۱۸۶۵ء کو بہرام خان چانڈیہ اور منڈھو خان داؤد پوترہ وغیرہ کہوسہ اور مزاری مفسدہ پردازوں کے شامل ہو کر الہ آباد پر حملہ آور ہوئے نواب صاحب نے اطلاع پر سید چراغ شاہ اور محمد شاہ گہوڑہ کو معہ جمعیت فوج مامور انسداد بلوہ فرمایا۔ نور احمد خان کاردار خانپور۔ جہتہ پھلوٹ اور سہراب مسن اس کے نائب کو جو اس وقت نظر بند تھے بلا کر عتاب فرمایا۔ کہ تمہارے ظلم و تعدی کی وجہ سے یہ بلوہ ہوا ہے۔

۹ر اگست ۶۵ء کو سید چراغ شاہ نے اطلاع دی کہ مفسدہ پردازوں کی تعداد زیادہ ہے سرکار کی فوج بہت کم ہے اور وہ بھی پانچ ماہ سے تنخواہ نہ ملنے کے باعث بے دل ہے نواب صاحب اس اطلاع کا حل سوچ رہے تھے کہ نور احمد کاردار اور سید چراغ شاہ کی رپورٹ یہ پیش ہوئی کہ بہرام خان اور منڈھو خان نے استدعا کی ہے کہ ہم ملازم نمک خوار سرکار ہیں۔ ہمارا سرکار سے کچھ فساد نہیں۔ بہتہ پہلوہل اور اس کے نائب نے ہم پر کمال ظلم و تعدی کیا ہے۔ ان کے بازو نور احمد کاردار کے حوالے ہوں۔ اور ہماری جاگیریں بدستور سابق معافی کی جائیں۔ تو ہم حاضر ہیں۔ لیکن جب محمد شاہ گھوڑا اپنے لڑکے محمد شاہ کو ساتھ لے کر مشورہ اصلاح کے لئے ان کے پاس گیا۔ تو بہرام خان وغیرہ نے محمد شاہ کو قید کر لیا۔ اور اس کے لڑکے محمد شاہ کو قتل کر دیا۔ کئی ایک آدمی زخمی کر ڈالے۔ نواب صاحب نے یہ اطلاع پا کر حسن خان کی پلٹن کو مفسدہ پردازوں کی سرکوبی کے واسطے چودہری بھجوایا۔ ابھی تک سید چراغ شاہ اور نور احمد خان کاردار کے پاس کوئی امداد نہ پہنچی تھی۔ کہ یہ لوگ اپنی مختصر اور بیدل جمعیت کو لے کر احمد پور واپس روانہ ہو گئے۔ راستہ میں حسن خان کی پلٹن بھی معہ دو توپوں کے پہنچ گئی۔ نواب صاحب نے نور احمد کاردار کو بلا کر تلوار اور بندوق مرحمت کی۔ جتو ل سر پرست توشہ خانہ کو نظر بند کر دیا گیا۔

۱۱ر اگست کو مفسدہ پردازوں کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی۔ اسی تاریخ کو محمد نظام خان خاکہ و سید امام شاہ معتمدان لاہور سے نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نواب صاحب نے اپنی فوج کے متعاقب علی گوہر خان۔ سید امام شاہ اور محمد دم غلام علی شاہ کو معہ جمعیت فوج آگے روانہ کیا

لڑائی میں سید چراغ شاہ اور توپیں مخالفوں کے قبضہ میں چلی گئیں اور فوج کی اکثر جمعیت منتشر ہو کر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولوی نصیر الدین کی شکایت کی۔ نواب صاحب نے مولوی نصیر الدین کو نظر بند کر دیا اور فوج کو تنخواہ تقسیم کی اور علاوہ انعام کئی عطا کئے لیکن مٹھا خان جمعدار باگیرا خاصہ موقعہ پا کر کچھ سرکاری بندوقیں تلواریں اور ساز یا سے اسپان لے کر فرار ہو گیا۔ اور کئی ایک باگیروں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

نواب صاحب کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ مفسدوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور سرکار کی فوج بالکل قلیل رہ گئی ہے۔ تو نواب صاحب نے غلام محمد چانگی کو فوج دیگر مامور کیا۔ اور کشادہ دستی سے خرچ شروع کر دیا۔

۱۳ر اگست ۶۵ء کو جب غلام محمد چانگی دعلی گوہر خان کو جا پہنچے . . . . تو ابرہ کے قریب مفسدوں نے ان پر حملہ کیا۔ سرکار کی فوج نے دشمنوں کو بھگا دیا۔ یہ محض نصرت الٰہی تھی

۱۴؍ اگست کو سرکار کی فوج گوٹھ چنی سے آگے روانہ ہوئی۔ بلوائی ایک نالہ میں چھپے ہوئے تھے۔ اس کمین گاہ سے نکلتے ہی مقابلہ شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غلام محمد چاکی اور علی گوہر خان کی فوج نے بلوہ پردازوں کے چودہ سرغنوں کے سر کاٹ لیئے اور چھ سرغنوں کو زندہ گرفتار کر کے نوابصاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ نواب صاحب نے سروں کا ملاحظہ کر کے ان کو دفن کرنے کا ایما کیا اور گرفتار شدگان کو قید میں رکھنے کا حکمدیا۔

۱۵؍ اگست کی لڑائی میں فوج نے بیس بلوائیوں کو قتل کر دیا اور کچھ گرفتار ہوئے۔ رات کو بہرام خان اور منڈھو خان موقعہ پاکر مفرور ہوگئے اور الہ آباد پہنچے۔ صبح کو میدان خالی دیکھ کر غلام محمد چاکی اور علی گوہر خان نے دشمنوں کی توپوں پر قبضہ کر لیا۔

۱۹؍ اگست ۶۵ء کو نواب صاحب کی خدمت میں علی گوہر خان کی یہ اطلاع کہ بلوائی مفسد دفعہ دفعہ کر کے ہزاراں والہ گذر دریا سے جو علاقہ الہ آباد میں ہے پار دریا کے جا رہے ہیں چنانچہ بہرام خان چانڈیہ اور منڈھو خان معہ قبائل آنزدے آپ جا چکے ہیں۔ دریا کے پار لے کنارے پر سرکار انگلشیہ کے افسر موجود ہیں۔ جو بلوائیوں سے اسلحہ لے لیتے ہیں۔ اور سید چراغ شاہ بدستور ان کی قید میں ہے۔ اس کو بھی پار لے گئے ہیں نوابصاحب نے تمام کارداران علاقہ کے نام تاکیدی احکام جاری فرما دیئے کہ رعایا کی تسلی و تشفی کی کوشش کریں اور کسی پر ظلم و تعدی نہ کی جائے۔

۲۸؍ اگست ۶۵ء کو غلام محمد چاکی کی جانب سے اطلاع ملی۔ کہ کچھ بلوہ پرداز مفسد ریگستان میں چھپے ہوئے تھے۔ پندرہ فرد اور چھ عورتیں پکڑی گئی ہیں۔ عورتوں میں ایک عورت بہرام خان چانڈیہ کی قریبی تعلقدار یعنی نی یا بہو ہے اور یہ بھی لکھا۔ کہ فوج بجز امداد تنخواہ کے سخت تنگ ہے نوابصاحب نے بہت سا روپیہ مصارف فوج کے لیئے بھجوایا۔ اور حکم دیا کہ عورتوں کو فوراً رہا کر دیا جائے اور گرفتار شدہ مرد مفسدہ پردازوں کو یہاں بھجوا دیا جائے۔ گرفتار شدگان میں بھلہ خان اور کبیر خان بھی تھے۔

یکم ستمبر ۶۵ء کو غلام محمد چاکی اس مہم سے کامیاب واپس آیا۔ اور بہت سا مال اسباب مویشی اور قیدی ہمراہ لایا۔ نواب صاحب اس کی خدمت پر خوشنود ہوئے۔ غلام محمد چاکی اور یوسف علی شاہ کو خلعت مرحمت ہوئی اور افسران فوج کو دوگانیاں طلائی نقرئی کنگن اور نقد روپئے مرحمت ہوئے

۱۲؍ ستمبر ۶۵ء کو سید محمد شاہ کاردار بہاول گڑھ شرفیاب سلام ہوا۔ اور حسب معمول

سات ہزار روپیہ نقد۔ جانور مویشی اور سامان بہت سا پیش کیا۔ نوابصاحب نے تیوری بدل کر ارشاد فرمایا۔ کہ تمام علاقہ کو برباد کر کے یہاں آئے ہو۔ تمام رعایا تمہاری شاکی ہے۔ یہ کہکر سید محمد شاہ کو معزول کر کے اس کی جگہ حافظ محمد خان کو کاردار بہاولگڑھ اور محمد حسین خان نائب کاردار خیرپور کو مستقل کاردار خیرپور کر دیا۔ اور گورنمنٹ میں تحریک کی کہ مفسدہ پردازوں کے بازو حوالہ حکومت بہاولپور کئے جائیں۔ مگر گورنمنٹ نے حسب ذیل جواب معرفت پیر عباس خان نیٹو ایجنٹ ۵ ستمبر ۱۸۶۵ء کو بھجوایا۔ اور باغیوں کی حوالگی سے معذرت ظاہر کی (نقل پروانہ اسمی نیٹو ایجنٹ بہاولپور)

رفعت عوالیمرتبت پیر عباس خان نیٹو ایجنٹ بہاولپور بعا فیت باشند۔ نقل پروانہ نوابصاحب بہادر والیئے بہاولپور

مورخہ ۷ ار ربیع الاول ۱۲۸۲ھ مشعر حالات سازش مفسدان بہاولپور با علی زمیندار ان خانگڑھ علاقہ مظفرگڑھ وادعائے حصول بازوان مفسدان مفرور پناہ گیر علاقہ سرکار انگریزی و سزادہی وغیرہ امور مندرجہ اس مرسلہ آپ کا ملاحظہ میں جناب لفٹننٹ گورنر بہادر گذرکر حسب الارشاد لکھا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ پر یہ ضرور فرض ہے کہ جن مفسدان نے بحمایت سرکار انگریزی پناہ لی ہے ان کو سازش و ہنگامہ پردازی آیندہ سے باز رکھے۔ مگر یہ امر خلاف قواعد مروجہ ریاست ہائے ولایت انگلستان کے ہے۔ کہ معاملات پولیٹیکل میں اُن لوگوں کو جنہوں نے پناہ لی مستوجب زیادہ تر سزا تصوّر کیا جائے۔ فقط مرقوم ۵ ستمبر ۱۸۶۵ء کوہ مری۔

غلام محمد چاچی مدارالمہام مقرر ہوئے

۲۷ ستمبر ۱۸۶۵ء کو غلام محمد چاچی کی بصلہ خدمات انسداد بلوہ و سرکوبی مفسدہ پردازان مدارالمہام بنایا گیا انہیں دنوں میں احمد پور لمہ کے یوسف خان ہلانی اور پیر بخش خان ننر وغیرہ نے بلوہ کر دیا۔ اور امن سوز حرکات کے مرتکب ہوئے۔ غلام محمد خان چاچی نے گوٹھ جٹورہ کے قریب ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ فوج کے کچھ جوان کام آئے۔ لیکن آخری فتح ریاست کی ہوئی۔ یوسف خان ہلانی اور پیر بخش خان ننر وغیرہ مارے گئے۔ جن کے سر کاٹ کر غلام محمد خان چاچی نے نوابصاحب کیخدمت میں بھجوائے اور عرض کیا کہ یہ بلوے اور مفسدہ پردازیاں مولوی نصیر الدین اور شیخ نور احمد کی سازش سے رونما ہو رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ اب بھی بحال رہے تو پھر نقضِ امن کا سخت اندیشہ ہے۔ چنانچہ یہ دونوں ملازم قید کر دئے گئے۔

اسی اثناء میں پیر عباس صاحب نیٹو ایجنٹ ضعف بصارت اور نقص حافظہ کے باعث پنشن

پر ریٹائر ہوا اور اس کی بجائے سید مراد شاہ اکسٹرا اسسٹنٹ جمادی الاول ۱۲۸۲ھ (اکتوبر ۱۸۶۵ء) میں نیٹو ایجنٹ بہاولپور مقرر ہوا۔

جدید ارکان

ایک جدید انتظام ملک کے سلسلہ میں محمد نظام خان سدوزئی۔ علی گوہر خان نطقانی۔ سید امام شاہ سید محمد شاہ اوچ موغلہ وغیرہ ارکان ریاست قرار پائے۔

بعض نمک حرام سازش کرنے والوں کی سزا کا سوال ابھی زیر غور تھا۔

نوابصاحب کا دفعتہً انتقال

۷ ذیقعدہ ۱۲۸۲ھ مطابق ۲۵ مارچ ۱۸۶۶ء (چیتر سمت ۱۹۲۳) کو آدھی رات تک نوابصاحب اچھے بھلے تندرست تھے۔ اور ملکی انتظام کے متعلق بات چیت کرتے رہے تھے۔ بلکہ خیر محمد خان (جو ان کا نانا تھا) کے ساتھ بعض امور میں مشورہ کرتے رہے۔ اور اسی سلسلہ گفتگو میں غلام محمد خان چاکی کا فرستادہ وہ اقرار نامے اور کاغذات لے آیا۔ جو ملازمان دربار نے باغیوں کو ترغیب بدامنی۔ بلوہ اور فساد کے ترغیب کے سلسلہ میں لکھے تھے۔ اور جن پر ان ملازمان نمک حرام کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ ان کاغذات کو نواب صاحب نے ملاحظہ کیا اور حیرت زدہ ہو کر فرمایا کہ صبح کو مناسب انتظام کیا جائے گا۔ اس گفتگو سے فارغ ہو کر آدھی رات کے بعد نواب صاحب حرم سرائے میں گئے اور کھانے کی کوئی چیز طلب کی۔

مائی سلطانی نے سوہن حلوا کی دو ٹکیاں پیش کیں۔ نواب صاحب نے ان کو کھایا۔ معاً طبیعت بدل گئی۔ بے تابانہ اچھلے اور آناً فاناً آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھوڑی سی رات باقی تھی کہ حرم سرائے سے آہ و واویلا کا شور برپا ہوا۔ کہ نوابصاحب رحلت فرما گئے۔ یہ خبر بجلی کی طرح تمام قصبہ اور احمدپور میں پھیل گئی

یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ نواب صاحب کو حقہ میں کوئی چیز دی گئی تھی۔ بہرحال عین جوانی میں نواب صاحب نے بعمر ۲۹ سال انتقال کیا۔ اور صرف ۷ سال ۸ ماہ پندرہ یوم حکومت کی اور ایک فرزند بلند اقبال چھوڑا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

باب سوم

ترقی ملک کا دوسرا کامیاب قدم

نواب صادق محمد خان رابع

رکن الدولہ۔ نصرت جنگ۔ سیف الدولہ۔ مخلص الدولہ۔ حافظ الملک۔ معین الدولہ

جی، سی، ایس، آئی

نواب دہم بہاولپور

ولادت	مسند نشینی: دستار بندی	مسند نشینی: اختیارات	وفات	عمر	مدت حکومت
۱۱ نومبر ۱۸۶۱ء	مارچ ۱۸۶۶ء	نومبر ۱۸۷۹ء	۱۴ فروری ۱۸۹۹ء	۳۷ سال	۱۹ سال
۹ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ	ذیقعد ۱۲۸۲ھ		۳ شوال ۱۳۱۶ھ		

واقعات

نواب بہاول خان رابع کی رحلت — صاحبزادہ جعفر خان کا دعوائے استحقاق وراثت تخت و تاج اور ملک میں بدامنی — گورنمنٹ انگریزی کی مداخلت

ریاست کی انتظامی حالت میں اصلاح

نواب صاحب کی دستار بندی مونزاشی، پرورش، تربیت اور تعلیم کا انتظام

نواب صاحب کی شادی کتخدائی

صاحبزادہ رحیم یار خان کی ولادت اور رحلت

صاحبزادہ محمد مبارک خان کی تولید سعید

صاحبزادہ محمد حاجی خان کی ولادت

دربار اختیارات

جنگ افغانستان اور بہاولپور

دربار جوبلی پنجاہ سالہ ملکہ معظمہ قیصر ہند بہاولپور میں

دربار جوبلی شصت سالہ حکومت ملکہ معظمہ قیصر ہند

تذکرہ امداد گورنمنٹ

نوابصاحب کے اخلاق و عادات اور ذاتی خصوصیات

نواب صاحب کی بیماری اور وفات

نواب بہاول خان رابع کی اچانک وفات کے وقت صاحبزادہ صادق محمد خان رابع کی عمر چار سال سات ماہ چار دن کی تھی۔ موجود الوقت اراکین ریاست نے بمشورہ سید مراد شاہ نیٹو ایجنٹ بروز دوشنبہ ۸ ر ذوالحج ۱۲۸۲ھ (۲۷ ر مارچ ۱۸۶۶ء) کو اس کی وراثت کا اعلان کر کے اس کو مسند نشین کر دیا۔ تمام کارداران علاقہ کے نام نواب صاحب کے نام اور مسند نشینی کے احکام جاری کر دیئے اور حسب معمول دربار منعقد کر کے خلعتیں تقسیم کر دیں۔

غلام محمد چاکی جو اپنی دلیرانہ خدمات کی وجہ سے سخت گیر بھی تھا۔ اس سے رعایا اور ملازمان غیر مطمئن تھے۔ بلوہ پردازوں اور سازشوں میں مصروف رہنے والوں کی فہرست مرحوم نوابصاحب کی خدمت میں اسی نے بھجوائی تھی۔ جسکی وجہ سے تمام اراکین اور عوام کے دلوں پر اسکا رعب چھایا ہوا تھا۔ اراکین نے اس کی علیحدگی اور نظر بندی کی تدبیر کر لی۔ چنانچہ علی گوہر خان نطقانی نے اسکو گرفتار کر کے زیر حراست لے لیا۔ نواب بہاولخان رابع کی نعش نظام خان خاکہ کا لڑکا حامد یار خان۔ محمد نواز شاہ نج سوم۔ جمعدار

عبداللہ خان وغیرہ ڈیرا ور تدفین کے لئے گئے۔

جلوہ پرداز نواب بہاول خان کو تخت سے علیحدہ کرکے خود حکومت کی باگ اپنے قبضہ میں کرنا چاہتے تھے۔ نواب بہاول خان صاحب کی طبیعت میں اس بدامنی اور شبانہ روز مفسدہ پردازوں کے ہجوم نے سخت گیری کے جذبات پیدا کر دئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا زمانہ قتل اور خونریزیوں کی ایک بہت لمبی داستان رکھتا ہے۔ اراکین اور امراء کے بھی اسی سلسلہ میں جلد جلد تبدیلیاں۔ تبدیلی و بندعزل و نصب کے واقعات پیش آتے رہے۔ اور اس سے ملازمان اور اراکین بھی غیر مطمئن تھے اور زیادہ تر اراکین کو اپنے ہتھکنڈوں اور لالچ کے حرکات نے بھی اندھا کر رکھا تھا۔ ولیعہد کی بے سرو سامانی اور کمسنی نے شورہ پشت اور مفسدہ پردازوں کے اور بھی حوصلے بڑھا دئے۔

نواب صادق محمد خان ثانی مرحوم کا فرزند صاحبزادہ جعفر خان ان دنوں ڈیراور میں نظربند تھا۔ اس نے جب نواب بہاول خان رابع کی وفات کی خبر سنی۔ تو حکیم سعد اللہ محمد رضا خان وغیرہ کے مشورہ سے آزاد ہوکر فوراً سازشی جماعت کو اکٹھا کرکے اپنی مسند نشینی کا اعلان کر دیا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ صادق محمد خان وارث تخت کم سن ہے۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں کامیابی یقینی ہوگی

مرحوم نواب صاحب کے جنازے کے ساتھ جو اراکین ڈیراور گئے تھے۔ صاحبزادہ جعفر خان نے انکو مجبور کیا کہ وہ انعام اور عہدے قبول کرکے اس کی اطاعت کریں۔ مگر انہوں نے حقدار تخت کی بدخواہی کو قبول نہ کیا۔ صاحبزادہ جعفر خان نے جمعدار حاجی خان۔ حامد یار خان پسر نظام خان سید محمد نواز شاہ وغیرہ کو نظربند کر دیا۔ اور خود کھلم کھلا بہاولپور کی نوابی کا کامیاب مدعی بن گیا۔ اور محمد رضا خان لطفانی کو اپنا مدار المہام منتخب کر لیا۔ حکیم سعد اللہ خان کو میر منشی۔ موہنہ مل کو منتظم زکات مقرر کر لیا۔ ڈیرہ مبارک میں جس وقت جنازے کے ہمراہی امیران کی نظربندی اور جعفر خان کی کھلی بغاوت کے حالات پہنچے۔ تو اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے فوج تعینات کی گئی۔ مقابلہ ہوا۔ اور سخت مقابلہ ہوا۔ ایک طرف بعض اراکین کی جو نظربند تھے۔ زندگی کی حفاظت کا سوال تھا۔ اور دوسری طرف باغیوں کی سرکوبی اور گوشمالی کا فرض پیش نظر تھا۔ بڑی مشکل اور سخت کوششوں سے مہم سر ہوئی۔ نو دن تک لڑائی جاری رہی۔ صاحبزادہ محمد جعفر خان گرفتار ہوگیا اور اسی مکان میں حبس میں وہ سکونت پذیر تھا۔ نظربند کیا جاکر مضبوط پہرہ اور حفاظت کا انتظام کر دیا گیا۔

نواب بہاول خان کی وفات کی خبر معلوم کرکے اداۓ تعزیت اور کمسن نواب صاحب کی

تہنیت مسند نشینی کے لئے مسٹر ولیم فورڈ صاحب کمشنر ملتان بہاولپور میں آئے اور یہاں انہوں نے ایک ہفتہ مقیم رہ کر حالات کا معائنہ کیا۔

اس عرصہ میں صاحبزادہ جعفر خان کو باجازت لفٹیننٹ گورنر پنجاب دبحکم کمشنر صاحب ملتان قلعہ ڈیراور سے نکال کر آئندہ حالات کے خطرہ کے مدنظر بحراست ملتان اور پھر ملتان سے لاہور بھجوا دیا گیا

صاحبزادہ جعفر خان کے دریا پار چلے جانے کے باوجود بھی شرارت انگیز جماعت کے سرغنوں نے اس فتنہ کو فرو نہ ہونے دیا۔ اور کپتان گنیش داس کے ماتحت گولنداز پلٹن نے بلوہ پردازی کا شعلہ جاری رکھا۔ چنانچہ ۲۲ جون ۱۸۶۶ء کو انہوں نے نواب صاحب کے محل سے گولہ وبارود نکالنے کی کوشش کی اور میگزین کے محافظوں کو جنہوں نے گولہ بارود نہ نکالنے دیا تھا۔ سخت سست کہکر زبردستی گولہ بارود نکالا اور امام بخش خان معروفانی داؤد پوترہ کو جو ابتداً صاحبزادہ جعفر خان کے ساتھ ساز باز رکھتا تھا۔ اپنا سرکردہ بنا کر شورش اور ہنگامہ برپا کر دیا۔ اگرچہ صاحبزادہ جعفر خان آنزدے آب بھجوایا جاچکا تھا مگر پھر بھی یہ مشہور کیا گیا کہ وہ دریا سے واپس آرہا ہے۔

اس سلسلہ میں بلوہ پردازوں نے حرام سرائے سلطانی پر سے حاجی خانصاحب (نانا نواب صاحب) اور خان محمد خان دربان کو پکڑوا کر توپ خانہ میں نظر بند کر لیا۔ پھر سید امام شاہ اور محمد نظام خان کو بھی پکڑوا لیا۔ اُن سے مہریں بھی چھین لیں۔ کپتان حسن خان۔ کپتان گنیش مہاراج۔ دیوان جنوں مل۔ سید شبیر شاہ۔ کپتان نانک رام کا بھی یہی حشر ہوا۔ بلکہ محمد نظام خان اور دیوان جنوں مل کا مال اسباب بھی لوٹ لیا گیا۔ نواب صاحب کی ڈیوڑھی پر سخت پہرہ مامور کر دیا۔ یہانتک کہ ۱۲ پہر تک اندر کوئی کھانے پینے کی چیز بھی نہ جا سکی۔ علاقہ میں بدنظمی کی صورت پیدا ہوگئی۔ اور نمک حراموں کی امداد کے لئے خفیہ طور پر خانواہ اور نورنگا سے لوگ جمع ہونے لگ گئے۔ کچھ ملازمان کو دریا کی طرف صاحبزادہ جعفر خان کو واپس لوٹا لانے کے لئے بھیجا گیا مگر ان کے پہنچنے سے پہلے صاحبزادہ جعفر خان دریا کے پار سے جایا جا کر ملتان بھی پہنچا دیا گیا تھا۔ ان کے خالی واپس آنے پر امام بخش خان باغی مایوس ہو گیا۔ اور پچاس گولندازوں کی معیت میں ڈیوڑھی پر آیا۔ اور یہ کہلا بھیجا کہ میں تو بھی غلام سرکار ہوں۔ ریاست کا مالک نواب صادق محمد خان ہے۔ وزارت صاحبزادہ جعفر خان کے نام ہو جائے۔ یہ اراکین خارج کر دئے جائیں۔ نواب صاحب مرحوم کی مہر شاہی مجھے دے دی جائے۔ اندر حرم سرائے سے دائی سلطانی معتبرہ نے آکر جواب دیا۔ کہ مہریں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ جعفر خان کی وزارت اور اراکین کا اخراج بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ تم نے جو کچھ کرنا تھا کر دکھلایا۔ ہمارے کھانے

پینے تک بند کر دیا۔ اب صاحب کمشنر بہادر اور ایجنٹ صاحب کے اختیار میں ہے۔ اور ہماری جائے پناہ سرکار انگریزی کے سایۂ عاطفت میں ہے۔

امام بخش خاں یہ خشک جواب سنکر چلا گیا۔

صاحب بہادر کمشنر صوبہ ملتان کے حکم سے جو ابھی تک بہاولپور میں موجود تھے نجابت علی شاہ اور علی گوہر خان۔ نواب صاحب کی جان اور حرم سرائے کی حفاظت پر مامور ہو کر ڈیرہ مبارک پہنچ گئے اور مستورات کی ہر طرح تسلی و تشفی کرائی۔ اور نواب صاحب کے نام کا جو خریطہ مبارکباد دستاربندی معہ خلعت مسندنشینی کا لے آئے تھے والدہ ماجدہ نواب صاحب کی خدمت میں بھجوایا۔ حضرت مائی صاحبہ نے دائی سلطانی کی معرفت گورنمنٹ انگریزی کا شکریہ ادا کیا۔

امام بخش خان نے کمشنر صاحب کا حکم دکھلانے کیلئے اصرار کیا۔

علی گوہر خان اور منشی نجابت علی نے اصل حکم ان کے دکھلانے کو بھیجا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ سرکار دولتمدار انگلشیہ کی طرف سے دستاربندی نواب صادق محمد خان صاحب کے نام منظور ہو چکی ہے۔ اور اس کی متعلقہ خلعت بھی آ چکی ہے۔ تو مفسدہ پردازوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ محمد نظام خان۔ سید امام شاہ۔ دیوان جتومل سید شبیر شاہ اور ہمان محمد دربان بھی آزادی حاصل کر کے واپس آ گئے۔

نواب صاحب کی طرف سے فوج اور علاقہ کے حکام کے نام احکام بھجوائے گئے۔

حضرت مائی صاحبہ (والدہ ماجدہ نواب صاحب جو ایک نہایت صاحب تدبیر مآل اندیش اور سمجھدار خاتون تھی) کو نمک حرام ملازموں اور شورہ پشت افراد رعایا کی حرکات کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اُس نے ارکین سلطنت کے ساتھ مشورہ کر کے گورنمنٹ انگریزی کی مداخلت کے لئے استدعا کی۔ اور اس مضمون کا ایک خریطہ سید مراد شاہ نیٹو ایجنٹ کے مشورہ سے لکھوا کر لفٹیننٹ گورنر کی خدمت میں لاہور۔ اور کمشنر صاحب بہادر ملتان کی خدمت میں بھجوائے جن میں مداخلت کی استدعا کی گئی تھی۔ نواب صاحب کے نانا جمعدار حاجی خان۔ محمد نظام خان۔ اور دیوان جتومل کمشنر صاحب کی خدمت میں گئے۔ کمشنر صاحب نے وہ خریطہ معہ اپنی ایک مفصل رپورٹ کے سید محمد شاہ اور سید امام شاہ منشیر کے ذریعہ لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر کی خدمت میں لاہور بھجدیا۔ گورنر صاحب بہادر نے پہلے تو کچھ تامل کیا لیکن سفیران مذکور کی زبانی مفصل حالات سنکر نواب صاحب کے بالغ ہونے تک گورنمنٹ انگریزی کی مداخلت منظور فرمائی۔ اور مندرجہ ذیل جوابی خریطہ نواب صاحب بہادر کے نام بھجوایا۔

"نواب صاحب مشفق مہربان کرمفرمائے مخلصان سلامت!
بعد اشتیاق ملاقات مسرت آیات کہ مثل شرافت و اوضاع گرامی پایاں پذیر نیست، مکشوف خاطر صفا مآثر گردانیدہ مے آید۔
حسب خواہش دلی آں مہربان مندرجہ خریطہ غرّہ ماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ واستدعائے مشیران ریاست بہاولپور۔ جناب نواب مستطاب معلی القاب وائسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے مداخلت سرکار انگریزی میں انتظام امورات ریاست بہاولپور میں۔ اور کرنا انتظام امورات کا بذریعہ ایک صاحب عہدہ دار۔ انگریزی تاسن تمیز آں مشفق منظور فرمایا ہے۔ جو انتظام کیا جائے گا۔ بنام آں مشفق اور آپ کے فائدے کے واسطے کیا جائیگا۔ سب لوگوں کے واجب حقوق اور دعودں کا لحاظ کیا جاوے گا۔ جہانتک ممکن ہوگا۔ قدیم متوسل ریاست، جو نمک حلال اور مطیع رہیں گے۔ بدستور ملازم رکھے جائیں گے۔ اور حتی الامکان سب لوگوں کی حقوق رسی کے باب میں حکم مناسب دیا جائے گا۔
اہلکاران اور سپاہیان ریاست بدستور نوکر رہیں گے۔ اور ان کے مواجب قاعدہ کے ساتھ برابر ملتے رہیں گے۔ ریاست کی آمدنی کا قاعدہ کے ساتھ ٹھیک ٹھیک حساب رکھا جائیگا۔ اور جبوقت آں مشفق کی عمر اٹھارہ سال کی ہوگی۔ کل انتظام ریاست آں مشفق کے سپرد کیا جائے گا۔
چنانچہ ولیم فورڈ صاحب کمشنر ملتان پولیٹکل ایجنٹ و سپرنٹنڈنٹ ریاست بہاولپور مقرر ہوئے ہیں۔ صاحب ممدوح انتظام امورات ریاست باحسن وجوہ فرماویں گے۔ اور جو خرچ اس انتظام میں ہوگا وہ ریاست سے ہوگا۔
مدام از ساعی تا خیات مشعر صحاح مزاج مودت امتزاج مسرور و محظوظ میفرمودہ باشند۔

مرقومہ ۴ ماہ اگست ۱۸۶۶ء
منجانب طامس ہنری تھارنٹن صاحب سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب
لاہور

۶ اگست ۱۸۶۶ء کو یہ خریطہ کمشنر صاحب کے ذریعہ اراکین دربار کے حوالہ ہوا۔ اور اس کی سلامی کی شلک کی گئی۔ اس خریطے کے موصول ہونے پر مسٹر ولیم فورڈ نے پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے انتظام ریاست میں اصلاح شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ ہر ایک صیغہ کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔

۱۸۶۶ء سے پہلے ریاست بہاولپور کی اعلیٰ انتظامی جماعت حسب ذیل عہدوں اور اصحاب پر مشتمل تھی

وزیر محمد نظام خان :۔ تنخواہ ۔ ۴۲۵-۹-۰
(خزانہ سے ۹/۶۰ مودی خانہ سے ۱۳۵ توشہ خانہ سے بشمول بازگیران ۲۴۰)

عدالتی جج علی گوہر خان :۔ تنخواہ ۔ ۴۵۰ (خزانہ سے ۹/۳۰ مودیخانہ سے ۶/۹)

جمعدار بازگیران یعنی رسالدار حاجی خان :۔ ۳۰
(خزانہ سے ۴/- مودیخانہ سے ۲۵/- توشہ خانہ سے بشمول بازگیران ۴/-)

مشیران امام شاہ، محمد شاہ، جیتو مل :۔ ۱۸/-
(خزانہ سے ۵/۱۲ مودیخانہ سے ۱۲/۴)

گورنمنٹ انگریزی کی مداخلت کے بعد ایک طرف تو قیام امن، انتظام ریاست اور اصلاح و ترقی ملک کی تدابیر کا کام شروع ہو گیا۔ اور دوسری طرف کمسن نواب صادق محمد خان صاحب رابع کی پرورش۔ تعلیم و تربیت کا اہم کام پیش نظر تھا۔

جون ۱۸۶۶ء سے نومبر ۱۸۷۹ء تک تیرہ سال کئی ماہ گورنمنٹ انگریزی کا انتظام رہا۔ اس وقت نواب صاحب نے کتبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ملکرانی کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ اور سپہ گری

کے فن کو بھی گہرے مطالعے اور غور سے حاصل کیا۔ ذرا بڑے ہوئے اور سمجھ آنے لگی۔ تو اپنی مملکت خداداد کے مسلسل دورے کئے رعایا کی حالت کو خود موقعہ پر جا کر دیکھا۔ اور رعایا کی نظروں میں محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔

پیشتر اس کے کہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے ایام مداخلت کے متعلق ایک سرسری تذکرہ درج کریں اس وقت کی موجودہ انتظامی جماعت کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ صاحب پولیٹیکل ایجنٹ کے تقرر سے پیشتر محمد نظام خان (وزیر) سید امام شاہ محمد شاہ اور جنوول مشیران۔ علی گوہر خان عدالتی (جج) اور حاجی خان جمعدار بازگیران (رسالدار) تھے۔ اور گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے سید مراد شاہ ایک نیٹو ایجنٹ رہتا تھا۔

پولیٹیکل ایجنٹ صاحب نے انتظام کی باقاعدگی۔ اور ملازمان کی قابلیت اور استعداد کا علم حاصل کر کے ریاست کے مختلف صیغے علیحدہ علیحدہ قائم کئے۔ محمد شاہ اور جنوول کو اپنے فرائض سے سبکدوش کر دیا۔ اور وزیر نظام خان کے متعلق بھی کچھ شبہات پیدا ہو جانے اور بلا اجازت لاہور چلے جانے کے الزام پر سخت حکم جاری ہوا۔ لیکن ڈیرہ اسماعیل خان کے سردار نواب سرفراز خان کی سفارش پر اس کی علیحدگی پر اکتفا کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اس کی پنشن عہ تاحیات بھی مقرر دی گئی

سید مراد شاہ نیٹو ایجنٹ کے مشورہ سے فورڈ صاحب نے مودی خانہ کے مصارف کی تخفیف کی جو للعہ ؎ ر ر سے باقی ؎ ر ر بحال رکھے گئے۔

۲ر نومبر ۱۸۶۶ء کو فورڈ صاحب واپس ملتان چلے گئے اور سی منچن صاحب ریاست کے سپرنٹنڈنٹ ہو کر تشریف لائے۔ جو پہلے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر درجہ اول مستقل اور قائم مقام ڈپٹی کمشنر ضلع بنوں تھے۔

انہوں نے آکر معلوم کیا کہ ریاست کی کل آمدنی سال گذشتہ کی

۲۲۷۳۷۹۷-۳

۲۲ لاکھ ؎ ر ر سکہ احمد پوری تھی

آمدنی تحصیلات	آمدنی زکوٰۃ
۱۹ لاکھ للعہ ؎ ر ر ۹	۳ لاکھ ؎ ر ر ۰۶

انہوں نے آمدنی کے بڑھانے اور غیر ضروری اخراجات کے گھٹانے کی تجویز کی۔ ریاست کے ہر صیغہ کا اہتمام علیحدہ علیحدہ مکمل کر کے اس پر یوروپین افسران مقرر کئے۔ وکالت کا صیغہ علیحدہ جاری کیا چنانچہ پہلی تجویز میں چار وکیل مقرر کئے جو حسب ذیل

مولوی نصیر بخش مولوی رفیع الدین (ایجنٹی میں) مولوی محمد طالب (ملتان میں)۔

مولوی ضیاء الدین (ریاست بیکانیر میں)

اسی طرح پانچ میونسپل کمیٹیاں۔ خیرپور۔ بہاولپور۔ خانپور۔ احمد پور لمہ اور کوٹ سبزل میں تجویز کیں۔

پولیس کے ۱۳ تھانے تجویز کئے اور ان کو تین سپرنٹنڈنٹوں کے ماتحت رکھا۔

سزا یافتگان کے لئے مختلف مقامات پر جیل خانے تجویز کئے اور صدر بہاولپور میں سنٹرل جیل قائم کیا۔

دریا سے نالے احداث کرا کے ملک میں آبادی کی ترقی کے وسائل پیدا کئے۔ چنانچہ سب سے پہلے نالہ فورڈ واہ تجویز ہوا جو ۱۸۶۶ء میں احداث ہوتا رہا۔ یکم جولائی ۱۸۶۸ء کو اس میں پانی جاری ہوا۔ ہزار سالہ جنگل کو اس کے پانی نے آباد کیا۔

ریاست کے درباری اور کرسی نشینوں کی ایک فہرست مرتب کی یہ فہرست ۱۸۷۰ء میں تیار ہوئی جس میں پچاس ۵۰ رئیس کرسی نشین بنائے گئے۔

۱۸۷۱ء میں منچن صاحب رخصت پر گئے۔ ان کی جگہ کیپٹن گرے صاحب مقرر ہوئے۔ جو آخیر مارچ ۱۸۷۳ء تک تا واپسی منچن صاحب کام کرتے رہے۔

اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کا عہدہ تجویز کر کے پہلے اس پر کیپٹن ہیر صاحب مقرر ہوا۔ پھر ان کے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے ان کی جگہ کیپٹن بکٹ صاحب مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۴ء میں انکے بصیغہ رخصت ولایت چلے جانے پر کیپٹن برن صاحب تعینات ہوئے۔

سرکاری اصطبل گھوڑہ (جنگلات) اور صیغہ اسٹڈ علیحدہ قائم کر کے مسٹر کالسرویپ صاحب اس کے افسر قرار دئے گئے۔

مالی کام کو تین نظامتوں میں تقسیم کر کے یہ صیغہ ایک یوروپین مسٹر کیمپل صاحب کے سپرد ہوا۔ اور نظامتوں کی اسامیوں پر سید مراد شاہ سابق نیٹو ایجنٹ۔ میر محمد خان اور پنڈت لعلجی پرشاد

مقرر ہوئے جنکو علاوہ فوجداری اختیارات مجسٹریٹی کے پانچ ہزار روپے تک کے مقدمات دیوانی کی سماعت کا مجاز کیا گیا۔

خزانہ

خزانہ کا انتظام حفاظت و درستی حساب وغیرہ کرکے ایک یورپین افسر مسٹر برچ صاحب کو اس کا افسر مقرر کیا گیا۔

انہار

صیغہ انہار و آبپاشی ریاست کا اہتمام باقاعدہ شروع کیا گیا۔ اور غیر آباد زمینوں کی سیرابی اور آبادی کی کوشش باقاعدہ ہونے لگی۔ اس صیغہ کے یورپین افسر کا نام مسٹر بارنس تھا جسکو مہتمم انہار کہتے تھے۔

پبلک ورکس

پبلک ورکس (صیغہ تعمیرات و فوائد عامہ) کی بنیاد علیحدہ رکھی گئی۔ جسپر مسٹر ہنین صاحب یورپین افسر مقرر ہوئے۔ جنکو بارک ماسٹر کہا جاتا تھا۔

فوج

فوج کا انتظام نئے آئین کے مطابق کیا گیا۔ اور گورنمنٹ پنجاب کے حسب منشاء ریاست بہاولپور میں ایک سو پچاس سواروں کا رسالہ اور ۵۶۲ پیادہ سپاہیوں کی کنٹنجنٹ فوج مقرر ہوئی۔ یہ فوج بہاولپور میں تعینات کی گئی۔

پولیس

پولیس کا صیغہ بھی علیحدہ مقرر کیا گیا۔ جو مختلف مقامات کے پولیس اسٹیشنوں میں تعینات ہوئی

طب

صیغہ حفظان صحت عامہ کے سلسلے میں ضروری اور اہم مقامات پر شفاخانے کھولے گئے اس صیغہ کے یوروپین افسر ڈاکٹر ڈین صاحب مقرر ہوئے۔

جیل

جیل کا انتظام علیحدہ کیا گیا۔ مفصلات کے جیلوں کو سب جیل اور بہاولپور کے صدر جیل کو سنٹرل جیل کا نام دیا گیا۔ اور ان پر ایک یوروپین ڈاکٹر بنگ تعینات ہوا۔

تعلیم

نواب صاحب کی تعلیم کے انتظام کے سلسلہ میں ریاست میں بھی تعلیم عام کا سلسلہ باقاعدہ جاری کیا گیا۔ متعدد دیہاتی مدارس کے علاوہ صدر میں ایک نارمل سکول قائم کیا گیا۔ اور اس صیغہ کا انتظام مسٹر ڈوران صاحب اتالیق نواب صاحب کے سپرد کیا گیا۔

میونسپلٹی

چونگی و میونسپل کمیٹی۔ ریاست سے پہلے زکات کا ایک خاص محصول مقرر تھا۔ مگر اس جدید انتظام میں زکات کا انتظام بدلکر چونگی کے قواعد مطابق علاقہ گورنمنٹ جاری کئے۔ اور کپتان جینسپر بدن صاحب یوروپین افسر اس کے افسر قرار دئے گئے۔ میونسپل کمیٹی بھی اسی کے ماتحت رہی

پریس اور اخبار

صادق الانوار بھی اسی زمانہ میں قائم ہوا۔ اور اس سے ایک ہفت روزہ اخبار بنام صادق الاخبار جاری کیا گیا۔ جو آج تک برابر جاری ہے۔

ڈاک کا صیغہ۔

ڈاک کا صیغہ بھی علیحدہ قائم کیا گیا۔ اگرچہ اس وقت مملکت خداداد بہاولپور میں ریل جاری نہیں ہوئی تھی۔ پھر بھی ڈاک کا انتظام ایک علیحدہ افسر کے ماتحت کیا گیا۔ جو گھوڑوں اور ہرکاروں کے ذریعہ منزل پر پہنچائی جاتی تھی۔ اس کی سہولیت کے لئے بہاولپور سے مشرق اور مغرب کی جانب جو شاہراہ عام اور سڑکیں موجود تھیں۔ ان کی درستی کرائی گئی۔ ستمبر ۱۸۷۰ء میں ڈاک کا اہتمام صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب کے ماتحت کر دیا گیا۔ اور ریاست کی سروس ڈاک کے لئے بعض شرائط کے ساتھ سالانہ معاوضہ مقرر کیا گیا۔ غرض گورنمنٹ انگریزی کی مداخلت اور یوروپین افسران کی نگرانی میں ریاست کے انتظامی شعبوں کا انتظام علیحدہ علیحدہ کیا جا کر ہر ایک صیغہ کو ایک قابل اور ماہر افسر کے ماتحت کر دیا گیا۔ اور یہ انتظام نواب کی نابالغی کے زمانہ تک مسلسل جاری رہا۔ نومبر ۱۸۷۹ء میں نواب صادق محمد خانصاحب رابع کو اختیارات کامل تفویض کئے گئے۔ اور ایجنسی کا زمانہ ختم ہوا۔

اس انتظامی انقلاب کی مختصر تاریخ کے بعد ہم نواب صاحب کے ذاتی سوانح کا مختصر ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔

والد کی وفات کے وقت نواب صاحب کی عمر چار سال سات ماہ چار دن کی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ داؤد پوترہ خوانین نے وارث تاج و تخت کی کمسنی اور نابالغی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں بغاوتیں شروع کر دیں۔ اور ریاست میں بدامنی پھیلانے کی کوشش میں مصروف رہے۔ مگر بہت جلد ریاست بہاولپور کا کمسن تاجدار اور ریاست کی انتظامی دنیا گورنمنٹ انگریزی کی امداد اور سرپرستی میں آ گئی۔ اور یہ شورشیں مسدود ہو گئیں۔

موئے تراشی (جھنڈ) نواب صاحب کی موئے تراشی کی رسم ان کے گیارہ ماہ کی عمر میں ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء میں ادا ہوئی تھی۔ جبکہ آپ کے والد ماجد زندہ تھے۔ اور اس تقریب پر نہایت عالیشان دربار منعقد ہوا تھا۔ اور آپ باپ کے ساتھ خاصہ میں سوار ہو کر سیر و ہوا خوری کے لئے باہر لائے گئے تھے۔

بسم اللہ۔ ۱۳ مارچ ۱۸۶۷ء مطابق ۱۱ ذیقعد ۱۲۸۳ھ مولوی امیر الدین صاحب ساد کے ذریعہ نوابصاحب کی تعلیم کا آغاز کرایا گیا۔ اور بسم اللہ خوانی کی رسم دربار میں دھوم دھام سے منائی گئی۔

اس کے بعد بہت جلد نواب صاحب چیچک کے بخار میں مبتلا ہو گئے جس سے ۷ ذوالحجہ ۱۲۸۳ھ

کو غسل صحت فرمایا۔ اور اس موقعہ پر غسل صحت کا ایک بہت بڑا دربار منعقد فرما کر اہلکاروں کے سلام قبول فرمائے۔ جن کو انعام و خلعت مرحمت کئے گئے

تعلیم: ۱۸۶۵ء میں انگریزی تعلیم کیلئے پنڈت جے نرائن صاحب ٹیوٹر مقرر ہوئے

ختنہ: ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۸ء) میں نواب صاحب کے ختنہ کی سنت ادا ہوئی اور شفایابی پر غسل صحت کا دربار منعقد ہوا۔

۱۲۸۶ھ کو آپکے نانا حاجی خانصاحب کا انتقال ہوا۔

مدرسۃ المعلمین: ۱۸۷۱ء میں بہاولپور کے اندر مدرسۃ المعلمین قائم کیا گیا۔ اس مدرسہ کے معلم اول سید چراغشاہ صاحب مقرر ہوئے۔

نور محل: ۱۲۹۹ھ (۱۸۷۲ء) ۱۰ اگست کو بہاولپور میں نور محل کی بنیاد رکھی گئی۔ بنیاد میں بہاولپور کے سکّے اور ایک تحریر رکھی گئی۔ جس میں نور محل کی تاریخ بنیاد اور مختصر حالات درج تھے۔ اخبار کے ایڈیٹر نے یہ تاریخ لکھی۔ ع۔ عمرو حشمت تا قیام آسماں باد

۱۲۹۹

اوقات تعلیم: جولائی ۱۸۷۱ء میں آپ کی تعلیم کا پروگرام حسب ذیل مقرر ہوا۔

وقت	مضمون	نام اتالیق
۷ بجے صبح تا ۱۰ بجے صبح	انگریزی	مسٹر آر کلارک صاحب سپرنٹنڈنٹ کورٹ آف وارڈس
۱۰ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر	فارسی	مولوی فرزند علی صاحب
۲ بجے بعد دوپہر تا ۴ بجے	تلاوت قرآن مجید	مولوی نبی بخش صاحب
۴ بجے تا شام	ہوا خوری سیر و تفریح	زیر نگرانی مسٹر آر کلارک صاحب

سفر حسن ابدال: تعلیم کے مراحل کامیابی سے طے ہو رہے تھے کہ دسمبر ۱۸۷۲ء میں نوابصاحب بمقام حسن ابدال فوجی جنگی مشق دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور جنوری ۱۸۷۳ء کو واپس آئے

بیماری: مئی ۱۸۷۵ء کو نوابصاحب ذات الجنب کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور آخیر جون تک اس،

تکلیف میں مبتلا رہے۔ ۳۰ر جون ۱۸۷۵ء کو غسل صحت فرمایا۔ بہت خوشی ہوئی۔ دربار منعقد ہوا۔ انعام، خلعتیں ترقیاں عطا کی گئیں۔ اس بیماری کے بعد تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر گئے۔

ولایت ۱۸۷۶ء میں نواب صاحب کے متعلق صاحب پولیٹیکل ایجنٹ نے ولایت کی تعلیم کی تحریک کی لیکن بتقاضائے وقت یہ تجویز التوا میں رہی

لاہور نواب صاحب پنجاب گورنمنٹ کی تجویز کے مطابق اپریل ۱۸۷۸ء میں اپنے نئے اتالیق مسٹر ڈوران صاحب کے ہمراہ تیرہ ماہ کے لئے لاہور تشریف لے گئے اور وہاں تعلیم میں مصروف رہے۔ اس تعلیم مکتبی کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت۔ انتظام ملکی کا تجربہ، جسمانی صحت اور خط کی مشق برابر جاری رہی۔

شادی خانہ آبادی ۱۸ر اکتوبر ۱۸۷۸ء (۲۰ر شوال ۱۲۹۵ھ) کو نواب صاحب کی شادی صاحبزادہ محمد عیسیب خانصاحب عباسی کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ صاحبزادہ محمد عیسیب خانصاحب نواب محمد بہاول خانصاحب عباسی ثالث علیہ الرحمتہ کے بھتیجے اور صاحبزادہ محمد عظیمیار خانصاحب عباسی کے فرزند تھے۔ بہت بڑے پیمانے پر خوشیاں منائی گئیں۔ دربار ہوا۔ نذریں پیش ہوئیں۔ انعام و خلعتیں تقسیم ہوئیں۔ بہت دنوں تک اس شادی کی وجہ سے رعایا اور مستحق لوگ خیرات و خیرات سلطانی سے مستفیض ہوتے رہے

اس تقریب مبارک کے کچھ عرصہ بعد نواب صاحب نے ریاست کے مشرقی حصہ کے ایک اعلیٰ زمیندار و رئیس کرم خان صاحب گدہوکا کی دختر نیک اختر سے نکاح فرمایا۔ اس محترم خاتون کے بطن سے ۶ ستمبر ۱۸۸۰ء کو ایک صاحبزادہ تولد ہوا۔ جسکا نام "رحیمیار خان" تجویز ہوا۔ تمام ریاست میں اس تولید سعید کی خوشیاں منائی گئیں۔ جلسے دربار منعقد ہوئے۔ مگر قضاء الٰہی سے یہ شہزادہ ۲۴ر فروری ۱۸۸۲ء کو آتشبازی سے کھیلتا ہوا آتشبازی میں آگ کے لگ جانے سے جھلس گیا اور اس حادثہ جانکاہ سے جانبر نہ ہو سکا۔

کچھ عرصہ بعد نواب صاحب نے بہاولپور کے غربی علاقہ خانپور کے ایک جلیل القدر رئیس محمد رمضان خان افغان کی دختر نیک اختر سے نکاح کیا۔ اس حمیدہ خصال خاتون محترم کے بطن مبارک سے ۲۰ر ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ (۲۲ اکتوبر ۱۸۸۳ء) کو ایک فرزند پیدا ہوا۔ جسکا اسم گرامی محمد مبارک خان تجویز ہوا۔ یہی بلند اقبال شہزادہ ولیعہد اور وارث تاج و تخت آبائی ہوکر محمد بہاول خان خامس کے نام سے موسوم ہوا۔ افغانی نسل کی ایک اور محترم خاتون سے بھی نواب صاحب بہادر نے شادی فرمائی جس کے بطن مبارک سے

ایک شہزادہ بلند اختر تاریخ ۲۰ر دسمبر ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوُا۔ جسکا نام بلخ شیر خان عرف حاجی خان تجویز ہوُا ان کے علاوہ تین صاحبزادیاں بھی کاشانہ سلطانی میں پیدا ہوئیں۔

دربار اختیارات نواب صاحب کی کم سنی میں گورنمنٹ انگریزی کا انتظام رہا۔ جوں جوں نواب صاحب تعلیم اور عمر میں ترقی کرتے گئے۔ اسی طرح نواب صاحب کو ملک رانی اورحکومت کا عملی تجربہ کرایا جاتا رہا۔ اور بالعموم پولیٹکل ایجنٹ صاحب اور دوسرے یوروپین افسران، نواب صاحب کے دوروں میں ہمراہ رہ کر تمام قسم کے مالی ملکی اور سیاسی امور سے آگاہ کرتے رہے

نواب صاحب کا زمانہ طفلی گذر گیا۔ اور انگریزی حکام نے یہ سمجھا۔ کہ اب عنقریب نواب صاحب کو ان کی ملکرانی کے اختیارات دیئے جائیں گے۔ اس لئے پولٹیکل ایجنٹ نے مناسب سمجھا۔ کہ یوروپین اسٹاف کو ریاست سے رفتہ رفتہ سبکدوش کیا جائے اور ان کی بجائے ریاست کے خاندانی امراءاور نمکخواروں کو انتظامی صیغوں میں لگاکر ان کے طرز عمل کو اس قابل بنایا جائے کہ وقت آنے پر وہ نظام ریاست کے سنبھالنے کے قابل ہو جائیں۔

چنانچہ اس تدبیر کے پیش رفت ۱۸۷۷ء میں محکمہ حساب و خزانجات بہاولپور کا اہتمام دیوان جتو مل کے سپرد کیا گیا۔ جولائی ۱۸۷۷ء میں جیل اور پولیس کا کام مہتہ پھلومل کے حوالے ہوُا۔ اسی طرح نومبر ۱۸۷۷ء میں ریاست کے انتظام کو کامیابی کے ساتھ چلانے کی غرض سے دیسی ملازمان ترقی یافتہ کی ایک کونسل مرتب کی گئی۔ اور ان کو کام پر لگا دیا گیا۔ اس کونسل کے ارکان حسب ذیل تھے۔

۱۔ پنڈت لعلجی پرشاد۔ وزیر و پریذیڈنٹ کونسل
۲۔ شیخ فیروز الدین۔ مشیر مال و ممبر کونسل
۳۔ راجہ فتح خان۔ مشیر فوج و ممبر کونسل
۴۔ دیوان جتو مل۔ مشیر مستوفی و ممبر کونسل
۵۔ محمد حسین خان۔ مشیر تعمیرات و ممبر کونسل
۶۔ مولوی شمس الدین۔ حاکم اعلیٰ صیغہ جوڈیشل (عدالتی اول) و ممبر کونسل)

اس کونسل نے ریاست بہاولپور کا کام نہایت محنت اور تندہی سے انجام دیا۔ اور نواب صاحب بھی ہمیشہ کونسل کے اجلاس میں شرکت فرماتے رہے۔

دو سال تک اس دیسی افسروں کی کونسل نے صاحب پولیٹکل ایجنٹ کی نگرانی میں قابل اطمینان

کام کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گورنمنٹ پنجاب کو کام اور انتظام ریاست کے متعلق اطمینان ہو گیا۔ اور نواب صاحب کے عطائے اختیارات کی تجویز ہوئی۔ ایجنسی کا دور ختم ہوا۔ اور نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب آنریبل سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر بالقابہ نے ۲۸ نومبر ۱۸۷۹ء کو نور محل بہاولپور کے اندر ایک عالی شان دربار میں جس میں پنجاب کی ریاستوں کے متعدد نواب، مہاراجے اور معتمد امراء و رؤساء کے علاوہ خاندان عالی عباسی کے ممتاز افراد ریاست کے درباری۔ کرسی نشین۔ اراکین اور معزز رئیس جمع تھے۔ نواب صاحب کے اختیارات کا ایک فصیح اور بلیغ اردو زبان کی اسپیچ کے ساتھ اعلان کیا۔ ایسی فصیح اور بے نظیر تقریر اردو زبان میں غالباً اسوقت تک کسی یوروپین حاکم نے نہیں کی تھی۔ اور ایک مالائے مروارید نواب صاحب کے زیب گلو فرمائی۔ اور ایک بیش بہا خلعت گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کی جانب سے نواب صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ اعلان اختیارات کاملہ کے بعد نواب صاحب نے ایک مختصر اسپیچ میں شکریہ ادا کیا۔ ہم یہ دونو تاریخی اسپیچیں درج ذیل کرتے ہیں۔

مجھ کو بہاولپور آنے میں کبھی اسقدر مسرت نہیں ہوئی جیسا کہ اس موقع سعید پر ہوئی ہے یہ وہ موقع ہے کہ منجانب عالی جناب فلک رکاب حضرت علیا ملکۂ معظمہ قیصرہ ہند و جناب مستطاب معلّی القاب نواب نائب السلطنت مجھ پر اس صوبہ میں یہ نہایت معزز کام عائد ہوا ہے۔ کہ عالی جناب نواب صادق محمد خان بہادر کو ان کے بزرگوں کی مسند پر بٹھاؤں۔ اور ریاست کے کامل اختیار ان کو تفویض کروں۔ تیرہ برس کا عرصہ ہوا کہ بہاولپور کے کل عمائد اور نواب صاحب صغیرسن کے مشیروں اور وزیروں نے اور ان کے خاندان کے اراکین کی دلی اور متواتر درخواست پر گورنمنٹ برطانیہ نے قبول فرمایا تھا۔ کہ ریاست بہاولپور کا انتظام ایک صاحب انگریز رزیڈنٹ کے توسط سے جو پنجاب گورنمنٹ کے متعلق کیا جائے۔ اسوقت یعنی ۱۸۶۶ء میں ریاست برسوں سے بحالت ابتری و فتور مبتلا تھی۔ نواب صاحب کے والد کے عہد کی تاریخ یعنی ۱۸۵۹ء سے ۱۸۶۶ء تک کے واقعات، ان متواتر غدروں کا ایک طویل اور دردانگیز افسانہ ہے۔ جن کے سبب ملک ویران ہوا محاصل رائگاں گیا۔ اور رونق کیصورت ناممکن ہو گئی۔ جس دن سے حضرت علیا جناب فلک رکاب ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند کی گورنمنٹ نے بہاولپور کو اپنے سایۂ عاطفت میں لیا۔ ریاست میں برابر امن و امان رہا ہے۔ افسران ممتاز نے جو بہت احتیاط سے منتخب ہوئے تھے۔

ریاست کا ایسے طریق پر انتظام کیا۔ کہ رؤساء و رعایا سب کو امنیت حاصل رہی۔ اور ان کی موروثی جائیداد اور محنت کے مفاد سلامت رہے۔ ۱۸۷۵ء میں محاصل کی یہ صورت تھی۔ کہ وصول نہیں ہو سکتا تھا۔ سال آئندہ میں یعنی جب انتظام قایم ہوا تو آمدنی کی تعداد ۱۴ لاکھ روپیہ ہو گئی۔ اور اب سالانہ اوسط بیس لاکھ روپے تک پہنچ گئی ہے۔ اور آئندہ زیادہ تر اور جلد جلد ترقی کی اُمید ہے۔ سڑکیں و پُل و عمارات مفید عام تیار ہوئی ہیں۔ پرانی نہریں کشادہ کی گئی ہیں۔ اور ان کی مرمت ہوئی ہے۔ نئی نہریں کھودی گئی ہیں اور اس سبب سے اڑہائی لاکھ ایکڑ یعنی پانچ لاکھ بیگہ اراضی آبی زیادہ ہو گئی ہے۔ گورنمنٹ نے نہیں چاہا کہ محاصل کو بچا کر جمع کرے اور رئیس کے لئے بیکار خزانہ مہیا کر دے۔ جو محض فضول خرچی اور عیش ذاتی کے لئے ترغیب ہے۔ اس نے بہاولپور کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ جیسا ایک دانا اور دُور اندیش سرپرست اپنی محفوظ نابالغ کے ملک کا انتظام کرتا ہے۔ یعنی اخراجات ریاست سے جو روپیہ بچا اس کا بڑا حصہ ایسے کاموں میں صرف کیا گیا۔ جن سے آئندہ کو بھاری مفاد حاصل ہوں جو فوائد ریاست کو گورنمنٹ انگلشیہ کے طفیل حاصل ہوئے ہیں۔ ان میں ایک ریل کی وہ سڑک جسکو "انڈس ویلی سٹیٹ ریلوے کہتے ہیں" کچھ کم نہیں ہے اور یہ ریل نواب صاحب کی مملکت میں ڈیڑھ سو میل تک گذرتی ہے۔ اس آہنی سڑک کی تعمیر کے واسطے جس سے ریاست کی آمدنی زیادہ ہو جائے گی۔ اور پیداوار ملک کم کرایہ اور مفاد سے سمندر کو روانہ ہو سکے گی۔ بہاولپور سے کوئی حصہ اخراجات کا نہیں طلب ہوا۔

پنجاب میں جو صاحبان لفٹننٹ گورنر مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں ان کی اور میری دلی خواہش یہی رہی ہے کہ بہاولپور کا انتظام اس طرح پر کیا جائے کہ جب یہاں کی عنان حکومت صاحب رزیڈنٹ کے ہاتھ سے نواب صاحب کو سپرد ہو۔ تو نہ کسی طرح کا خوفناک صدمہ جانا ہو اور نہ انتظام کا سلسلہ ٹوٹے جب گورنمنٹ نے انتظام ریاست اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو ریاست میں بڑی درہمی و برہمی تھی۔ اور وہ شے جس کو انتظام کہتے ہیں۔ بالکل مفقود تھی۔ یہاں ملک کے اندرونی جدال و قتال کے ایام میں سرکردہ اور لائق رئیسوں کی موت اور جلاوطنی کے باعث اسقدر نقصان عظیم ہوا کہ کئی ایک ایسے اہلکاران سرکار

انگریزی کے بلانے کی ضرورت ہوئی۔ جو گورنمنٹ ہند کے صیغہ ہائے مال و دیوانی و فوجداری سے واقف ہوں۔ لیکن ان چند سال گذشتہ سے میری یہ کوشش رہی کہ جہانتک ہو سکے غیر وطن کے اہلکاروں کو خواہ وہ اہل یوروپ ہوں یا دیسی ریاست سے علیحدہ کیا جائے اور امور ریاست ان ملازمان کے ہاتھ میں چھوڑے جاویں۔ جن کو آئندہ زیر ہدایت نوابصاحب اہتمام کرنا ہوگا جو دیسی ریاستیں رئیس کی نابالغی کے سبب گورنمنٹ کے اہتمام میں آئی ہیں۔ وہاں ان دقیق اور پیچیدہ قواعد کو جو ممالکِ مقبوضۂ سرکار انگلیشیہ میں پائے جاتے ہیں، جاری کرنا بڑی غلطی ہے ہمارے اپنے صوبوں میں حکام اور واضعانِ قانون کی کوششیں یکساں اس بارہ میں مصروف رہنی چاہئیں کہ جہانتک ہو سکے ضابطہ کو سہل کیا جا دے یہ نہ ہو کہ بے علم رعایا پر جو بے سمجھے متابعت کی جاتی ہے۔ وہ ایسا بوجھ نہ ہو جائے جسکو وہ سہار نہ سکے۔ یہ بات صحیح ہے کہ انگریزی، تہذیب کا اعلیٰ درجہ اور ضبط و ربط قوانین گورنمنٹ ہند پر بہت سے ایسے فرائض عائد کرتے ہیں۔ جن سے گورنمنٹ ہند سبکدوشی حاصل نہیں کر سکتی اور یہ ساری باتیں صوبہ جات سرکاری اور ریاستہائے توابعین کے نظم و نسق میں سرکار انگریزی کو ایک ایسا دقیق و طویل ضابطہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ کہ اس سے کاربرآری تکمیل سے ہوتی ہے۔ اور کام کے اچھی طرح سرانجام پانے کی نگرانی بھی بوجہ احسن ظہور میں آئی ہے۔ لیکن گورنمنٹ پنجاب نے اوائل ایام الحاق صوبہ پنجاب سے زیر حکومت سلسلہ افسران ممتاز یعنی سر ہنری جان لارنس و سر رابرٹ منٹگمری و سر ڈانلڈ منگلوڈ و سر ہنری ڈیورنڈ۔ و سر ہنری ڈیوس نے ہمیشہ یہ سعی کی ہے کہ گورنمنٹ اور رعایا میں کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ اور رعایا کے خاص رواج و قوانین و رسوم برقرار رہیں دیسی ریاستیں مثل پٹیالہ، کپورتھلہ یا بہاولپور یا چمبہ یا سکیت جو عارضی طور پر گورنمنٹ کے خاص انتظام میں آئیں۔ ان کا انتظام اس طور پر ہوا ہے کہ سب صیغوں کی نگرانی اسی ریاست کے معمولی اہلکاروں کی تفویض میں بزیر حکم صاحب پولیٹیکل رزیڈنٹ کے رہی ہے۔ اور جہانتک ممکن ہوا ہے۔ وہاں کے قدیم دستورات میں بہت ہی کم مداخلت روا رکھی گئی ہے۔ اور ان ریاستوں میں جہاں کے رئیس با اختیار ہیں، لفٹنٹ گورنر نے نہ کسی قسم کی مداخلت کی اور نہ کسی رزیڈنٹ یا پولیٹیکل ایجنٹ کے تقرر کی تحریک کی، بلکہ پنجاب کے حسن انتظام کی پرزور تاثیر اور عالی منزلت رئیسوں کی ارادت و خلوص نمایاں پر جو حضرت ملکہ معظمہ کی ذات کے ساتھ ان

کو ہے اعتماد رکھا

جو کچھ میں نے کہا ہے یہ بلا وجہ اور بلا خاص معنی کے نہیں ہے۔ آجکا دن پنجاب کیلئے بڑا دن ہے اور قابل یادگار رہے۔ ہو نہیں سکتا کہ ہم اس کو ایسا خیال نہ کریں۔ یہ وہ دن ہے۔ کہ اس روز رؤسائے ہندوستان کی نسبت گورنمنٹ انگلشیہ کی حسن نیت اور خیر سگالی بہت واضح اور صاف اور نمایاں طور پر روشن ہوئی ہے۔ آج وہ دن ہے کہ ایک ریاست مثل بہاولپور جسکو سرکار انگلشیہ کی مداخلت نے بربادی اور بدنظمی سے بچایا ہے۔ روز معہود پر اس کے موروثی حاکم کے حوالے کی جاتی ہے اور اس صورت سے کہ ملک نے از سر نو رونق پائی ہے۔ ہر طرف شادابی و سرسبزی و خوشحالی نمایاں ہے۔ ملک آباد ہے۔ رعایا فرماں بردار اور مطیع اور خلوص اور شادمانی کے ساتھ اجرائے حکومتِ جدیدہ کی منتظر ہے۔ جس سے ہم کو اور ان کو، دونوں کو بہت کچھ امید ہے۔ مجھکو امید ہے کہ وہ وقت گیا۔ کہ ہندوستانی رؤسا خود مختار قوت عظیمہ یعنی گورنمنٹ عالیہ سے خوف کھائیں۔ یا اس کی مقاصد کی بے اعتباری کریں جو وعدے اعلیٰحضرت ملکہ معظمہ نے اسوقت مرحمت شاہانہ سے فرمائے تھے۔ جب ملک ہندوستان کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی وہ پورے ہوئے اور صداقت کے ساتھ ان کا ایفا کیا گیا۔

اے نواب صاحب! آپ سے اور اسی طرح رؤسائے کشمیر و پٹیالہ وجنید و نابھ و کپورتھلہ و فریدکوٹ و جملہ دیگر رئیسان سے جو آج اس جلسہ میں اصالتاً و وکالتاً موجود ہیں۔ استفسار کرتا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کے تعلق کے سبب سے آپ کو مفاد ہے۔ یا نقصان۔ آپ جانتے ہیں کہ سارا جہان یہی جانتا ہے۔ کہ آپ کا مرتبہ بڑھایا گیا آپکے علاقہ جات وسیع کیے گئے اور آپ کی حکومت دوامی اور مستحکم کی گئی۔ اے رؤسائے پنجاب! اعلیٰحضرت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی گورنمنٹ جو بے شمار آدمیوں پر حکمراں ہے۔ اور سطح زمین کا ساتواں حصہ اس کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور ملکِ ہند اس سلطنت کا آٹھواں حصہ ہے۔ یہ نہیں چاہتی کہ آپ کے اختیارات اور شان و شوکت میں کمی کی جائے۔ مگر آپ پر یہ واجب گردانتی ہے کہ آپ اپنی رعایا پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کریں۔ اور اگر کبھی وقت گورنمنٹ کو ضرورت پڑے تو مستعدی اور خوشی سے خدمات ادا کریں امور متذکرہ بالا آپ پر بخوبی واضح ہیں اور ان امور کی واقفیت نے گورنمنٹ اور رؤسائے پنجاب کے درمیان نہایت سودمند موافقت پیدا کی ہے۔ یعنی ایک طرف سے اطمینان مستحکم

اور دوسری جانب سے پُرجوش ارادت نمایاں ہے۔ اے نواب صاحب! میں آپ کی اور دیگر رؤساء باختیار قوم سکھ و راجپوت و مسلمان کی، جنہوں نے حسب الطلب گورنمنٹ اپنی چیدہ فوج سرحد پر بھیجی اور یہ امر گوارا کیا۔ کہ اگر ضرورت ہو۔ تو اس کو افغانستان میں خدمات کے لئے روانہ کیا جائے۔ اس عام موقع پر خوشی سے تحسین کرتا ہوں۔ جس مستعدی سے رؤساء نے گورنمنٹ کی امداد کے لئے تقدیم کی اس پر جناب مستطاب معلی القاب نائب السلطنت نے گرم جوشی کے ساتھ خوشنودی ظاہر فرمائی۔ اور حضرت اعلیٰ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے بنظر الطاف خسروانہ انگلستان سے رؤسائے پنجاب کی خدمات کا اعتراف کیا ہے مجھکو جو مدت سے آپ کے درمیان رہا ہے اور جس نے کئی والیان ریاست کو بچہ سے جوان ہوتے دیکھا ہے یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ رئیسان پنجاب کو یہ اعزاز و افتخار حاصل ہوا۔ میرے لئے خصوصاً یہ بات باعث مسرت و تفاخر ہے۔ کہ میں بحیثیت لفٹنٹ گورنری اس مشہور و معروف صوبے کی جو سپر ہندوستان ہے۔ جانتا ہوں کہ اُن رؤساء عظام نے جو میری گورنمنٹ سے پولٹیکل تعلقات رکھتے ہیں اپنے آپ کو لائق اعتبار ظاہر کیا ہے۔ اور انہوں نے ۱۸۵۷ء کی طرح ۱۸۷۹ء میں بھی اول ہی درخواست پر اپنی قرار داد کے ایفا کرنے اور تاج برطانیہ کی حفاظت کرنے کے لئے فوراً ہتھیار اٹھائے۔

نواب صادق محمد خان صاحب! اب میں جناب مستطاب معلی القاب نواب نائب السلطنت کی طرف سے اور اپنی جانب سے اس موقع مسعود پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کل کی بات ہے۔ کہ آپ بچے تھے۔ آج نوجوان ہیں اور اس جوانی کے ساتھ ایک حکمران رئیس کی ذمہ داریاں اور اختیارات نیک و بد لگے ہوئے ہیں۔ اگر آج آپ کی درازی عمر اور حکومت کی بہبودی کی مبارکبادی کے ساتھ کچھ الفاظ مصلحت خیز اور نصیحت آمیز ملائے جائیں۔ تو آپ ان کو تلخ کن نہ خیال فرماویں۔ تاکہ ان کو ایسا تصور کریں، جیسے ایک بزرگ معاملات دنیا میں داخل ہونے کے وقت مشفقانہ اور نصیحتانہ الفاظ اپنے فرزند کے گوش گذار کرتا ہے۔ انسان کی عمر ہمیشہ پر از خوشی و خورمی نہیں ہے اور یہ امر ہی نوع انسان کیلئے خوش قسمتی کا باعث ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ آرام اور غفلت میں رہ کر اپنی قوت ذہنی اور مادہ مصروفیت کو جو اُن کے شرف کا باعث ہے کھو بیٹھتے۔ خصوصاً یہ حالت ایک رئیس ریاست کی ہے کیونکہ اس کو اپنی رعایا کی بابت خیال کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر شب و روز ان کی بہتری کے لئے توجہ سے محنت نہ کرے تو وہ اپنی بلندی

طالع کے قابل نہیں ہے حاکموں کے وجود کا باعث ان کی رعایا کی بہتری ہے۔ نہ کہ وجود رعایا برائے
بہبودی حکام۔ اگرچہ یہ معاملہ دنیا میں کم سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس امر کے تسلیم کرنے اور
اس پر عملدرآمد کرنے سے واضح ہے کہ گورنمنٹ حضرت عالیہ جناب ملکہ معظمہ نے دنیا کے اطراف
میں جملہ اشخاص کا اعتقاد حاصل کیا ہے اور وہ اشخاص ان کی حکومت عادلانہ کے بخوشی ماتحت
رہتے ہیں۔

نواب صاحب! آپ کو وہ تمام مفاد تعلیم اور نظیر کے جو سرکار انگریزی آپ کو دے سکتی تھی۔
دیتے ہیں۔ آپ کی تعلیم کی نگرانی ایک ایسے شریف معلّم نے کی جن کی توجہ ہموارزی رہی ہے۔ اور جس
کی نسبت میں یہ سنکر خوش ہوا۔ کہ آپ اسکو کچھ اور عرصہ تک اپنی انگریزی کی تکمیل کے واسطے
اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ انگریزی زبان وہ زبان ہے۔ جس میں مستوجب و سزاوار ہے کہ جملہ
نوجوان رئیس مہارت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ کرنیل منچن صاحب نے جو آج موجود ہیں۔ اور
جن کے آپ نواب صاحب اور ریاست بہاولپور زیر احسان ہے۔ اور میجر گرے صاحب نے
جن کو علالت طبع نے اس جلسہ میں شامل ہونے سے آج باز رکھا۔ دونوں نے آپ کی تعلیم
کی نگرانی میں اور آپ کو ترقی کرنے کی تحریص دلانے میں اور آپ کو بالکل ایسا بنانے میں،
جیسے داؤد پوترہ خاندان کے رئیس کو ہونا چاہیئے یعنی مردِ دلیر اور تربیت یافتہ اور روشنضمیر رئیس
بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ میں ان دونوں صاحبوں کا اور کونسل کے اراکین کا،
جن کی امداد سے آپ نے ریاست کے وقائع کو منضبط کر لیا ہے۔ اور کاروائی ریاست میں
شامل ہو گئے ہیں۔ یعنی وزیر فیروز الدین کا، آغا محمدؐ کا۔ راجہ رفیع خان اور دیوان جیتو مل کا گورنمنٹ
کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس موقع پر میجر بکٹ صاحب بہادر اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ
کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ جن کی کوشش اور سعی سے بہاولپور کی فوج نے جو واسطے خدمات
سرحدی کے متعین ہوئی تھی۔ آئین لشکری، پابندی قواعد اور نیک چلنی میں وہ خوبی حاصل کی کہ
فوج سرکار برطانیہ کے اعلےٰ افسران نے اسکو بہت سراہا۔ نیز مسٹر بارنس کو بھی ہم نہیں بھول سکتے
جن کی کوشش اور ہنرمندی نے ریاست کو نہروں سے شاداب کر دیا ہے۔ اور یہ نہریں سال
بسال ریاست کی آمدنی اور عام خوشحالی کو بڑھا دیں گی۔

نواب صاحب! آپ کو یہ نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ اعلیحضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند

کے ساتھ ارادت رکھیں۔ قبل اس کے کہ سرکار انگریزی کے ساتھ آپ کی ریاست کے تعلقات ایسے قریب ہوتے، جیسے کہ اب ہیں اور قبل اسکے کہ سرکار انگلینڈ کی حکومت صوبۂ پنجاب پر مسلط ہوئی، آپ کے بیچ نامور خاندان اور سرکار انگریزی کے مابین دوستی اور اتحاد تھا۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی امداد ہوتی رہی۔ جب سرکار انگریزی کی افغانستان سے پہلی لڑائی آکر پڑی اس وقت میں اور ۴۸-۱۸۴۹ء کے ہنگاموں میں آپ کے بزرگوں نے سرکار کی بلا توقف، بڑی مدد کی۔ میں نے سر ہربرٹ اڈیرڈ صاحب کی کتاب موسومہ خدمت یکسالہ بر حد پنجاب کو دیکھا ہے۔ یہ کتاب آپ کے پڑھنے کے لائق ہے۔ اور ایسے شخص کی تصنیف ہے جو بڑے درجے کا جری اور نیک سرشت تھا۔ اس نے نہایت مشکوری کے ساتھ اس عمدہ امداد کا ذکر کیا ہے جو ایک موقع پر ضرورت کے وقت ہم کو آپ کے جد امجد نواب محمد بہاول خان سے ملی تھی۔ آپ کے جد امجد کے سوا روسائے پٹیالہ و نابھ و جیند و کپور تھلہ و فرید کوٹ بھی جو آپکے قریب ہیں۔ سرکار انگریزی کی ہوا خواہی کی نظیر ہیں۔ ان کی خوش نصیبی ایسی ہے کہ آپ بھی اس کی تقلید کریں۔

آج آپ روسائے حکومت پنجاب کی نامور جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ وہ روساء بہادری، اور شیر سگالی اور ان عمدہ صفات میں جو حاکموں کے شایان ہیں۔ ہندوستان کے کسی رئیس سے کم نہیں ہیں۔ آپ اپنے تئیں ہم جلیسوں کے مقابلہ میں لائق دکھائیں۔ اور نیز یہ بھی ثابت کریں کہ جو اعتماد گورنمنٹ آپ پر رکھتی ہے۔ آپ اس کے لائق ہیں۔ آپ کی بہبودی اور آپ کی رعایا کی خوشحالی کا مجھکو ہمیشہ بہت خیال رہے گا۔ اور یہ توقع میں آپ سے رکھوں گا۔ کہ آپ اپنے طریق معاشرت اور کاروائی سے دنیا پر ثابت کر دیں کہ جو اعتماد میں نے آپ پر کیا ہے وہ بجا ہے اور نیز یہ کہ سرکار انگریزی کے، جنکی قوت وعظمت کے ساتھ آپ کی اور آپ کی رعایا کی قسمت وابستہ ہے۔ آپ ہمیشہ دل سے شکر گذار ہیں۔

اے محمد صادق خان بہادر رکن الدولہ۔ نصرت جنگ۔ حافظ الملک۔ مخلص الدولہ نواب بہاولپور میں اب جناب مستطاب معلےٰ القاب نواب وائسرائے بہادر کے حکم سے۔ اور اعلیٰحضرت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ آپ ریاست بہاولپور کے حاکم باختیارات کاملہ ہیں

اس تقریر کے ختم کرنے کے بعد نواب لفٹننٹ گورنر صاحب بہادر بیٹھ گئے اور نواب صاحب بہادر نے انگریزی زبان میں شکریہ ادا کرنے کیلئے کھڑے ہو کر ایک مختصر اسپیچ فرمائی جسکا ترجمہ ہم ذیل نقل کرتے ہیں۔

جناب آنریبل رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر و دیگر یوروپین صاحبان! جو آپنے فرمایا ہے۔ اس کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں ان مہربانیوں کا جو اتنے برس تک آپ صاحبان نے مجھ پر مبذول رکھیں اور ریاست کی ترقی کا شکریہ ادا کرنے کا موقع پا کر نہایت خوش ہوں۔ آج کے دن میں نے ان افسروں سے ریاست کا چارج لیا جن کے ذمہ اس کا انتظام تھا۔ میں اپنی طرف سے بہت عمدہ انتظام کروں گا۔ جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ بہاول پور زمانہ آئندہ میں آباد اور سرسبز ہو گا۔

اختیارات عطا ہونے اور دربار کے اختتام پر توپ خانہ نے باضابطہ سلامی کی شلک کی اور بینڈ نے خوشی اور مبارکباد کا گیت گایا۔ مبارک سلامت کا شور برپا ہوا۔

نواب صاحب نے اس خوشی میں اپنی محبوب رعایا کو ایک لاکھ پچیس ہزار مطالبہ کی کثیر المقدار رقم معاف فرما دی۔ اور تمام ارکین۔ درباری۔ رئیس اور نمکخواروں کو انعام واکرام سے مشرف فرمایا۔

نواب صاحب نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ہر ایک صیغہ کا ایسا عمدہ اور شائستہ انتظام کیا۔ کہ رعایا شاد اور ملک آباد ہو گیا۔ اور گورنمنٹ عالیہ کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ نوابصاحب اعلیٰ درجہ کے مدبر اور منتظم ہونے کے علاوہ رعایا کے بہی خواہ اور گورنمنٹ کے سچے دوست ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ نے ۱۸۸۱ء میں نواب صاحب کو جی۔سی۔ایس۔آئی کا بیش قدر تمغہ مرحمت فرمایا۔ اور نواب صاحب اس اعزاز کے حاصل کرنے کیلئے کلکتہ تشریف لے گئے جہاں ۲۵ر جنوری ۱۸۸۲ء کو ایک عظیم الشان دربار میں یہ معزز تمغہ نوابصاحب کو لارڈ رپن وائسرائے و گورنر جنرل ہند نے یہ الفاظ کہتے ہوئے پہنایا

خطاب جی سی ایس آئی

"حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے حکم اور نام سے میں آپ کو سٹار آف انڈیا کے معزز نشانوں سے آراستہ کرتا ہوں۔ جن کی طبقہ اعلیٰ کا ملکہ معظمہ نے خوش ہو کر براہ عنایت نائیٹ گرینڈ کمانڈر آپ کو مقرر فرمایا ہے"

سلامی اور مبارکبادی کے سلسلہ میں نواب صاحب کے معزز خطاب کا پرچم کھولا گیا۔ جس کی گارڈ آف آنر نے سلامی اتاری۔ اور سیکرٹری ان آرڈر نے نواب صاحب کا اسم گرامی پورے پورے خطاب کیساتھ اس طرح بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

ہز ہائینس نواب" سر صادق محمد خانصاحب بہادر، نائٹ گرینڈ کمانڈر آف دی موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی سٹار آف انڈیا۔

اجلاس کے ختم ہو جانے پر نواب صاحب فارغ ہو کر واپس بہاول پور تشریف فرما ہوئے۔ اور یہاں ان نئے اعزازات کے متعلق بہت بڑے پیمانہ پر خوشیاں منائی گئیں دربار ہوئے۔

جنگ افغانستان اور بہاولپور

ستمبر ۱۸۸۴ء میں گورنمنٹ عالیہ کی اس امداد فوجی کے صلہ میں جو بہاولپور نے جنگ افغانستان ۱۸۷۹ء کے موقعہ پر دی تھی۔ گورنمنٹ عالیہ نے ۴۶۴ تمغے فوج میں تقسیم کرنے کے لئے بھیجے۔ ریاست بہاول پور نے بھی اپنی فوجی جاں نثاروں کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کے خیال سے اور ارکین دولت کی قدر افزائی کے مدنظر آٹھ طلائی اور بیالیس نقرئی تمغے مزید بھی تیار کرائے۔ اور ۹ ستمبر ۱۸۸۴ء کو ایک عالیشان دربار منعقد فرما کر یہ تمغے تقسیم فرمائے۔

دربار ۱۸۸۷ء

۱۷ فروری ۱۸۸۷ء نواب صاحب نے ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کی ۵۰ سالہ جوبلی کے اظہار مسرت کے لئے بہاول پور میں ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا۔ بہت سے یورپین اور دیسی مہمانوں کو مدعو فرمایا۔ اس دربار میں ہز ایکسیلینسی وائسرائے گورنر جنرل ہند بہادر کا خریطہ مبارک باد پیش ہوا۔ خوشیاں منائی گئیں۔ پچاس قیدیوں کو رہا کیا گیا۔ دو تین دن تک گارڈن پارٹیاں دی جاتی رہیں۔ اور مبارک باد کے پیغام بھجوائے گئے۔

اسی طرح دس سال کے بعد یعنی ۱۸۹۷ء کو ملکہ معظمہ کی شصت سالہ جوبلی بھی بڑی دھوم دھام تزک واحتشام سے منائی گئی۔

نواب صاحب ایسے اہتمام بالشان تقریبوں کی خوشی منانے کے علاوہ اتحاد گورنمنٹ برطانیہ کے مستحکم کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ اور جب کبھی موقعہ پیدا ہوا۔ ہر ایک قسم کی امداد بھی پیش کرتے رہے اور یہ ثابت کر دیا۔ کہ فرمانروایان خاندان عباسی کو برطانیہ کے گورنمنٹ کے ساتھ وفادارانہ خلوص اور ارادتمندانہ اتحاد ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ برطانیہ نے بھی ہمیشہ اس تعلق کا اعتراف کیا۔ اور نواب صاحب کو اپنی گورنمنٹ کا صادق دوست اور دست و بازو سمجھا۔

۱۸۷۸ء میں جنگ افغانستان میں پوری تندہی کے ساتھ اسلحہ۔ فوج اور بار برداری کے جانوروں کی وافر امداد دی۔ جس پر گورنمنٹ ہند کے کمانڈر انچیف نے شکریہ کی چٹھی لکھی۔ اور اس میں بہاول پور کی فوج کی خدمات کا اعتراف کیا۔ اور اعتراف خدمات فوج کے صلہ میں تمغے عنایت ہوئے۔

۱۸۸۱ء قندھار اسٹیٹ ریلوے کی تیاری کے وقت گورنمنٹ کو اسلحہ کی ضرورت تھی۔ نواب صاحب نے مطلوبہ اسلحہ بہم پہنچائے۔ کمشنر صاحب بہادر ملتان نے اس امداد پر دلی شکریت کیساتھ اعتراف

۱۸۸۵ء میں نواب صاحب نے مصر کی پولیٹیکل مہم میں حسب ضرورت باربرداری اور سواری کے اونٹ بہم پہنچائے۔ جسکا گورنمنٹ عالیہ نے دلی شکریہ ادا کرکے نواب صاحب کے اتحاد اور امداد پر خوشنودی کا اظہار کیا۔

۱۸۹۷ء میں سرحد افغانستان کے شورہ پشت اور فتنہ پرداز قبائل کی گوشمالی اور سرکوبی کے لئے گورنمنٹ نے جو مہم تعینات فرمائی تھی۔ نوابصاحب نے اس کی ضروریات کیلئے ایک ہزار ایک سو چھتر ("۱۱۷۶") طاقتور اونٹ بھیجے جس کے متعلق گورنمنٹ نے دلی شکریہ ادا کیا۔

مختصر یہ کہ نواب صاحب نے جہاںتک ممکن ہوا۔ ہر ایک اہم معاملہ میں گورنمنٹ کی امداد میں پوری دلچسپی لی۔

اخلاق، عادات اور ذاتی خصوصیات

نواب صاحب کا میلان طبع باوجود ہر قسم کی نعمت مہیا ہونے کے بھی سادہ غذا اور سادہ لباس کی طرف تھا۔ اگرچہ وہ سرکاری طور پر شاہی دعوتوں میں لاکھوں روپے خرچ کر دیا کرتے تھے اور اپنے جاہ و تجمل کی نمائش میں درباروں میں لاکھوں روپے کے لباس تاج اور شاہی گون وغیرہ پہنا کرتے تھے۔ مگر عام طور پر ان کا لباس سادہ رہتا تھا اور غذا بھی سادہ تھی۔

آغاز جوانی سے آپکو ریاضت اور شکار کا بہت شوق تھا۔ اس لئے ان کی صحت نہایت عمدہ رہی مگر جب ان کی اکل و شرب میں زیادہ غیر موزوں اشیاء شامل ہوئیں۔ اور پرہیز سے اغماض ہوا۔ تو ان کی صحت اچھی نہ رہی سیاحت کے سلسلہ میں انکے متعلق کلکتہ، شملہ، دہلی، لاہور، کشمیر، حسن ابدال، کوہستان نتھوا گلی و کلیسر کا نام لیا جا سکتا ہے لیکن ہندوستان سے باہر ان کا کوئی سفر نہیں ہوا۔

تعلیم چونکہ عمدگی اور کامیابی کیساتھ ہوئی تھی۔ اس لئے کتب بینی کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ آپ کی انگریزی لائبریری میں "سر والٹر سکاٹ، ڈکن، شیکسپیر، ٹینی سن" کی تصانیف موجود رہی تھیں۔ آپ انکا بے تکلف مطالعہ کرتے تھے۔ اور جب ان لٹریچر سے طبیعت سیر ہو جاتی۔ تو آپ نیچرل ہسٹری، بایوگرافی، ٹریولز اینڈ ویچز، ہسٹری، آرٹس، اسپورٹس اینڈ گیمز، فلسفے اور ناولوں وغیرہ سے طبیعت کو بہلاتے تھے۔

کتابوں کے علاوہ یورپ، ایشیا اور ہندوستان کے تازہ اخبارات، رسالے، میگزین وغیرہ بھی آپ کے مطالعہ میں آتے تھے۔

فنون لطیفہ کا بھی آپکو بالطبع شوق تھا۔ آپ خود بھی تصویر بنانا جانتے تھے۔ مگر دستی تصویروں

کے لئے آپ کے پرائیویٹ مال کا بہت بڑا حصہ صرف ہوتا رہا۔ اور لاکھوں روپے اس فن لطیف کے بہترین نمونوں پر صرف ہوئے۔ موسیقی میں بھی آپ کی عمدہ دسترس تھی۔ اور ملک کے بہترین گانے والے آپ کے دربار میں باریاب ہو کر فیض حاصل کرتے تھے۔

اسی طرح قسم قسم کے زندہ جانور اور پرندے جمع کرنے اور پالنے اور خوبصورت پرندوں اور جانوروں کے بوتے بھروانے کا آپ کو دلی شغف تھا۔ ہزاروں قسم پرندوں اور جانوروں بیچز کیمیائی ترکیب سے مصالحہ لگائے ہوئے آئینہ دار الماریوں میں محفوظ رہتے تھے۔ اسی سلسلہ میں آپ کو عمدہ سے عمدہ عمارتوں کے بنوانے کا دلی شوق تھا۔ صادق گڑھ پیلیس کی عمارت کا ابتدائی ڈھانچہ آپ کے مذاق عمارت کا شاہد ہے۔

نواب صاحب ایک دیندار مسلمان حنفی المشرب۔ اور اپنے بزرگ اسلاف کی طرح صوفیائے کرام۔ اور بزرگان طریقت سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ مسلمان ہی اپنی روحانی ترقی سے بہرہ مند ہونے والی قوم ہے۔ یہ شرف مسلمانوں کے سوا کسی دوسری قوم کو حاصل نہیں ہے مسلمانوں نے جہاں فلسفہ۔ طبعیات۔ ریاضیات اور ہیئت وغیرہ میں اپنی قابلیتوں کے جوہر دکھائے۔ اسی کے دوش بدوش وہ مذہبی اور روحانی دنیا میں بھی برابر ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے۔

ایک مشہور فلاسفر کا قول ہے کہ انسان کی جسمانی دنیا سے بالاتر روحانی عالم میں جو جسمانی دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ اور جس دنیا میں داخل ہو کر انسان انسان کامل ہو سکتا ہے۔ اسی عالم میں تمام انسانی ترقیوں کی دوڑ ختم ہو جاتی ہے۔

نواب صاحب کے اسلاف کے یہ اعلیٰ درجہ کی خوش نصیبی تھی کہ ان کو جس طرح اس عالم مادی کے انتظام اور اس کے مشاغل میں سرگرمی رہتی تھی۔ اسی طرح وہ عالم باطنی کی طرف بھی دلی میلان رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ انسان کامل بننے کی عملی کوشش میں مصروف رہتے تھے۔

نواب صاحب نے بھی جب دنیوی انتظامات اور مشاغل کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلا کر کامیابی سے چلا لیا۔ ان کو روحانی پیشوا کی تلاش ہوئی۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے دور دور تک نظر دوڑا کر آخر حضرت خواجہ حافظ حاجی غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف کی خدمت میں دلی ارادت اور خلوص کے جذبات سے آراستہ ہو کر محرم الحرام ۱۲۹۸ھ کو بیعت کی۔ اور اس عقیدت مندی کو آخری دم تک اس شان سے نبھایا کہ دنیا اس پیر و مرید کی جوڑی کو ایک دوسرے

کا سچا عاشق یقین کرتی تھی۔

جہاں نواب صاحب اپنے پیر حضرت فرید علیہ الرحمتہ کے مقامگاہ کو دور سے دیکھ کر فوراً سواری سے اتر پڑتے۔ اور پیادہ پا چل کر پیر کے قدموں تک پہنچتے۔ اور جہاں پیر کی گاڑی کو نوابصاحب اپنے ہاتھ سے کھینچنے کی سعادت حاصل کرنے کے منتظر رہا کرتے تھے۔

وہاں پیر بھی اپنے مرید پر دل سے فریفتہ رہا۔ اور اپنے شاعرانہ تخیل میں بھی اس جذبہ کو نہیں بھول سکے۔ چنانچہ کہتے ہیں

لگڑے نینہ پرانے
صبح صادق جوانیاں مانڑیں　　پا سہرے۔ گانے۔ گاہنڑیں

آپ نے اپنے صادق مرید نوابصاحب کی وفات پر تاریخ کا جو مادہ نکالا۔ وہ ان کے جذبات محبت کا شاہد ہے۔ آپ نے خورشید دین اسلام ۱۳۱۶ھ تاریخ وفات نکالی تھی۔

نواب صاحب اپنی فیاضی۔ رحمدلی۔ انصاف، ہمدردی رعایا میں خاص طور پر شہرت رکھتے تھے اور اس کی ہزارہا مثالیں زبان زد عوام ہیں۔ اور اس لئے وہ رعایا کے ہر دلعزیز فرمانروا۔ اور دلوں پر حکومت کرنیوالے شہریار سمجھے جاتے رہے۔

انتقال ۱۸۹۷ء کے آغاز میں نواب صاحب کو جگر اور پھیپھڑے کے ماؤف ہونے کی علامتیں محسوس ہوئیں۔ ایک میڈیکل ایڈوائیزر (مشیر طبی) رکھا گیا۔ جس کے باقاعدہ علاج اور نگرانی کی وجہ سے طبیعت نے کچھ سنبھالا لیا۔ مگر پھر اگست ۱۸۹۸ء میں آپکی صحت بگڑ گئی۔ تبدیلی آب و ہوا کیلئے شملہ لاہور۔ فریدکوٹ وغیرہ پھرتے رہے۔ مگر طبیعت درست نہ ہوئی۔ بہاولپور آکر پھر علاج شروع رہا۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر ۱۴ رفروری ۱۸۹۹ء (۴ر شوال المکرم ۱۳۱۶ھ) کو وہ ناگزیر وقت آپہنچا۔ جو دنیا کے ہر ایک انسان کو ایک نہ ایک روز پیش آنے والا ہے۔ اور جس سے بادشاہ یا فقیر امیر یا غریب کوئی بھی کسی صورت میں نہیں بچ سکتا۔

صبح کو سوا دس بجے نواب صاحب کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔

۳۷ برس کی عمر میں ۱۹ سال حکمرانی فرما کر دو فرزند محمد مبارک خان۔ بلغ شیر چھوڑ کر آغوش لحد میں جا سوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کا جنازہ ڈیرا ور لے جایا گیا۔ اور شاہی قبرستان میں اگلے دن ۵ رفروری ۱۸۹۹ء کو صبح ساڑھے نو بجے اپنے بزرگوں کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مرثیہ

راقم ناچیز نے اس ہنگامۂ جاں فرسا اور عالم آشوب پہ ایک مرثیہ سپرد قلم کیا تھا۔ اس مرثیہ میں وہ وہ جذبات دکھلائے گئے ہیں۔ جو ایک نمکخوار کے دل میں اپنے آقائے محترم کے فقدان پر پیدا ہوتے ہیں نورمحل (بہاولپور) میں چونکہ نواب صاحب علیہ الرحمۃ کی روح مبارک نے قفس عنصری کو چھوڑا تھا۔ اس لئے ابتداً اسی نورمحل کو مخاطب کر کے مرثیہ کا مضمون شروع کیا گیا ہے۔ پھر مرحوم کی ہمت۔ شجاعت، ہر دلعزیزی اور اُن تمام صفات کا مختصر نقشہ کھینچا گیا ہے جنکو نظم میں نبھایا جا سکتا تھا۔ یقین ہے کہ یہ مرثیہ ناظرین کرام کی طبیعت پہ اسی طرح مؤثر ہوگا جسطرح وہ ابتک تمام محفلوں کو گرما دینے کا موجب بنتا رہا ہے۔

اے محل! اے جلوہ گاہِ صبح صادق! کر بیاں کیوں اداسی ہے در و دیوار سے تیرے عیاں؟
کیوں نظر آتا ہے تجھ میں رنج و حسرت کا سماں؟ تیری وہ رونق، وہ زینت، وہ ضیا اب ہے کہاں؟
تجھ پہ لہراتا تھا جو جھنڈا، وہ اب کیوں گر گیا؟
تیری آب و تاب پر کیوں آج پانی پھر گیا؟

اے محل! تھا تو بہاولپور کی آنکھوں کا نور ہر طرف ہے تجھ میں ظلمت آج کیوں نزدیک و دور!
اب کہاں گم ہو گیا تیرا وہ سامان سرور؟ عیش کی منزل میں ہے کیوں آج ماتم کا ظہور؟
تھی کبھی تجھ میں برستی عیش و عشرت کی جھڑی
آج دیکھو جسطرف اک بیکسی ہے موجزن

رعب شاہی سے کوئی یاں بول بھی سکتا نہ تھا تیری خاموشی سے پر آتی تھی ہیبت کی صدا
اب تو ہر کمرے میں تیرے شور محشر ہے بپا رو رہا ہے ایک، تو سر دھن رہا ہے دوسرا
پہلے سناٹے میں تو آباد آتا تھا نظر
اتنے شور و غل میں بھی تو آج ویراں ہے مگر

مختصر سا پہلے یاں اسٹاف تھا سرکار کا تیری رونق اور آبادی تھی جس سے برملا
ہے تعجب پر تعجب! آج تجھکو کیا ہوا؟ آج ہیں میداں میں تیرے آدمی بے انتہا
پر وہ رونق اور آبادی نہیں اب نام کو
دیکھتے حسرت سے ہیں سب گردش ایام کو

تیرا وہ کمرہ، جو تھا سرکار کا آرام گاہ ؎ ؎   تیرے سب کمروں سے حالت اسکی ہے زائد تباہ
اس کی پُر حسرت در و دیوار پر کرکے نگاہ   آنکھ سے آنسو نکل آتے ہیں اور سینے سے آہ

کیا یہی کمرہ ہے جو تھا جلوہ گاہِ فیضِ عام؟
کیا اسی پر آج ہے بے رونقی کا اختتام؟

تھا اسی میں وہ خدیو ذی حشم مسکن پذیر   جسکو کہتی تھی رعایا سایۂ ربِ قدیر
عمر و طاقت میں جواں تھا، عقل و دانائی میں پیر   معدلت اور مرحمت میں آپ تھا اپنی نظیر

تجھ سے رخصت ہوگیا کیا آج وہ فرخ لقا؟
تیری حالت کیا اسی کے غم سے ہے ماتم نما؟

اے سرِ پُرسروری! میں تجھکو دیتا ہوں قسم   سچ بتا کیوں چھا رہا ہے آج تجھ پر رنج و غم
سونے والے کو ترے مدہوش کیوں پاتے ہیں ہم   جاگنے کی نیت اب اس کی نظر آتی ہے کم

تیرا مالک آج کیا ہم سے ہوا ناراض ہے؟
اپنے پیارے جاں نثاروں سے جو یوں اغماض ہے؟

ہر روش پر باغ کے اُٹھا اُٹھ کے بیٹھا ہے غبار   جسکو دیتی تھی شرف خاکِ قدومِ شہریار
شاید اب اس باغ میں مشکل سے آئیگی بہار   وہ گیا، سرسبز تھے جس سے یہ سارے سبزہ زار

پھول چلاتے ہیں، ہم سے آج مالی چھُٹ گیا
روتے ہیں گلبن یہ کہکر، باغ سارا لُٹ گیا

ہر طرف سبزہ پہ ہے پژمردگی چھائی ہوئی ؎   ہر چمن پر ہے تباہی باغ میں آئی ہوئی ؎
تھی جہاں پھرتی نسیم صبح اترائی ہوئی   خاک سر پر اب اڑاتی ہے وہ گھبرائی ہوئی ؎

زرد رو اب موت سے اس باغ کا ہے باغباں
جس کے دم سے تھی بہار، اب اس پہ چھائی ہے خزاں

شور برپا ہے یہی دیوار و در سے، ہائے موت!   لے گئی تاب و تواں جانِ جگر سے ہائے موت!
بچ نہیں سکتا کوئی تیری نظر سے، ہائے موت!   دیکھتی تھی ہم کو تو ظالم کدھر سے ہائے موت!

کاش لے لیتی تو ہم لاکھوں نمکخواروں کی جاں
پر کسی صورت سے اس لکھپال کو دیتی اماں

کر دیا ساری ریاست کو خراب و خستہ حال　　ایسے باقبال کا پھر دیکھنا ہوگا محال
پہلے کیا کم تھا زمانے کے لیے قحط الرجال　　اس ستم سے تو نے لاکھوں کیلئے ہیں دل نکال
اب بھی آجا کہیں سنتی ہے تو یہ گفتگو
اس کو واپس گر نہیں لاتی تو ہم کو کھینچ تو

ہائے اے مرگِ ستمگر! تو بڑی بیدرد ہے　　چہرۂ رستم بھی تیرے ڈر کے مارے زرد ہے
مرد ہو کیسا ہی، تیرے سامنے نامرد ہے　　سنگدل ہے اور تو ظلم و ستم میں فرد ہے
سامنے تیرے کسی کا زور چل سکتا نہیں
وقت تیرا جب کبھی آتا ہے ٹل سکتا نہیں

اس کی وہ دولت وہ ثروت وہ امارت ہائے ہائے　　اسکا وہ زورِ جوانی اور وہ قوت ہائے ہائے!!
سب پہ تھیوں سے سوا تھی اس کی عزت ہائے ہائے　　وہ رعایا سے محبت اور رعایت ہائے ہائے!!
ہاتھ اس کا تھا سخاوت میں سدا گوہر فشاں
پھر میسر آئیگا وہ موتیوں والا کہاں

کیا ہوا وہ اقتدار اور وہ حکومت کیا ہوئی؟　　کیا ہوا وہ رعب اور وہ شان و شوکت کیا ہوئی؟
کیا ہوا وہ دبدبہ اور وہ سیاست کیا ہوئی؟　　وہ تواضع کیا ہوئی اور وہ قناعت کیا ہوئی؟
عمر بھر جس نے حکومت کی تھی، وہ بے بس ہے آج
بیکسوں کا دادرس جو تھا وہ خود بے کس ہے آج

وہ کلیسہ کے سفر کے واسطے تیار تھا　　انتظام بڑا بھاری ہو رہا تھا جا بجا
کھیلنے والا تھا وہ جاکر شکار اب شیر کا　　پر نہ تھا معلوم ہے تقدیر کا کیا مدعا
جانے والا تھا شکار شیر کو جو شہسوار
آگیا شیرِ اجل کے منہ میں یوں بے اختیار

وہ منور چہرہ اور اس کے وہ نقشِ دل ربا　　وہ قد موزوں، وہ اعضائے مناسب خوشنما
وہ رسیلی شرمگیں آنکھیں اور ان میں وہ حیا　　پیاری پیاری سی صورت اور اسپر وہ حسن جانفزا
ہیں وہ جلوے ہیں کہ آنکھوں سے ابھی چھپ جائینگے
دیکھنے میں اب نہ ہرگز یہ کرشمے آئیں گے

آنکھ کھول اے سونیوالے! جمع ہیں وہ جاں نثار — جنکو تونے آزمایا مشکلوں میں بار بار
ہے اگر کوئی ضرورت تو چھپا مت زینہار — ہے اگر خواہش کوئی، تو کر زباں سے آشکار

منتظر خادم ترے حکموں کے اور ہشیار ہیں
دوڑنے کو اک اشارے پر ترے تیار ہیں

خاصہ ہے تیار، کھانے کی اگر ہو اشتہا — برف ہے موجود، اگر آبِ خنک مانگو ذرا
مکھیاں آئی ہوئی ہیں، سیر ہو کر مدعا — چلیئے خسخانہ میں، گر مطلوب ہے ٹھنڈی ہوا

آنکھ کھولو، منہ سے بولو، حکم دو، ایما کرو،
دل میں جو خواہش ہو پیدا اسکو کیوں اخفا کرو؟

دیکھ کر چہرہ شگفتہ اور فرخندہ جبیں — تیرے سونے کا ہمارے دلمیں ہوتا ہے یقیں
نبض میں تیری مگر کس واسطے حرکت نہیں — سانس بھی لینے میں کیا تکلیف ہوتی ہے کہیں

نیند گہری ایکدم سے تجھکو کیونکر آگئی؟
کیوں اداسی تیرے چہرے پر یکایک چھا گئی؟

تجھکو زیبا ہے یہی اے خسرِو عالی گہر — خادموں کو حکم تو دیتا رہے شام و سحر
ولولے جو دلمیں پیدا ہوں، نہ انکو پست کر — کیوں دباتا ہے امنگوں کو تو اپنی اس قدر

بولتا تھا تو ابھی، کیوں ہوگیا خاموش ہائے
دل کے دل میں رہ گئے تیرے وہ سارے جوش ہائے

فوجِ دریا موج کو میداں میں لاتا کیوں نہیں؟ — جنگ میں اپنی شجاعت آزماتا کیوں نہیں؟
اپنے رہوارِ صبا دم کو بڑھاتا کیوں نہیں! — بجلیاں شمشیر براں سے گراتا کیوں نہیں!

دولتِ برطانیہ کے دشمنوں پہ وار کر
معرکے میں جوہرِ اخلاص کا اظہار کر

تو شکارِ شیر کو صحرا میں جاتا تھا کبھی — سیرِ دریا کرکے خوش خوش واپس آتا تھا کبھی
ورزشی کھیلوں میں ہمت آزماتا تھا کبھی — اور کتب بینی سے دل اپنا لبھاتا تھا کبھی

ولولے دل میں جو تھے سارے وہ ٹھنڈے پڑ گئے
برگ جو نخلِ تمنا میں تھے، یکدم جھڑ گئے

ہائے وہ تیرا چمن و خم! وہ تیرا جوشِ شباب — وہ ترے چہرے کی رونق، حسن کی وہ آب و تاب
چھوٹے چھوٹے بال و تیرے اور ان میں پیچ و تاب — آگئی بادِ اجل، باغِ تمنا میں شتاب
حیف! اپنی عمرِ طبعی پر نہ آیا تھا ابھی تُو
تو نے نخلِ زندگی کا پھل نہ کھایا تھا ابھی تُو

تو سدا ہر دلعزیز اپنی رعیت میں رہا — تیرے حسنِ خلق کا آوازہ خلقت میں رہا
محوِ دل ہر ایک کا تیری محبت میں رہا — عمر بھر مقبول تو ہر قوم و ملت میں رہا
تیری صورت دیکھنے سے جی کبھی بھرتا نہ تھا
کون تھا، جو دل سے تیری آرزو کرتا نہ تھا

ہمکو روتا اور سر دھنتا ہوا چھوڑا یہیں — خود ہوا جا کرکے تو زینت دہِ خلدِ بریں
یہ تری فرقت کبھی برداشت ہونے کی نہیں — دیکھ لینا سب نمکخواروں کو اے عزلت گزیں
زہر کھائیں غم کے مارے یا پئیں خونِ جگر
آن پہنچیں گے تری خدمت میں مرکر زود تر

کوچہ و بازار میں تھا ذکر تیرے فیض کا — جسکو دیکھو، تھا ترے الطاف کا مدحت سرا
تھی دوامِ مملکت کی ہر جگہ ہوتی دعا — آج ہر محفل میں ہوتا ہے ترا ماتم بپا
جو قصیدے مدح کے آکر سناتے تھے تجھے
آج تیرے مرثیے لکھکر کا وہ کے آتے ہیں پیچھے

ہوتے تھے احکام جاری نام سے تیرے مدام — تیرے منشا کے مطابق ملک کا تھا انتظام
جب کبھی ہوتی منادی، تیرا ہم سنتے تھے نام — سکہ و خطبہ بھی تیرے نام پہ ہوتا تمام
اب نشانوں سے بھی یہ سارے نشاں مٹ جائیں گے
کاغذوں پر بھی نہ صادق دوست لکھا پائیں گے

اے ریاست تیری قسمت کا خزانہ لٹ گیا — چھن گیا وہ موتیوں والا ترا فرمانروا
صبر کر لیکن کہ تھا یہ مقتضا تقدیر کا — یہ وہ موقع ہے، جہاں جائز نہیں چون و چرا
صبر کرنا صبحِ صادق کی وصیت تھی یہی!
کیونکہ جو کچھ ہو چکا حق کی مشیت تھی یہی!

حامیٔ دینِ محمدؐ تھا وہ شاہِ محترم — سنتِ خیر البشرؐ پر اس کا ثابت تھا قدم
تھا درود اسکی زباں پر اور تھا آنکھوں میں دم — یارب اسکو کر عطا قصرِ گلستانِ ارم
محو تھا وہ مومن صادق نبیؐ کے دین میں
کر شمار اسکو تو اپنے خاص صد یقین میں

تیری عظمت اور قدرت وہ بیان کرتا رہا — خوف سے تیرے الٰہی رات دن ڈرتا رہا
اشتیاقِ کعبہ میں وہ عمر بھر مرتا رہا — دم نکلنے تک تو ہر دم دم ترا بھرتا رہا
وہ ترا تھا اور آخر کو ترا ہو کر رہا
جو ترا ہو کر رہا، ہر ایک سے بہتر رہا

مدرسے اس نے بنائے اور کیے مکتب بنا — ہسپتال اس نے کئے تعمیر اور مہماں سرا
یادگار اس کی رہیں گی مسجدیں سب بے انتہا — شاہرائیں اور پُل اس کا بتائیں گے پتا
مقبلوں کے جس نے بنوائے تھے صدہا مقبرے
مقبرہ تیار اب ہوتا ہے اس کے واسطے

تھا ریاست پر نہ کچھ محدود اس کا فیضِ عام — مستفیض اس سے تھے سارے ہند و سندھ و روم و شام
صدقہ و خیرات کا ایسا کیا تھا انتظام — حسبِ حیثیت ہر اک جاتا تھا ہو کر شاد کام
اس لیئے ہر ملک کے یاں آدمی موجود ہیں
اور ریاست والے باہر ہر جگہ مفقود ہیں

یا الٰہی! تھا ترا بندہ وہ خالص بے ریا — بحرِ جود و کوہِ حلم و کانِ فیض، ابرِ سخا
عدل گستر، رحمدل، پاکیزہ نفس و پارسا — اپنے سب کاموں میں تھا تیرا وہ جویانِ رضا
خلق تیری جسطرح اس سے یہاں تھی شاد کام
تو بھی اپنے پاس اُسے ویسا خوشی کا دے مقام

گرچہ تھا اول سے وہ پروردۂ ناز و نعم — تھا امیری میں مگر جیسکا فقیری کا نہ کم
اہل دل کی اس میں تھیں یہ خوبیاں ساری بہم — اتقا و زہد و اخلاصِ عمل، جود و کرم
حق پرستوں اور بزرگوں کا تھا وہ خدمت گذار
اہلِ حق کہتے تھے اسکو، زندہ دل شب زندہ دار

نیک نیت، نیک باطن، نیک دل، نیکو خصال   پاک صورت، پاک سیرت، پاک دل، پاکیزہ حال
خوش مزاج و خوش بیاں، خوش طبع اور شیریں مقال   شاد کام و شاد باش و شاد دل، فرخندہ فال

زندگی بھر پاس بھی اس کے نہ پھٹکا غم کبھی
یا رب! اسکی طبع نازک واں نہ ہو برہم کبھی

غم ہے اسکی موت کا ہر ایک کے خاطر نشیں   جسطرح ہو ہر رگ و پے میں لہو مسکن گزیں
جوش میں آتی ہے رہ رہ کر ہر اک طبع حزیں   کیا کریں بے بس ہے دل اور ضبط ہو سکتا نہیں

مان لینی گر قضا کہنا، منا لیتے اُسے کا
اور وہ گر لینے پہ آتی جان تک دیتے اُسے

ہے ولی نعمت کا مرنا گرچہ سب کو ناگوار   کیا کریں تقدیر پر لیکن نہیں کچھ اختیار
اب تو شہزادے کی آمد کا کریں گے انتظار   یوں دلاسا دل کو دیں گے اسے عزیز دلفگار

اس خزاں کے بعد ایام بہار آنے کو ہیں
جو مبارک ہیں وہی لیل و نہار آنے کو ہیں

اس مرثیہ کو بہاولپور کی رعایا اور پبلک نے بہت عرصہ تک نواب صاحب کی یاد اور غم تازہ کرنے کا ذریعہ بنائے رکھا۔ اور جا بجا اپنی مجالس اور اذکار میں نواب صاحب کے حسنات اور احسانات کا تذکرہ دہرایا جاتا رہا۔

نواب صاحب کا عہد ملک کے ایڈمنسٹریشن کی اصلاح کے لئے خاص شہرت رکھتا ہے آپ کی کم سنی کے عہد میں انگریزی مدبرین نے ممالک متمدنہ کی مثال کو سامنے رکھ کر انتظامی صیغے علیحدہ علیحدہ قائم کر دیئے تھے۔ جن کو نواب صاحب نے بھی اپنی کمال دانشمندی سے بحال رکھ کر رفتہ رفتہ مزید ترقی اور اصلاح فرماتے رہے۔

یہ انتظامی صورت اگرچہ ریاست کے مصارف پر ایک بوجھ کا موجب ہوئی۔ لیکن اس سے آمدنی ریاست میں جو بیشمار اضافہ ہؤا، وہ بہت زیادہ تھا۔ اور مسلسل زیادہ ہوتا گیا ٭

محکمۂ وزارت محکمہ وزارت وہ محکمہ ہے، جس کو والیانِ ریاست کے تمام پولیٹیکل حقوق سے تعلق ہے اور جو بیرونی تعلقات کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور جس میں وہ تمام خط و کتابت محفوظ رہتی ہے۔ جو برٹش گورنمنٹ اور ریاست بہاولپور کے درمیان ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام محکموں کی نگرانی کرتا ہے۔ اس محکمہ کا اعلیٰ افسر جو وزیر یا مدارالمہام کے نام سے موسوم ہے، ہر ایک صیغہ کا اعلیٰ افسر یا نگراں سمجھا جاتا ہے۔ اور فرمانروائے ریاست کے ملکی اختیارات کا آرگن اور اس کا نائب خیال کیا جاتا ہے۔

مدارالمہام اور وزیر کے الفاظ ہی سے اس کی ذمہ داریوں اور اس کے فرائض کی تشریح بخوبی ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ پہلے لفظ کے معنی ہیں: وہ شخص جس پر تمام اہم معاملات کا مدار ہو۔ دوسرا لفظ جو وِزر (بوجھ) سے مشتق ہوا ہے۔ اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ لفظ اس شخص کے لئے موزوں ہے۔ جس پر تمام ملکی اور انتظامی مشکلات کا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔

ہم اس مختصر سے بیان میں اس سے زیادہ تفصیل کرنا نہیں چاہتے اور ان عالی دماغ اشخاص کے نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں، جو عہدِ نواب صاحب میں اس جلیل القدر عہدے پر ممتاز رہے۔ اور اُن کے ناموں کے سامنے ہم اُن کی تاریخ تقرر بھی درج کرتے ہیں[1]۔

نمبر شمار	وزرائے ریاست کے نام	تاریخ تقرر
۱	شیخ محمد فیروز الدین صاحب	جولائی ۱۸۷۸ء
۲	سید محمد نواز شاہ صاحب	مارچ ۱۸۸۱ء
۳	منشی محمد مہدی خان صاحب	جنوری ۱۸۸۲ء
۴	میرزا آغا محمد خان صاحب	اگست ۱۸۸۲ء
۵	میر ابراہیم علی خان صاحب (پہلی دفعہ)	جولائی ۱۸۸۹ء
۶	شیخ محمد نصیر الدین صاحب	جون ۱۸۹۰ء
۷	میر ابراہیم علیخان صاحب خان بہادر (دوسری دفعہ)	فروری ۱۸۹۲ء
۸	میرزا جند وڈھ خان صاحب	فروری ۱۸۹۸ء

[1] وزراء بہاولپور کے مکمل اور باترتیب حالات ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں تاریخ الوزراء کے نام سے مرتب ہو رہے ہیں۔ جو عنقریب شائع ہوگی۔ (عزیز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپہ سالار حضرت جنت مکان سیف الدولہ حافظ الملک مخلص الدولہ و محسن الدولہ و معین الدولہ
الحاج نواب محمد بہاولخان خامس عباسی
فرمانروائے یازدہم مملکت خداداد بہاولپور

مدت حکومت	عمر	رحلت	جلوس	دستاربندی	ولادت
۳ سال	۲۵ سال	۱۵ فروری سنہ ۱۹۰۷ء	۱۲ نومبر سنہ ۱۹۰۳ء	۱۱ مارچ سنہ ۱۸۹۹ء	۲۰ ذوالحجہ سنہ ۱۳۰۰ھ
		سنہ ۱۳۲۵ھ	سنہ ۱۳۲۱ھ	سنہ ۱۳۱۶ھ	۲۲/۲۳ اکتوبر سنہ ۱۸۸۳ء

فہرست واقعات

ولادت — بچپن — تعلیم اور داخلہ کالج و کامیابی امتحان انٹرنس
بہاولپور کی واپسی — شادی کتخدائی — والد ماجد کی وفات — دستاربندی
یتیم خانہ بہاولپور — تعمیر مسجد نور محل — دربار تاج پوشی شہنشاہ ہند
اصلاح پولیس — دہلی کارونیشن دربار — مدارالمہام ریاست — مسند نشینی
بہاول کلب — شاہی عمارات — بیعت — توسیع انہار
ولادت باسعادت ولیعہد بہادر
شہزادہ والاتبار کی موتراشی — سالگرہ ولیعہد بہادر — دستور العمل جدید
زنانہ مدرسہ کا افتتاح — انتظام تعلیم و تربیت شرفا — قواعد فروخت سنکھیا
اصلاح سکہ بہاولپور — ترمیم مصارف تعلیم
بہاول وکٹوریا ہسپتال کا سنگ بنیاد — مجلس معراج شریف
ولیعہد بہادر کی دوسری سالگرہ — تمغہ یادگار تولید سعید
پیغام اجل — سفر حج شریف
جنازہ اور تدفین

ولادت

نواب حاجی محمد بہاول خان صاحب خامس عباسی جن کا ابتدائی نام محمد مبارک خان تھا ۔ نواب صادق محمد خانصاحب علیہ الرحمتہ عباسی رابع کے حرم محترم خانپوری کے بطن سے شب درمیانی ۲۲/۲۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء (مطابق ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ) کو بمقام ڈیرہ مبارک (صادق گڑھ پیلس) پیدا ہوئے۔

بچپن اور تعلیم

محمد مبارک خان کی ولادت سے پہلے نواب صادق محمد خان صاحب رابع کا ایک اور فرزند رحیمیار خان نامی جو نواب صاحب کی منچن آبادی بیگم کے شکم سے ۶ دسمبر ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوکر اتفاقیہ آتشبازی کے سامان کو آگ لگ جانے کے حادثہ میں ۱۴ فروری ۱۸۸۳ء کو جھلس کر ۲۶ فروری ۱۸۸۳ء کو لقمہ اجل ہو چکا تھا۔ (یہی بچہ ولیعہد ہونے والا تھا۔ اور اس کی والدہ حرم سلطانی میں سب سے زیادہ با اثر اور با اقتدار تھی۔) اس بچہ کی ناگہانی جانکاہ صدمہ وفات سے تمام خاندان شاہی میں غم والم کی لہر دوڑ گئی۔ اور قدرتی طور پر ماں کو صرف بیٹے کے فوت ہو جانے کا غم نہ تھا۔ بلکہ اس کے دل میں ریاست کے وارث تاج و تخت بیٹے کی خوشیاں اور نواب والئی ملک کی ماں ہونے کے جو جذبات پرورش پا رہے تھے۔ وہ سب یکلخت فنا ہو گئے اور وہ حکومت کے خواب ہائے شیریں سے ناگہانی طور پر محروم ہو گئی۔ سلطنت اور حکومت تک سے دور ہو جانے کا غم ایسا نہ تھا کہ جلدی فراموش ہو جاتا۔ خاندان شاہی میں صف ماتم ابھی بچھی ہوئی تھی اور نوحہ و زاری کے مشاغل، ماتمداری کے مراسم جاری تھے کہ آٹھ ماہ بعد ۲۲/۲۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء کی رات کو صاحبزادہ کی ولادت ہوئی۔ تخت و تاج کے اس وارث کی ولادت نے صاحب اقتدار ملکہ غمزدہ کے دل میں ایک اور جگر خراش تیر پیوست کیا۔ یہ بچہ اس کے جذبات کے مجروح کرنے کا سامان تھا۔ وہ نہ چاہتی تھی کہ ولیعہد سلطنت کسی دوسری بیگم کا بچہ ہو۔ بلکہ وہ خود اس کھوئی ہوئی نعمت کے نعم البدل کی توقع رکھتی تھی۔

قدرتی طور پر اس بچہ اور اس کی والدہ کے خلاف ملکہ محترمہ کی نفرت اور عناد کی بنیاد قائم ہو گئی۔

جسقدر امکان میں تھا کوشش کی جاتی رہی کہ اس نونہال کو جو نقصان پہنچ سکے پہنچایا جائے۔ اگرچہ مولود مسعود کی ماں نے حکمت عملی سے ملکہ محترمہ کے غضب اور جوش عناد کے فرو کرنے کی ممکن کوشش کی مگر بے فائدہ لیکن قدرت اس کی معاون تھی۔ باوجود ہر ایک قسم کی تکلیف کے بھی قدرت الٰہی کی حفاظت میں بچہ نشو و نما کی منزلیں طے کرتا رہا۔ قدرت نے اس بلند اقبال کی دشمنوں کے بے پناہ نرغے میں

حفاظت کی حسد کی وجہ سے اس بچہ اور اس کی ماں کو پہلے محل سلطانی سے جدا ہونا پڑا۔ اور کچھ عرصہ تک پرانے کوٹ میں ان کے دن بسر ہوئے۔ اسی کوٹ میں اس کے رسوم سالگرہ، مونڈن، ختنہ وغیرہ ادا ہوتی رہیں، یہ سب رسوم اور ان کے تمام سر و سامان بادل ناخواستہ ہی انجام پذیر ہوتے رہے۔

جب یہاں کی اقامت بھی گوارا نہ ہو سکی۔ تو مبارک خان کو معہ اس کی والدہ کے ڈیراور کے قلعہ میں جو ڈیرہ مبارک سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ایک ریگستانی قصبہ ہے اور جس کے چاروں طرف ریت ہی ریت ہے اور میلوں تک آبادی اور پانی کا نام و نشان بھی نہیں ملتا ۱۸۸۲ء تک رہنا پڑا۔ شاہی خاندان کے بچوں کو جو آزادی، خوشی اور طفلانہ مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ شہزادہ ان سب خوشیوں سے دور اور پابندیوں سے جکڑا ہوا۔ ڈیراور کی مہم گذار کر جب پھر ڈیرہ مبارک کے پرانے کوٹ میں واپس آیا۔ تو اس وقت اس کی عمر گیارہ سال کی ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے آپ متفرق طور پر کئی استادوں سے پڑھتے رہے تھے

کچھ عرصہ کے بعد آپ کو تعلیم دینے کے لئے مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب اتالیق (جو بعد میں حاجی سردار جنرل خان بہادر او بی ای ہو گئے تھے) مقرر ہوئے اور پھر ان کی نگرانی میں ایچیسن چیفس کالج لاہور میں داخل کر دیا گیا یہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۶ء کی تاریخ تھی۔ اور اس وقت تک آپ اپنے اتالیق سے خانگی طور پر سوم لوئر کی جماعت تک تعلیم کا نصاب ختم کر چکے تھے۔

کالج کی تعلیم۔ امتحان انٹرنس میں کامیابی

۲۴ مارچ ۱۸۹۷ء سے ۲۸ مارچ ۱۸۹۹ء تک آپ نے کالج میں عام طالب علموں کیساتھ شامل رہ کر اپنی محنت ذہن رسا اور طبع سلیم کے ذریعہ دو دو سال کی تعلیم کو ایک ایک سال میں ختم کر کے ترقی کرتے ہوئے انٹرینس کے امتحان میں نہایت عمدہ نمبروں پر کامیابی حاصل کی۔ نواب صاحب کی اس تعلیمی کامیابی پہ آنریبل سر مکورتھ ینگ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر پنجاب ۱۳ مئی ۱۹۰۱ء کو ان الفاظ میں مبارکباد دی۔

"آپ پہلے رئیس اعظم پنجاب ہیں جنہوں نے باضابطہ امتحان انٹرینس پاس کیا ہے۔ اور بڑی مسرت اس بات کی ہے کہ یہ عمدہ نمونہ میرے عہد میں ہوا نیز مجھے اس امر سے بھی بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ نے ریاست کے دوروں میں کام کر کے بڑا کمال حاصل کیا ہے"

اس تعلیمی کامیابی کی خبر منتشر ہونے سے مسرت حاصل ہونے پہ ملک میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور راقم ناچیز نے بھی اس امتحان کی کامیابی کے متعلق ایک نظم لکھی جس کے آخری مصرع سے تاریخ کامیابی امتحان نکلتی ہے دلچسپی ناظرین کی خاطر وہ قطعہ مبارک یہاں درج کیا جاتا ہے۔

قطعہ تہنیت کامیابی امتحان انٹرنس

عالیجناب نواب محمد بہاول خان صاحب بہادر عباسی دام اقبالہٗ و ملکہٗ

از

(ناچیز عزیز بہاولپوری)

ہوا موصول اک لاہور سے تار — خوشی جس سے ہوئی عالم کو حاصل
ہر اک جا ولولہ ہے تہنیت کا — خوشی کی منعقد ہر سو ہے محفل
ہوئے محوِ مسرت سب نمک خوار — حباب آسا گئے دریا میں گھل مل
ہوا ہو جو نہ مثلِ گل شگفتہ — ریاست میں کوئی ایسا نہیں دل
ہمارے شاہ اور آقائے دولت — جوان بخت و جوان اقبال و عاقل
بہاول خاں بہادر شاہ ذی جاہ — امیر نوجواں شیریں شمائل
وہ یکتائے زماں ذہن و ذکا میں — وہ علم و فضل میں اک فرد کامل
وہ وجہِ امتیاز و فخرِ پنجاب — زمانے میں نہیں جن کا مقابل
ہوئے پاس امتحاں میں شکرِ ایزد — کئے محنت سے طے علمی مراحل
یہ مژدہ لے کے آئی تار برقی — خوشی سے صورتِ سیماب بسمل
نوید کامیابی کے لئے یاں — رعایا کے بہت بیچین تھے دل
نمک خوارانِ دولت پیر و برنا — خدا سے تھے اسی مژدہ کے سائل
سنا یہ مژدہ اور شکرِ خدا میں — ادا کیں جاں نثاروں نے نوافل
بہاول پور کی دلکش فضا پر — ہوئی رحمت خدا کی آج نازل
ہمارا موتیوں والا ہوا پاس — خوشی آئی ہوا سب فکر زائل
رعایا شہر میں ہے شاد و خوشنود — چمن میں نغمے گاتی ہیں عنادل
مبارکباد کہتے ہیں بہم لوگ — ادا کرتے ہیں فرض اپنا گلے مل

ابھی چوتھا برس گزرا نہیں ہے ہوئے تھے آپ جب کالج میں داخل
پڑھائی دس برس کی ختم کر لی کیا جلدی سے یوں کسب فضائل
محیطِ عشق میں ڈالی تھی کشتی ملا خوش قسمتی سے جلد ساحل
زمین علم کھچکر ہو گئی طے جو دیکھا راہرو مشتاق منزل
ارسطو اور فلاطوں بھی ذہین تھے نظیر ان کا مگر ملنا ہے مشکل
عزیز تہنیت تواں نے لکھا سال
ہوئے پاس امتحاں میں شاہ فاضل

۱ ۹ ۰ ۱

والد ماجد کی وفات ابھی آپ کو کالج کی زندگی میں داخل ہوئے پورے دو سال بھی گذرنے نہ پائے تھے۔ کہ ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کو آپ کے والد ماجد نواب صادق محمد خانصاحب رابع عباسی علیہ الرحمتہ کا انتقال ہوگیا۔ یہ صدمہ اگرچہ بہت سخت تھا۔ لیکن آپنے صبر سے کام لیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۶ - ۱۷ سال کی تھی۔ لیکن آپنے اپنی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ اور صرف دستاربندی اور ادائے رسوم دعائے مغفرت کیلئے بہاولپور آئے

دستاربندی ۱۱ مارچ ۱۸۹۹ء کے ایک دربار میں برادری کی جماعت اور درباریوں کے ہجوم میں آپ کی وراثت سلطنت کی دستاربندی کی رسم ادا ہوتی اور خاندان عباسی کے موجودہ اصحاب میں سب سے بڑی عمر والے صاحبزادہ محمد محبت خان صاحب عباسی نے دستار پیش کرنے کے ساتھ ہی یہ تجویز کی کہ سلسلہ مروجہ خاندان عباسیہ کے مطابق آپ کا نام حکمرانوں کیطرح محمد بہاول خان خامس عباسی رکھا جائے۔ چنانچہ یہ تجویز پاس ہوگئی۔ اور آپ اب بجائے شہزادہ مبارک خان کے نواب محمد بہاول خان خامس عباسی کے نام سے موسوم ہوگئے۔

آپ دستاربندی کی رسم ادا کرکے پھر لاہور پہنچکر مصروف تعلیم ہوگئے۔ اور ریاست کا انتظام کرنل، ایل۔ جے۔ ایچ گرے صاحب بہادر سی۔ ایس آئی کے سپرویژن کے عہدہ کا نام سپرنٹنڈنٹ ریاست بہاولپور تجویز ہوا۔

نواب صاحب کالج کی تعطیلوں اور دوسری تقریبوں کے موقعہ پر جب کبھی بہاولپور آتے تو اپنی آیندہ ذمہ داری کے سلسلہ کے مدنظر ریاست کے ہر ایک کام کو غور سے دیکھتے۔ اور اسکا

عملی تعلیم کی طرف متوجہ رہتے۔ اور وقتاً فوقتاً اپنے ریاست کے کسی حصہ کا دورہ کرکے افسر مقامی کے ساتھ مل کر رعایا کی حالت پر غور کیا کرتے تھے۔

بہاولپور کے والی

نہایت محنت اور اطمینان کے ساتھ وڈ سال کی پڑھائی ایک ہی سال میں ختم کر کے امتحان انٹرینس کے نتیجہ نکلنے کے بعد اپنے جدید اہم فرائض ملکرانی کے سنبھالنے کیلئے ۱۴ مئی ۱۹۱۰ء کو لاہور سے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت ایچیسن چیفس کالج لاہور کے اسٹاف اور طلباء نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کرکے آپ کو فیئرول ووداعی دعوت دی۔ اور ایڈریس پیش کیا گیا۔ نواب صاحب نے اس محبت آلود ایڈریس کا نہایت برجستہ فصیح اور بلیغ جواب دیا۔ فراغت کے بعد ریل پر سوار ہوکر ۱۵ مئی ۱۹۱۰ء کو بہاولپور رونق افروز ہوئے۔ اراکین سلطنت۔ رؤسا معززین شہر نے اسٹیشن پر استقبال کیا۔ ضیافت ہوئی۔ شہر میں چراغاں کی گئی۔ اور عید جیسی خوشیاں منائی گئیں۔ آپنے بہاولپور پہنچتے ہی ملک کا دورہ شروع کر دیا اور علاقہ کی کیفیت۔ رعایا کے حالات بچشم خود دیکھنے لگے۔

شادی کتخدائی

عمر کے لحاظ سے آپ عنفوان شباب میں گامزن ہو چکے تھے۔ اسلئے آپ کی شادی صاحبزادہ محمد محبت خانصاحب عباسی کی دختر نیک اختر کے ساتھ ۱۱ جولائی ۱۹۱۰ء کو ہوئی۔ یہ شادی رئیسانہ ٹھاٹھ کے ساتھ دھوم دھام سے رچائی گئی۔ بیرونجات سے کثیر التعداد رئیس اور مشاہیر ملک مدعو تھے۔ ریاست کے معززین شامل کئے گئے۔ شادی کے بعد بھی آپ متواتر ملک کے دوروں میں مصروف رہے۔ اور ملک کے انتظامی امور میں پوری دلچسپی لیتے رہے

تعمیر مسجد

۱۱ اپریل ۱۹۱۰ء کو آپ نے بہاولپور نور محل کے احاطہ میں ایک عالیشان مسجد شریف کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس سے پہلے آپ نے لاہور کے ایچیسن چیفس کالج لاہور کے طلبا کیلئے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جو آج تک آپ کے عہد طالب علمی کی یادگار ہے۔ سنگ بنیاد رکھنے کے وقت ایک بوتل میں ریاست کے طلائی نقری اور مسی سکے ڈال کر اس میں ایک رباعی بھی خوشخط لکھی ہوئی رکھی گئی۔

بہاولخان خامس حامئ دیں — سراج ملت بیضائے پیغمبری
بنا فرمود ایں مسجد معلے — بہ سال سیزدہ صد بست ہجری

اس وقت آپ ریاست میں منتیرمال کے فرائض انجام دے رہے تھے اور تمام صیغہ مال

ریاست کے آپ انچارج تھے۔ بندوبست اور تشخیص جمع وغیرہ بھی اپنے اہتمام سے کی

دربار تاجپوشی شہنشاہ ہند

مئی ۱۹۰۲ء میں آپ دربار تاجپوشی شہنشاہ ہند کی شمولیت کیلئے لنڈن مدعو ہوئے اور اس غرض کے لئے آپ تیاری کرکے معیت ایل جے۔ ایچ گرے صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ریاست۔ مسٹر ایول صاحب ٹیوٹر مصاحبان و ایڈیکانگس وغیرہ بہاولپور سے ۹ مئی ۱۹۰۲ء کو روانہ ہوکر ۱۰ مئی کو کراچی پہنچے۔ اور کراچی سے بذریعہ جہاز بمبئی جاتے ہوئے آپ کی طبیعت سخت ناساز ہوگئی۔ سمندر کا سفر طبیعت کے خلاف مضر ثابت ہوا۔ اور اس قدر بیمار ہوگئے۔ کہ لنڈن جانے کی تیاری جبراً ملتوی کرکے بہاولپور واپس آگئے دربار تاجپوشی بھی ملتوی ہوا۔ اور پھر منعقد ہوا۔ اس پر نواب صاحب کو ایک طلائی تمغہ شہنشاہ کیطرف سے عطا ہوا۔ جو میجر ڈنلوپ سمتھ صاحب لوکل ایجنٹ نے ۱۷ اگست ۱۹۰۲ء کو ایک عظیم الشان دربار میں نوابصاحب کو پہنایا۔

یتیم خانہ بہاولپور

آپ نے اپنے ملک کے یتیم اور لاوارث بچوں کی آوارگی کے انسداد کے سلسلہ میں جون ۱۹۰۲ء (صفر ۱۳۲۰ھ) میں یتیم خانہ کی بنیاد ڈالی۔ آج تک ان کا یہ فیض اور صدقہ جاریہ ان کی یادگار ہے۔ ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء کو اس میں یتیم طلباء کا داخلہ شروع ہوگیا

دہلی کارونیشن دربار کی شمولیت

یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو دہلی میں کارونیشن دربار ہوا۔ نواب صاحب اس میں شامل ہوئے۔ اور تمام ریاست میں اس دربار کے متعلق خوشی منائی گئی۔

مدارالمہام ریاست

یکم اپریل ۱۹۰۳ء کو جب مرزا جند وڈہ خانصاحب وزیر ریاست بہاولپور پنشن لے کر وطن چلے گئے۔ تو آپ نے صیغہ وزارت وقارن خود سنبھالا اور نہایت دانشمندی اور محنت سے یہ اہم فرائض ادا کرتے رہے۔ اور کرنل۔ ایل جے۔ ایچ گرے صاحب سی۔ایس۔ای۔ سپرنٹنڈنٹ ریاست کی واپسی پر اپریل ۱۹۰۳ء سے آپ نے ریاست کی سپرنٹنڈنٹی کا چارج بھی خود سنبھالا اور نہایت کامیابی کے ساتھ یہ کام کرکے ثابت کردیا۔ کہ وہ حکمرانی کے پوری طرح قابل ہیں۔

مسند نشینی

گورنمنٹ عالیہ کو آپ کی بیدار مغزی اور انتظام مہمات ملکی آپ کی نظم و نسق دانشمندی۔ تدبر اور محنت و ہمدردی کا کامل اطمینان ہوگیا۔ اور اب گورنمنٹ عالیہ

نے حق حکومت ریاست حقیقی حقدار کو سپرد کرنے کے لئے وقت مقرر کیا۔

چنانچہ ۱۴ر نومبر ۱۹۰۳ء کو ہزایکسیلینسی بیرن کرزن وائسرائے و گورنر جنرل ہند آف کیڈلیٹن۔ پی سی، جی، ایم، ایس، ای، جی، ایم۔ ای۔ جی نے بہاولپور تشریف لاکر۔ نوابصاحب کا حق وراثت ان کے سپرد فرمایا۔ اور باضابطہ آپ کے اختیارات کاملہ کے تفویض کا اعلان کیا۔

اس موقعہ پر ایک نہایت ہی عالیشان دربار نورمحل میں منعقد کیا گیا تھا۔ جسمیں پنجاب اور ہندوستان کے ممتاز اور باکمال اصحاب کو مدعو کیا گیا تھا۔ سَو سے زیادہ یورپین افسران اس دربار میں شامل ہوئے تھے۔

نورمحل کے شمالی جانب ایک وسیع میدان میں یوروپین مہمانوں کیلئے ایک نہایت خوبصورت خیموں کا کیمپ تیار کیا گیا تھا۔ یہ میدان اسقدر خوبصورت۔ خوش وضع باغ کی صورت میں بن گیا۔ اور اس کے سبزہ زاروں کے اندر پھولوں کی قطاروں کے درمیان سرخ سرخ سڑکیں اور خوشنما روشیں دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتی تھیں۔

نواب، راجاؤں، دیسی مہمانوں، رؤسا، معززین نمائندگان اخبارات مصنفین، شعراء، کے لیے دولت خانہ عالیہ کے قریب کثیر التعداد بنگلے۔ پرانی کوٹھی، ایجنسی کوٹھی کا تمام سلسلہ ملاکر ایک نہایت عالیشان دیسی کیمپ تجویز کیا گیا تھا۔

۱۱ر نومبر ۱۹۰۳ء کو صبح ۸ بجے ہزآنر لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب تشریف لائے اور رات کو نواب صاحب نے ان کے ساتھ ڈنر میں شمولیت فرمائی۔

۱۳ر نومبر ۱۹۰۳ء صبح ۸ بجے کی اسپیشل ٹرین میں ہزایکسیلنسی لارڈ کرزن بالقابہ وخطابہ تشریف فرما ہوئے۔ استقبال مدارات کا نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ ریلوے پلیٹ فارم اسٹیشن حمایتی سے نورمحل (قیامگاہ ہزایکسیلنسی تک) باغ ارم کا نمونہ بنا ہوا تھا۔

وائسریگل پارٹی نہایت شان و شوکت سے عالیشان گاڑیوں کی ایک دلفریب پروسیشن کے ذریعہ نورمحل پہنچی۔

خوش آمدید۔ ملاقات۔ بازدید وغیرہ رسوم ادا ہونے کے بعد شام کو چار بجے نورمحل کے دربار ہال میں دربار منعقد ہوا۔

دربار کا داخلہ پروسیشن کی صورت میں تھا۔ جب پروسیشن تخت شاہی کے قریب پہنچا۔ تو

ہز ایکسیلینسی وائسرائے بہادر مسند کے سامنے والی کرسی طلائی پر تشریف فرما ہوئے۔ اور نواب صاحب بہادران کے پہلو میں کرسی پر تشریف رکھنے کے اثنا میں تمام حاضرین جو اپنی اپنی نشست پر متمکن بیٹھے تھے۔ تعظیماً سرو قد کھڑے رہے۔ اور پھر اپنی اپنی مقررہ جگہ پر ہر شخص بیٹھ گیا۔

درباریوں کی نشست اور ترتیب کے بعد فارن سیکرٹری گورنمنٹ انڈیا نے افتتاح دربار کا اعلان کیا۔ اور حضور ہز ایکسیلینسی وائسرائے نے کھڑے ہو کر انگریزی زبان میں سپیچ فرمائی۔ (اس تقریر کا ترجمہ اور تمام دربار کی مفصل کیفیت اور تقاریب کا مکمل بیان ہم حیات بہاول خان میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

ہز ایکسیلینسی لارڈ کرزن تمام دنیا میں اپنی علمی قابلیت اور تقریری استعداد کے لحاظ سے خاص طور پر ممتاز تھے۔ اور یہ تقریر ان کی قابلیت کا بہترین نمونہ تھی۔ جس کے آخیر میں آپ نے نوابصاحب کو حکومت کے پانچ اصول بتلا کر فرمایا۔ کہ

اگر یہ اصول وہ ہوں جن سے آپ اپنا طریق عمل منضبط کریں گے۔ تو آپ کی رعایا اور آپکے دوست آج کے دن کو تماشا نہ سمجھیں گے۔ جو ختم ہوتے ہی فراموش ہو جاتا ہے۔ بلکہ یاد رکھیں گے۔ کہ

آج ریاست بہاولپور کے روشن اور با اقبال زمانہ کا طلوع ہوا"

آپ کی سپیچ ختم ہونے کے بعد تمام حاضرین دربار سرو قد کھڑے ہو گئے۔ اور ہز ایکسیلینسی وائسرائے ہند بہادر نے نواب صاحب بہادر کو مسند شاہی پر لے جا کر اعلان فرمایا۔ کہ :-

" ہز ہائی نس کو مکمل اختیارات حکومت دیئے گئے ہیں "

بینڈ نے مبارکباد کا راگ الاپا۔ اور توپ خانہ نے سلامی کی ۱۷ توپیں سر کیں۔ ہز ایکسیلینسی نے جناب نواب صاحب بہادر کو خلعت عطا کی۔

نواب صاحب نے ہز ایکسیلینسی کی سپیچ کے جواب میں کھڑے ہو کر تقریر فرمائی۔ یہ تقریر بھی نہایت شاندار فصاحت و بلاغت اور مضمون کی بلند پایگی کے لحاظ سے نہایت ہی عمدہ تھی

اس تقریر کا ترجمہ بھی حیات بہاول خان میں درج ہو چکا ہے۔

اس تقریر کے ختم ہونے پر تمام حاضرین نے نہایت جوش اور خوشی سے چیرز دیئے اور نواب صاحب کی تقریر کی بیشمار خوبیوں کا اعتراف کیا گیا۔

دربار کے اختتام پر ہز ایکسیلینسی اپنے کمرہ قیام میں اسی ترتیب پروسیشن کے اندر تشریف لیگئے

توپ خانہ سے ۱۳۱ توپوں کی سلامی ہوئی۔

نواب صاحب اور ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب بھی اپنے قیام گاہ کو تشریف لے گئے۔ اور باقاعدہ سلامی ہوئی۔ اسی شام کو ضیافت شاہی منعقد ہوئی۔ جسکا اہتمام یورپین کیمپ میں کیا گیا تھا۔ کھانا ختم ہو جانے کے بعد نوابصاحب بہادر نے کھڑے ہو کر شہنشاہ معظم کا جام صحت تجویز کرینگے سلسلہ میں ایک مختصر اور محبت سے بھری ہوئی پر جوش تقریر فرمائی۔

اس کے جواب میں ہز ایکسی لنسی لارڈ کرزن بہادر بالقابہ نے بھی تقریر کی اور نوابصاحب کی صحت کا جام خوشی خوشی پیا گیا۔ رات کو آتشبازی کا عجیب منظر زیب نظر رہا۔

پھر الہ آباد اور خانپور کے علاقہ میں شغل شکار رہا۔ اور پھر کراچی کی جانب واپس ہوئے۔

اس دربار کی دوسری بارونق تقریبوں اور مبارکباد کا سلسلہ ۱۷ / نومبر ۱۹۰۳ء تک جاری رہا۔ اس دربار کی خوشی میں دس یوم تک تمام دفاتر، مدارس اور محکموں میں تعطیل رہی۔ اور بہاولپور کے ہر ایک میونسپل قصبہ اور ہیڈکوارٹروں میں چراغاں کا لطف رہا۔ اور ایک سو قیدی جیل سے رہا کئے گئے۔ باقی تمام قیدیوں کی مشقت تین روز تک معاف کر دی گئی۔ قیدیوں میں گوشت روٹی اور پلاؤ تقسیم ہوتے رہے اور طلباء میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ مساکین اور محتاجوں میں نقد، طعام پختہ اور پارچات بوفرت تقسیم کئے گئے

اس طرح ۱۷ / نومبر کی شام تک تمام ریاست میں شادمانی اور مسرت کا دور دورہ رہا۔ اور نوابصاحب کی مسند نشینی کی مختلف صورتوں میں شادمانی اور خوشی کی تقریبیں منعقد ہوتی رہیں۔ اس تقریب مبارک کی یادگار میں سالانہ دربار سرکاری طور پر اسوقت تک برابر منعقد ہوتے رہے۔ جب تک نوابصاحب کی زندگی نے وفا کی۔ اس مبارک تقریب کی یادگار میں نواب صاحب نے ہندوستان کے علمی اداروں کے نام بھی ۵۳۱۰ روپے سالانہ کی امدادیں منظور فرمائیں۔ اور اس کے علاوہ قریباً تین ہزار روپیہ یکمشت علمی امدادوں پر صرف فرمایا۔ اس تقریب کی بڑی اہمیت اور شان و شکوہ کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسند نشینی کی اس مبارک تقریب پر دس لاکھ روپے سے بھی زیادہ صرف ہوئے۔

مختصر واقعات سن ۴، ۵، ۱۹۰۶ء

نومبر ۱۹۰۳ء سے نومبر ۱۹۰۶ء تک یعنی جبکہ نواب صاحب نے سفر حجاز اختیار فرما کر واپسی کے وقت سفر آخرت اختیار کیا۔ کل تین سال ہوتے ہیں۔ اس نہایت ہی مختصر زمانہ حیات میں نوابصاحب نے کیا کام کئے۔ ملک کی ترقی اور بہبود میں کسقدر حصہ لیا۔ اپنی پرائیویٹ لائف میں کیا یادگار چھوڑی۔ اپنے وسعت

اخلاق سے کسقدر نام حاصل کیا۔ ہم ان امور کے متعلق سلسلہ وار ان اہم تاریخی واقعات کا مختصر ذکر کرتے ہیں جنکو اس قابل سمجھا جاسکتا ہے۔

فروری ۱۹۰۴ء میں نواب صاحب نے صیغہ پولیس بہاولپور کی اصلاح اور تعلیم کی تجویز پاس کی

اپریل ۱۹۰۴ء میں نواب صاحب نے افسر عہدہ داران معززین اور رؤسا کے تبادلہ خیالات اور مل بیٹھنے کی ضرورت کو محسوس فرماکر بہاول کلب کی بنیاد قائم کی۔ جس میں مہذب طریق پر طرز معاشرت کی اصلاح کا اہتمام کیا گیا۔ اور اسباب مطالعہ اور سامان تفریح و ورزش کا بھی انتظام مہیا کیا گیا۔ تاکہ دماغی کام کرنے والے افسروں اور معززین کی صحت بحال رہے اور باہمی تبادلہ خیالات سے تمام ملک روشن خیال ہو جائے

مئی ۱۹۰۴ء بہاولپور میں جدید طرز عمارت کے شاہی محلات اور دفاتر کے لئے بہاول گڑھ کے مکانات۔ گلزار محل۔ نشاط محل۔ فرخ محل وغیرہ کے شاندار نمونے (ڈیزائین) مرتب کراکر ان کی تعمیر کی منظوری عنایت کی۔

جون ۱۹۰۴ء میں آپنے حضرت خواجہ صاحب حافظ محمد موسےٰ صاحب تونسوی کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

ستمبر ۱۹۰۴ء میں نہر صادقیہ شرقیہ کی توسیع و ازدیادی کی منظوری عطا کی

۲۹/۳۰ ستمبر شب جمعہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ کو کاشانہ سلطانی میں ولیعہد بہادر کی ولادت ہوئی اس تقریب مبارک پر ریاست بہاولپور کی حدود میں خاص طور پر خوشی منائی گئی۔ ہفتہ بھر کی تعطیل ہوئی اور تمام مذہبی مقامات میں دعائے درازی عمر کے ساتھ ساتھ پختہ طعام اور نقد و پارچات کی خیرات عام تقسیم کی گئی۔ جابجا خوشی کے دربار جلوس اور چراغاں۔ آتشبازی اور رنگ پاشی کی محفلیں گرم رہیں۔

اسّی قیدی جیل سے رہا ہوئے اور تمام قیدیوں میں پختہ طعام اور انعامات تقسیم ہوئے طلباء نے ڈرامے دکھلائے۔ خوشی کو کھیلوں میں مصروف رہ کر انعام واکرام سے سرفراز ہوئے۔ اس خوشی میں بہت عالیشان دعوت شاہی کا اہتمام کیا گیا۔

حسب روایات خاندان شاہی عباسی اس تو مولود مسعود کا اسم مبارک

صادق محمد خان

تجویز ہوا۔ اور جابجا اس تولید سعید کی خوشی میں یادگاریں تجویز ہوئیں۔ شہزادہ کے نام پر شہر اور ریلوے اسٹیشن

موسوم کئے گئے۔ بورڈنگ ہاؤس تعمیر ہوئے

چنانچہ ۴ نومبر ۱۹۰۴ء کو نواب صاحب نے اپنے بلند اقبال شہزادے کے نام پر موسوم شدہ منڈی صادق گنج کا افتتاح فرمایا۔

(دستور العمل جدید)

جنوری ۱۹۰۵ء کی انتظامی مشینری کو جدید اصول نظام کے مطابق چلانے کے لئے ایک دستور العمل جاری فرمایا۔

اس سلسلہ میں شیخ محمد نصیر الدین صاحب مشیر اعلیٰ تجویز کئے گئے۔ جو ۲۶ فروری ۱۹۰۵ء کو پہنچے اور ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء کے دربار عظیم الشان میں آپ کو خلعت تقرر مشیر اعلیٰ مرحمت ہوئی۔

(موتراشی و عقیقہ ولیعہد بہادر — سالگرہ اول ولیعہد بہادر)

۷ جولائی ۱۹۰۵ء (۳ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ) کو شہزادہ والا تبار بلند اقبال کے موتراشی اور عقیقہ کی مسنون رسم بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی خوشیاں منائی گئیں جلسے ہوئے دربار ہوا۔ خلعت و انعام تقسیم ہوئے

۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کو شہزادہ عالی تبار کی پہلی سالگرہ منائی گئی۔ بڑی تزک و احتشام کا دربار ہوا جلسے ہوئے۔ کھیلیں ہوئیں۔ فوجی کرتب ہوئے۔ انعام و خلعتیں تقسیم ہوئیں

(انتظام تعلیم و تربیت شہزادگان)

اکتوبر ۱۹۰۵ء میں نواب صاحب نے خاندان عباسی مخادیم۔ عہدہ داران۔ جاگیرداران و رئیس بہاولپور کی اولاد کی اعلےٰ تعلیم و تربیت کیلئے شہر میں ایک قیام گاہ (بورڈنگ ہاؤس) تجویز فرمایا

اپریل ۱۹۰۶ء میں سنکھیا کے رکھنے اور فروخت کرنے کے متعلق قواعد جاری کئے۔

(زنانہ مدرسہ بہاولپور کا افتتاح)

مئی ۱۹۰۶ء میں آپنے بہاولپور میں زنانہ مدرسہ کا افتتاح فرمایا جس کی یہاں اشد ضرورت تھی۔

(ترمیم مصارف تعلیم)

اسی ماہ میں آپ نے صیغہ تعلیم بہاول پور میں جس کا سالانہ خرچ پہلے ۳۲ ہزار روپیہ تھا۔ اضافہ فرما کر ۴۲ ہزار فرمایا۔ اور علاوہ اس کے چار ہزار سے زیادہ روپیہ یکمشت خرید سامان کیلئے بھی عطا کیا

(اصلاح سکہ بہاولپور)

جون ۱۹۰۶ء میں تانبے کے سکہ مروجہ بہاولپور کے وزن اور نقش کی اصلاح کی۔ وزن ۳ ماشہ اور نقش ایک طرف ضرب بہاولپور (بقید سن ہجری) اور دوسری طرف نواب محمد بہاول خان خامس تجویز ہوا۔

(سنگ بنیاد وکٹوریہ ہسپتال)

۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء کو بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور کی عالی شان عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کے لئے ۴۶ ہزار روپیہ کی منظوری عطا کی۔

(جشن معراج)

۱۶/۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء کو شب معراج تھی۔ نواب صاحب نے حسب معمول اس رات کو بھی حفاظ کا قرآن اور علماء کرام کا وعظ سنا۔ اور خود بھی اس شب مبارک کے اعزاز میں علاوہ معمولی درود و وظائف کے

آخری پارہ قرآن مجید تلاوت کیا۔ اور سورۂ یٰسین شریف پڑھی۔ اور سب حاضرین بھی درود شریف پڑھتے رہے مستحق طلباء اور علماء نے آپ کے کمرہ میں لاکھ درود شریف پڑھا۔

آپنے چونکہ ابتدائی تعلیم کے وقت جنرل مولوی محمد عبدالرحمن خانصاحب اتالیق سے اسلامی تاریخ کی پوری واقفیت پیدا کی ہوئی تھی اور تفسیر و حدیث کی بکثرت ترجمے پڑھ لئے تھے۔ اس سے آپ اسلام کی حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ آپ نے سلسلہ تالیفات میں پہلی کتاب قصہ شہزادہ اسحاق لکھا تھا۔ جس سے آپ کی مذہبی معلومات اور اسلامی جوش کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ تعلیم کے بعد آپ ہمیشہ معراج شریف اور میلاد شریف کے موقعوں پر خاص طور پر محفل میلاد منعقد فرمایا کرتے تھے اور اکثر ملک کے شعرا نامدار کی نعتیں سنا کرتے تھے۔ شہزادہ مرزا عبدالغنی صاحب ارشد جو ہندوستان کے مشہور شعراء میں سے تھے آپ کی ان محفلوں میں اپنا تازہ کلام سنا کر آپ کو محظوظ کیا کرتے تھے۔

ایسے مواقع پر آپ کا جوش محبت نبوی ﷺ بھڑک اٹھتا تھا۔ چنانچہ اس سال معراج کی رات کو آپنے حج بیت اللہ شریف اور زیارت دارالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم مبارک ظاہر فرمایا۔ حتیٰ کہ یہ بھی فرما دیا کہ اسی سال حج میں شریک ہوں گے۔

شہزادہ بلند اقبال کی دوسری سالگرہ اور تقسیم تمغہ

۳۰ ستمبر ۱۹۲۶ء کو شہزادہ بلند اختر الاگوہر کی دوسری سالگرہ تھی۔ نواب صاحب نے اسکو نہایت تزک و احتشام سے منایا۔ کئی دن پہلے سے تیاریاں ہونے لگیں۔ معزز مہمانان رؤساء ملک، مخادیم صاحبان۔ افسران اور حکام مفصلات ۵ ۲ تاریخ کو ہی آگئے تھے۔

اس موقعہ سعید پر نواب صاحب نے وہ طلائی و نقرئی تمغے بھی تقسیم فرمائے۔ جو شہزادہ بلند اقبال کی تولید سعید پر اس غرض کیلئے تجویز اور تیار ہوئے تھے۔

اس میڈل پر

ایک طرف نواب صاحب بہادر کی شبیہ مبارک تھی اور اس کے گرد یہ عبارت لکھی گئی تھی۔

"ہز ہائینس نواب محمد بہاولخان خامس عباسی

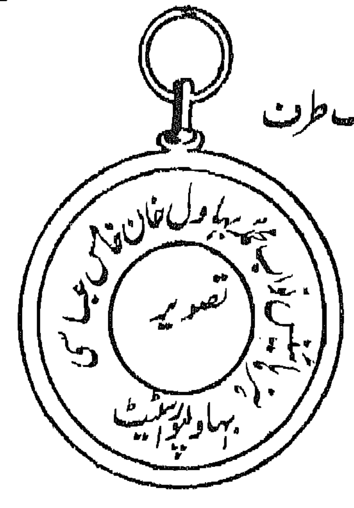
بہاولپور سٹیٹ

اور دوسری طرف

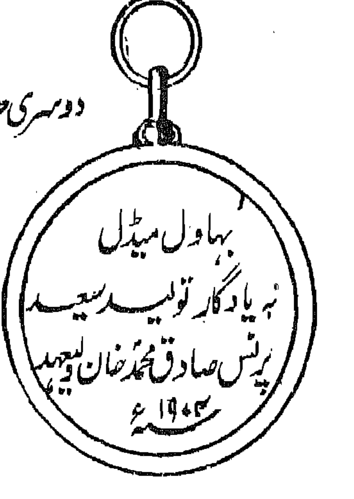
انگریزی میں جو عبارت درج تھی اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

بہاول صادق میڈل
بہ یادگار تولید سعید پرنس
صادق محمد خان ولیعہد
۲۹ ستمبر ۱۹۰۴ء

ایک طرف



دوسری طرف



آخیر ماہ تک ضیافتیں، دربار، تقسیم تمغہ جات کے جلسے شہزادہ صاحب کے لئے جام صحت کی کھیلیں، تماشے، تھیٹر وغیرہ کے مشاغل رہے۔

۱۲ر نومبر ۱۹۰۶ء کو مسند نشینی کے دربار کی یادگار میں ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوا۔
اکتوبر کا مہینہ اور نومبر کے دن نوابصاحب نے حج کی تیاری کے انتظامات اور دستور العمل مرتب فرمانے میں بسر فرمایا۔ ۔روزنامچہ سفر کی تحریر کیلئے اور ہدایات مذہبی کے لئے علماء اور اہلکار منتخب فرمائے۔ اور ہمراہ سفر جانے والے اصحاب کی فہرست منظور کر کے ہر ایک کاروبار سفر کے متعلق علیحدہ علیحدہ اہلکار اور اور افسر تجویز کر کے ان کو کام پر مامور کیا گیا۔ اور تمام احباب، افسران اور عمائد ملک کو ملتے رہے۔ اور پنجاب کی حکومت کے اراکین سے بھی جا کر ملاقات کر آئے۔ اور اندازہ مصارف سفر حجاز کی منظوری مرحمت کی۔ پہلا اندازہ تین لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ کیا گیا تھا۔ اسی طرح تمام ضروریات کے متعلق انتظام مکمل کرتے رہے۔ اکتوبر ہی میں جہاز کے تعین اور انتظام کیلئے بمبئی میں منتخب افسر بھجوائے گئے
افسروں کی افطاری دعوتوں میں نہایت خوشی سے شرکت فرماتے رہے۔ پارٹیوں میں جو مختلف نمک خواروں کیطرف سے دی جاتی رہیں شمولیت کرتے رہے۔
۱۷ر نومبر ۱۹۰۶ء کو بہاولپور کے نورمحل میں مشیر صاحب بہادر اعلیٰ کی گارڈن پارٹی تھی۔ اسی شام کو

عید الفطر کا چاند تھا۔ چاند کی مبارکباد قبول فرما کر خوشی خوشی سے افطاری کے جلسے اور پارٹی میں شمولیت فرمائی۔ اور تمام مدعو شدہ اصحاب سے دعا کی خواہش کے ساتھ نہایت مسرت اور جوش سے مصافحہ فرمایا۔

اگلے دن ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء کو عید الفطر کی نماز کے بعد دربار فرمایا۔ اور جن لوگوں میں یادگار لولید سعید ولیعہد بہادر کے تمغے تقسیم نہ ہوئے تھے وہ تقسیم فرمائے۔

۱۹ نومبر ۱۹۶۳ء کو اراکین کونسل اور اعلےٰ عہدہ داران ریاست کی طرف سے نواب صاحب کو دوداعی دعائیہ ایڈریس پیش کیے گئے۔ پھر روساء وزمینداران اعلیٰ کی جانب سے ایڈریس پیش ہوئے شام کو ممبران کلب کی دعوت ہوئی۔

۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء کو بہاولپور سے احمدپور تشریف لے گئے۔ تاکہ وہاں سے سیدھے بعزم سفر حجاز بمبئی روانہ ہوں۔ ریلوے اسٹیشن بہاولپور پر مشیر صاحب بہادر اعلیٰ اور اراکین سلطنت نے نواب صاحب کو پھولوں کا ہار پہنایا۔ دیر تک آپ اسٹیشن پر مکھواروں کی دلی دعاؤں اور جذبات سے متاثر ہوتے رہے اس مشغلہ کی فراغت کے بعد آپ نے تمام حاضرین کو خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ آپ صاحبان کو میری مفارقت شاق ہے۔ میں جیسا کہ کل کے ڈنر میں کہہ چکا ہوں۔ آپ کی مفارقت کو محسوس کرتا ہوں۔ آپ میرے سفر کی تکالیف اور صعوبات کا خیال کر کے متردد ہیں۔ آپ کے محسوسات قلبی بشرے سے اور چہروں سے عیاں ہیں یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ صاحبان کو مجھ سے دلی محبت ہے۔ میں آپ کی اس محبت کا اعتراف کرتا ہوں۔ اور آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ محافظ حقیقی جس کی بارگاہ میں لبیک کہنے کے واسطے میں جا رہا ہوں۔ اور وہ رحمتہ للعالمین جس کی آستان بوسی کا شرف حاصل کرنے کا اشتیاق مجھے آبائی اور مقدس سرزمین میں لئے جا رہا ہے۔ میرے محافظ اور نگہبان ہوں گے۔ ان کے فضل و کرم کے زیر سایہ نہایت آرام و آسائش سے جاؤں گا۔ اور انہیں کی عنایت اور شفقت سے بہت جلد مع الخیر واپس آؤں گا۔ اب میں نہایت خوشی سے الوداع کہتا ہوں۔ اور سوار ہوتا ہوں۔"

حضور نواب صاحب بہادر کے یہ الفاظ اس قدر مؤثر لہجہ میں ادا ہوئے تھے۔ کہ کل حاضرین جو

جو اس تقریر کو سن سکتے تھے بچشم پُرآب تھے اس ارشاد کے جواب میں رقت اور محویت کی وجہ سے کسی شخص کو تابِ ضبط باقی نہ رہی کوئی متنفس ایسا نہ تھا جس نے آنسوؤں کے ہار اپنے پیارے آقا۔ اور حج کے لئے جدا ہونے والے محبوب حکمران پر نثار نہ کئے ہوں۔ سب زار و قطار رو رہے تھے۔ مگر دل اور آنکھوں کی زبان سے "خدا حافظ" اور "فی امان اللہ" کی صدائیں آسمان تک پہنچا رہے تھے۔

اس موقعہ پر راقم ناچیز کی لکھی ہوئی یہ نظم بھی پیش ہوئی

ہے جلوسِ روانگی حجاز　　ایک عالم ہوا تماشائی
حبذا! مرحبا!! مبارکباد!!!　　خاکِ پاکِ عرب کے شیدائی
خسروا کردۂ مبارک عزم　　تا طوافِ حرم بفرمائی
کار نیک است و عزم نیکو تر　　فتح و نصرت کناد ہمرائی
دیدہ را از زیارتِ حرمین　　نور آگین و تازہ فرمائی
از خم زمزم و تہِ میزاب　　بادۂ اعتقاد پیمائی
بوسہ گیری ز سنگ اسود گاہ　　لب بہ لبیک گاہ بکشائی
جبہ انکسار و عجز و ادب　　آستان بوس کعبہ فرمائی
سرمہ ساگر غبارِ راہِ رسول
مے شود وجہ نور بینائی

حصۂ اُردو

ہجر میں ہے حضور کے مشکل　　ہو رعایا کو یاں شکیبائی
تازہ تر تارِ عافیت سے مگر　　لیں گے ہم نسخۂ مسیحائی
بلبلِ گلشنِ بہاولپور
کر رہا ہے یہ نغمہ آرائی
اے شہ بے نظیر و عادل و نیک　　ملک را تکیہ و تولائی
اے جواں بخت اے جواں اقبال　　اے خداوند حسن و زیبائی

اے گُلِ گلستانِ عمِ رسولؐ بلبلِ بوستانِ رعنائی
گوہرِ کانِ عزّ و جاہ و جلال درِ درجِ شعور و دانائی
نازشِ دودمانِ مجد و علا عزتِ خاندانِ آبائی
ماہِ اوجِ حکومت و اقبال آفتابِ سپہرِ یکتائی
بہ سفر رفتنت مبارکباد
بہ سلامت روی و باز آئی
حافظ و ناصرت خدائے کریم گلِ خنداں روی وشاد آئی

عزیزؔ

نواب صاحب کی مؤثر تقریر اور پر معنی الفاظ سے تمام حاضرین آبدیدہ ہوگئے۔ اور رقت کا عالم طاری ہوا۔ اور پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ نواب صاحب نے سیلون میں قدم رکھا۔ اور تمام پلیٹ فارم پر "خدا حافظ" اور "فی امان اللہ" کے پرجوش نعرے بلند ہوکر آسمان تک پہنچ گئے ڈیرہ مبارک پہنچکر آپ ۲۴ر نومبر ۵٦ء تک مکخواران دولت عباسیہ کے سلام اور دعاؤں کے مشاغل میں رہے۔

۲۴ر نومبر ۵٦ء کو احمد پور کے اسٹیشن سے سوار ہوکر سمہ سٹہ سے ہوتے ہوئے تمام مقامی اصحاب کے مجمعوں کے سلام اور دعائیں سنتے ہوئے۔ ۲۷ر نومبر ۵٦ء کو بمبئی پہنچے اور ۲۸ر نومبر ۵٦ء کی صبح کو "منصوری" جہاز پر سوار ہوکر خدا حافظ اور

بہ سفر رفتنت مبارکباد
بہ سلامت روی و باز آئی

کی صدائیں سنتے ہوئے سفر سمندر میں مصروف ہوگئے۔

۸ر دسمبر ۵٦ء کی شام کو عدن پہنچے۔ چار دن کے قریب قیام کرنے کے بعد روانہ ہوکر ۱۵ر دسمبر ۵٦ء کو جدہ شریف پہنچے۔ جہاں سمندر کے کنارے پر ترکی فوج نے اپنے افسروں کے ساتھ سلامی کا شرف حاصل کیا۔ اور مملکت حجاز کے حکام کے نمائندوں نے مرحبا گوئی کا فرض ادا کیا۔ اور اپنے اپنے بادشاہوں کی طرف سے مرحبائی مراسلے پیش کئے۔

نواب صاحب کا قافلہ شریف مکہ اور گورنر طائف کی سرکردگی میں ۱۷ر دسمبر ۵٦ء کو جدہ سے

مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔ سفر طے کرنے کے بعد رات کے آخری حصہ میں مدینہ طیبہ پہنچکر شرف داخلہ حاصل کیا۔ صبح والئی مدینہ سے ملاقات فرمائی۔

۱۲ جنوری ۱۹۰۷ء کو مدینہ طیبہ مقدس مقامات کی زیارات اور مشاغل روحانی سے فراغت حاصل کرکے مکہ مکرمہ کی طرف روانگی ہوئی۔

مدینہ طیبہ کے قیام میں نواب صاحب کے زیادہ مشاغل روحانی رہے اور عبادت کی وجہ سے پیچش کی شکایت پیدا ہوگئی اور اس کا زیادہ اثر ٹانگوں پر پڑا۔ مکہ مکرمہ کے راستہ میں نواب صاحب کی صحت اور بھی خراب ہوتی گئی۔

۲۱ جنوری ۰۷ء کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ اگلے دن ۲۳ کو مناسک حج ادا کرنے کے بعد پھر مکہ مکرمہ میں آگئے اور ۲۷ جنوری ۰۷ء تک بیت اللہ شریف کا طواف فرما کر منیٰ میں واپسی ہوتی رہی۔ اور قیام یہیں رہا۔ ۲۷ کی شام کو مکہ مکرمہ پہنچکر طواف کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ اور بیت اللہ شریف کے ایک غربی بالاخانہ میں قیام فرمایا۔ ۲ فروری ۰۷ء کو واپسی ہوئی۔ ۳ کو جدہ شریف پہنچے یہاں سمندر کے کنارہ پر پہنچکر نواب صاحب کو پیچش کی تکلیف زیادہ ہوگئی۔ اور بخار بھی شروع ہوگیا۔ ۷ فروری تک علاج میں مصروف رہے۔ ذرا طبیعت سنبھلی تو شاہ نجف جہاز میں سوار ہوکر واپس روانہ ہوئے۔ بخار بدستور رہا۔ بلکہ ۱۳ فروری ۰۷ء کو ۱۰۴ درجہ تک ترقی کر گیا۔

۱۴ فروری ۰۷ء (یکم محرم الحرام ۱۳۲۵ھ) کو عدن پہنچے۔ حرارت کم نہ ہوئی۔ بلکہ سمندر کی آب و ہوا نے آپکے بخار کو نمونیا کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ تمام جہاز کے ہمرکاب نمکخواروں کے لئے سخت پریشانی اور اضطراب کا باعث پیدا ہوگیا۔ ۱۵ فروری ۰۷ء کو بے ہوشی طاری ہوگئی۔ علاج، حیلے انجکشن وغیرہ سب کوششیں ہوئیں۔ مگر آیا ہوا وقت ٹل نہ سکتا تھا۔ نواب صاحب نے ذرا آنکھ کھولی اپنے اور اپنے ولیعہد اور متعلقات عالیہ کے متعلق وصیت فرمائی۔

جہاز نے عدن سے لنگر اٹھایا ہی تھا۔ کہ آپ کا آخری وقت پہنچ گیا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جہاز کو پھر عدن میں لایا گیا۔ وہیں جسد مبارک کو تجہیز و تکفین کے بعد اور دعائے مغفرت و جنازہ کے بعد کافور اور خوشبویوں سے معطر کرکے صندوق میں محفوظ کر لیا گیا۔ اور پھر جہاز کو کراچی کے جلد پہنچانے کی کوشش شروع کی گئی۔

۲۴ر فروری سنہ ۷۰ء کو جنازہ بذریعہ اسپیشل ٹرین کے احمد پور کے اسٹیشن پر پہنچا جہاں لاکھوں ماتم کنندگان کی موجودگی میں پلیٹ فارم پر اتارا گیا۔ اور مغرب سے پہلے ڈیراور پہنچکر خاندان شاہی کے قبرستان میں اپنے والد نواب صادق محمد خان رابع کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

شاہی قبرستان

شاہی قبرستان ڈیراور میں ایک مرمریں چبوترے پر جو نہایت ہی نفیس اور آئینہ دار سقف کے نیچے ہے۔ مندرجہ ذیل قبور واقع ہیں۔

۱۔ سب سے پہلی قبر صاحبزادہ چندوڈہ خان عباسی کی ہے۔ جو خود فرمانروائے ریاست نہیں تھے۔ لیکن محمد بہاولخان عباسی ثانی حکمران ریاست کے بھائی تھے اور اپنے بھائی کی زندگی میں رحلت فرما گئے ہوئے تھے

۲۔ دوسرا مزار نواب محمد بہاول خان ثانی متوفی سنہ ۱۲۲۴ھ کا ہے۔

۳۔ تیسرا نواب صادق محمد خان ثانی متوفی سنہ ۱۲۴۱ھ کا ہے۔

۴۔ چوتھا مزار نواب بہاول خان ثالث متوفی سنہ ۱۲۶۹ھ کا ہے

۵ پانچواں مزار نواب فتح محمد خان متوفی سنہ ۱۲۷۵ھ کا ہے

۶ اس کے دائیں جانب ایک چھوٹی سی قبر نواب بہاول خان رابع کے صاحبزادہ کی ہے جسکا نام فتح خان تھا

۷ ساتواں مزار نواب بہاول خان رابع عباسی متوفی سنہ ۱۲۸۳ھ کا ہے

۸۔ آٹھواں مزار نواب سر صادق محمد خان رابع عباسی کا ہے۔ سال رحلت سنہ ۱۳۱۶ھ ہے۔

۹۔ آخری کنارے پر مرقد نواب الحاج محمد بہاولخان عباسی کا تیار ہوا۔ جن کے حالات ابھی درج ہو چکے ہیں

اس چبوترے کے نیچے اس خاندان عالیشان کے مندرجہ ذیل صاحبان کی قبور نہیں ہیں۔

۱۔ امیر صادق محمد خان عباسی اول شہید۔ ان کا مزار ننکار پور میں واقع ہے۔

۲۔ نواب محمد بہاول خان عباسی اول بانی بہاولپور۔ ان کا مزار بہاولپور میں واقع ہے۔ اور ان کے

۳ بھائی نواب محمد مبارک خان والئی بہاولپور کا مزار بھی بہاولپور میں واقع ہے۔

بہاولپور کے قبرستان مستانیا نوالہ میں جسکو اب ملوکشاہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ تین قبریں ہیں جنمیں بہاولخان اول اور مبارک خان فرمانروا تھے۔ اور تیسری قبر صاحبزادہ فتح خان کی ہے۔ جو فرمانروا نہیں تھا۔

باب چہارم

اعلیٰحضرت فلک رفعت جلالۃ الملک عظمۃ النواب

ہز ہائینس، رکن الدولہ، نصرت جنگ، سیف الدولہ، حافظ الملک، مخلص الدولہ و معین الدولہ

لفٹننٹ، کرنل، نواب الحاج، سر

صادق محمد خان بہادر خامس

عباسی

جی سی آئی ای، کے سی ایس آئی، کے سی وی او، ایل ایل ڈی

جی-سی-ایس آئی

ادام اللہ اقبالہٗ وملکہٗ و زاد اللہ عمرہٗ

فرمانروائے حال مملکت خداداد بہاولپور

یادگار حضرت عباسؓ ہر دم زندہ باد

صادق خامس امیر المومنین پائندہ باد

آمین

ولادت باسعادت
۲۹/۳۰ ستمبر ۱۹۰۴ء

سالگرہ سال اول
۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء

سال دوم
۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء

تمغہ ہائے تولید سعید
۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء

والد ماجد کے ہمرکاب سفر حج
۲۴ نومبر ۱۹۰۶ء

واپسی کیوقت جہاز نجف میں والد ماجد کی رحلت
۲۵ فروری ۱۹۰۷ء

دستار بندی
۱۵ مئی ۱۹۰۷ء

مسند نشینی
۸ مارچ ۱۹۲۴ء

جشن جوبلی اتحاد صد سالہ حکومت بہاولپور و گورنمنٹ برطانیہ
فروری ۱۹۳۳ء

جشن جوبلی حکومت دہ سالہ اعلحضرت
۸ مارچ ۱۹۳۴ء

آغاز تعمیر مسجد شریف جامع بہاولپور
جولائی ۱۹۳۴ء

سفر حج مبارک
فروری ۱۹۳۵ء

عظیم الشان امداد زلزلہ زدگان کوئٹہ
مئی ۱۹۳۵ء

شرکت جشن تاجپوشی شہنشاہ معظم کیلئے سفر یورپ
اپریل ۱۹۳۷ء

جنگ عظیم میں مسلسل امداد



سفر یورپ و افریقہ

ان امتیازات۔ سندات۔ تمغوں اور خطابات کی فہرست جو آپ نے اپنے عہد مبارک میں نافذ فرمائے

خطابات موروثی

خطابات و رینک جو اعلیٰ حضرت نے اپنی قابلیت سے حاصل فرمائے

۱۵ فروری ۱۹۰۷ء کو جب نواب حاجی محمد بہاول خان خامس عباسی علیہ الرحمۃ کا سفر حج و زیارت دار نبوی صلعم سے با فراغت واپسی کے وقت جزیرہ عدن کے قریب سمندر کے سفر میں شاہ نجف جہاز میں انتقال ہوا

اس وقت شہزادہ ولیعہد صادق محمد خان خامس عباسی ڈھائی سال کی عمر کے تھے۔ اور تمام خاندان سلطانی کے ساتھ اس سفر میں شامل تھے۔

والد ماجد کی وفات پر آپ اپنے والد ماجد کے جانشین اور مسند عباسی کے تاجدار ہوئے۔

آپ کی ولادت اور ابتدائی واقعات کا مفصل تذکرہ اگرچہ راقم ناچیز کی سابقہ کتابوں۔ صبح صادق اور حیات محمد بہاول خان خامس میں مفصل درج ہو چکا ہے۔ تاہم موقعہ کی ضرورت کی بناء پر اس جگہ بھی آپ کے حالات کو مختصر طور پر ابتداء سے ذکر کیا جاتا ہے۔

ولادت

۲۹/۳۰ ستمبر ۱۹۰۴ء جمعہ کی شب ۱۲ بجے رات ۱۹ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ کو گلستان حضرت عباس میں ایک نئے گل کا اضافہ ہوا۔ یعنی دولت کدہ نواب الحاج محمد بہاول خان صاحب بہادر خامس عباسی کا یہ نونہال معرض وجود میں آیا۔ اس مولود مسعود کی خوشی میں تمام ریاست کے اندر جو مسرت کی لہر دوڑی۔ اور ہر طبقہ رعایا نے ریاست میں جو خوشیاں منائی گئیں اور خیراتیں کی گئیں۔ اُن کا

اندازہ چشم تصور بھی نہیں کر سکتی۔ تمام ارکین دولت۔ بزرگان خاندان اور روسائے ریاست نے در دولت پر حاضر ہوکر فرض تہنیت ادا کیا۔ اور مند اقبال شہزادہ کی درازی عمر کی دعا دی جن کو شرف قبولیت بخشا گیا۔ اور

....

.... تمام شہر میں کئی دن تک مسرت کے اظہار میں جلسے ہوتے رہے کھیل تماشے چراغ بندیوں اور دعوتوں کا ایک وسیع سلسلہ جاری رہا۔ اور جیل بہاولپور سے اتنی قیدیوں کی آزادی سے ان کی دعا حاصل کی گئی۔

تسمیہ۔ عقیقہ۔ موتراشی۔ چھٹی۔ سنت ابراہیمی وغیرہ کے رسوم اور تقریبیں نہایت مسرت اور تپاک سے منعقد ہوئیں

آپ کی تولید سعید پر آپکے والد ماجد علیہ الرحمتہ نے آپ کے نام نامی پر نہایت موزوں موقعہ پر ایک جدید شہر "منڈی صادق گنج" کی بنیاد ڈالی (جسکا سنگ بنیاد ۱۴ر نومبر ۱۹۰۷ء کو رکھا گیا۔)

آپ کی پرورش کا اہتمام شاہی مروجہ دستور کے مطابق نہایت عمدہ جاری رہا۔

سالگرہ اول ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۵ء کو اور پھر دوسری سالگرہ ہ ستمبر ۱۹۰۶ء منعقد ہوئی۔ اس موقعہ مبارک پر آپ کی تولید سعید کی یادگار میں طلائی اور نقری تمغے (میڈل) تقسیم کئے گئے جن پر

ایک طرف ہز ہائینس نواب محمد بہاول خان خامس عباسی
بہاولپور اسٹیٹ

اور دوسری طرف بہاول صادق میڈل بہ یادگار تولید سعید
پرنس صادق محمد خان ولیعہد ۲۹ ستمبر ۱۹۰۴ء

نقش تھا۔

والد ماجد کی معیت میں سفر حج

۲۴ر نومبر ۱۹۰۶ء کو جبکہ آپ کی عمر سوا دو سال کے قریب تھی۔ والد ماجد کے ہمراہ حج بیت اللہ و زیارت روضۂ نبوی صلعم کے لئے روانہ ہوئے ۲۷ر نومبر ۱۹۰۶ء کو بمبئی پہنچکر اگلی صبح کو منصوری جہاز کے ذریعہ عازم سرزمین عرب ہوئے

۸ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو عدن پہنچے۔ چار دن کے قرنطینہ کے بعد آگے روانہ ہوکر ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو جدہ شریف پہنچے۔ ۲۷ر کو جدہ سے شریف مکہ اور گورنر طائف کی معیت میں مدینہ طیبہ زاد اللہ شرفہا کی طرف روانگی ہوئی۔

۱۲ر جنوری ۱۹۰۷ء کو مدینہ شریف کی زیارات اور سلام نبوی صلعم کی سعادت حاصل کرکے مکہ

کو حج کے لئے واپسی ہوئی۔

۲۳ر جنوری ۱۹۰۷ء کو حج کے مناسک ادا کئے۔ ۶ر فروری ۱۹۰۷ء کو جدہ پہنچ کر۔ ۷ر فروری ۱۹۰۷ء کو شاہ بخت نامی جہاز کے ذریعہ قصد واپسی ہوا۔

رحلت والد ماجد علیہ الرحمتہ

۱۵ر فروری ۱۹۰۷ء (۲ر محرم الحرام ۱۳۲۵ھ) کو عدن کے قریب آپ کے والد ماجد کا حادثۂ انتقال پیش آیا۔ ننھی سی جان کو سفر بحری کے اثناء میں یہ صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۴ر فروری ۱۹۰۷ء کو بذریعہ سپیشل ٹرین کراچی سے ڈیرہ مبارک واپس پہنچے۔ والد ماجد کی عزاداری میں کئی دن تک مصروفیت رہی۔

دستار بندی

۱۵ر مئی ۱۹۰۷ء کو خاندانی رسمی طور پر دستار بندی ہوئی اس کثیر التعداد برادری اور ارکین حکومت اور خدام کے مجمع میں کرنل ڈاس صاحب پولیٹیکل ایجنٹ ریاست بھی شامل ہوئے آپ کے سر پر وراثتِ پدری کی دستار سجائی گئی۔ خیرات عام کے علاوہ خلعتیں تقسیم کی گئیں۔

کونسل آف ریجنسی

آپ کے صغر سن کی وجہ سے گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے کونسل آف ریجنسی قائم ہوئی جو آغاز ۱۹۲۴ء تک اپنے فرائض انجام دیتی رہی اور آپ کی پرورش اور صحت کا پوری طرح خیال رکھا جاتا رہا۔ وقتاً فوقتاً گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے حکام بھی اسی اطمینان کیلئے آتے رہے اور اطمینان حاصل کرتے رہے۔

تعلیم

۱۲ر دسمبر ۱۹۱۰ء کو آپ کی تعلیمی زندگی کا آغاز ہوا۔ مولوی غلام حسین صاحب بہادر (جو ایوان محسن الملک اور عزت نشان کے اعلیٰ خطابات سے ممتاز ہوئے) آپ کے اتالیق مقرر ہوئے صحت کی نگرانی اور علمی و اخلاقی تربیت کے لئے ایک یورپین گورنس مقرر ہوا۔

دسمبر ۱۹۱۱ء میں جبکہ آپ کی عمر گرامی سات سال کے قریب تھی آپ دہلی کے مشہور عالم کاروینشن دربار میں شامل ہوئے۔ اور موہنی صورت۔ دلکش اوضاع چیست اور خوشنما وردی ہے نظیر مستعدی کے ساتھ آپ نے شاہی پروسیشن میں شریک ہو کر فوج کی ریویو میں اپنی فوج کی کمان سنبھالی۔ اور ایک ایسا منظر دنیا کے سامنے پیش کیا جسے دیکھ کر دنیا کے حکام اور ماہران فن حیرت زدہ ہو گئے۔ اور ہز امپیریل مجسٹی شہنشاہ معظم کی دلی خوشنودی کا باعث ہوئے اور ان کے دست مبارک سے طلائی تمغہ حاصل کیا۔

سفر یورپ

۱۹۱۳ء میں آپ مسٹر اے۔ ایم۔ اٹکنسن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ ریاست ہائے

پھولکیاں و بہاولپور کے ہمراہ انگلستان تشریف لے گئے۔ جہاں سمندر کے کنارے۔ ایک دلکش۔ پر فضا۔ اور آب و ہوا کے لحاظ سے بہترین مقام پورنک میں قیام پذیر ہوئے۔ دس ماہ کے قیام کے بعد بہاول پور واپس آ کر پھر دوبارہ یورپ تشریف لے گئے۔ جنگ عظیم کے چھڑ جانے کے باعث پھر جلدی واپسی ہوئی

ایچیسن چیفس کالج لاہور

۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۱ء تک آپ نے ایچیسن چیفس کالج لاہور میں تعلیم پائی۔ جون ۱۹۲۱ء میں مکتبی تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ اور بہاول پور واپس آ کر، حکمرانی اور سیاسی تعلیم کا عملی کام شروع فرمایا۔

اگرچہ مکتبی تعلیم کے عرصہ میں بھی کئی دفعہ آپ نے تعطیلات وغیرہ کے موقعہ پر اپنی ریاست کے دورے بکثرت فرماتے تھے۔ مگر اب عملی کام کو ہر ایک صیغہ کے حکام کے ساتھ شامل ہو کر انجام دینے کی مشق شروع کی اور رفتہ رفتہ آپ نے ہر ایک صیغہ کا تجربہ حاصل کیا۔ اور صیغہ ہائے فوج۔ تعلیم۔ جوڈیشل اور جیل کے انچارج کی حیثیت سے نہایت کامیابی کے ساتھ کام کیا

خطاب کے سی وی او

فوجی زندگی کا شوق ابتدا ہی سے طبیعت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء سنٹرل انڈیا ہارس کے رسالہ ۲۱ کوئٹہ میں آپنے سوار سے لے کر اعلیٰ افسر تک کی خدمات نہایت محنت اور شوق کے ساتھ انجام دے کر "کے سی۔ وی۔ او" کا فوجی سروس کے متعلق اعلیٰ خطاب حاصل کیا۔

پریذیڈنٹ کونسل کے اختیار

مارچ ۱۹۲۳ء میں جبکہ آپنے ریاست کے تمام صیغوں کے کام کا تجربہ بحیثیت انچارج کر لیا۔ اس وقت آپ کو کونسل آف ریجنسی کے پریذیڈنٹ کے اختیارات دیئے گئے۔ چنانچہ آپ نے تمام ریاست کی عنان حکومت با امداد ممبران کونسل آف ریجنسی اس وقت تک سنبھالے رکھی جب تک ۱۹۲۴ء میں آپ کو کامل اختیارات نہ ملے۔

کامل اختیارات کا دربار

۸ مارچ ۱۹۲۴ء کو ہز ایکسیلینسی رائٹ آنریبل ارل آف ریڈنگ وائسرائے و گورنر جنرل ہندوستان نے بہاولپور تشریف لا کر ایک عظیم الشان دربار میں نواب صاحب کو ریاست کی حکمرانی کے کامل اختیارات تفویض کئے

حسن انتظام

آپکے حسن انتظام کی اعلیٰ قابلیت اور خداداد ذہانت کے نتائج نہایت ہی اطمینان بخش اور مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ اور آپکے مبارک عہد میں مملکت خداداد بہاول پور کے ہر انتظامی صیغہ نے ترقی کا قدم بڑھایا۔ اور ریاست کی سالانہ آمدنی بیالیس لاکھ سے سالانہ سوا کروڑ روپیہ

سالانہ تک پہنچ گئی ہے۔ اور خوش نظمی کے باعث یہ آمدنی روز افزوں بڑھ رہی ہے۔ رعایا بھی خوشحال اور آسودہ ہے باوجودیکہ تمام دنیا امن کی نعمت حاصل کرنے کے لئے مضطرب ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اعلیٰحضرت کی سرگرمی۔ ہمت مردانہ۔ استقلال۔ بیدار مغزی اور روشن ضمیری کی برکت سے تمام دولت خداداد میں امن وامان ہے۔ ہر ایک صیغہ ریاست میں۔ ترقی۔ اصلاح اور عملی سرگرمی کا مبارک زمانہ ہے۔

آپکے ذاتی محاسن۔ ذہنی اور دماغی صلاحیتیں۔ علوم وفنون کی سرپرستی۔ قدرتی مذاق۔ مذہبی جذبات۔ خوش اعتقادی ایثار۔ ہمدردی۔ استقلال۔ مردم شناسی۔ معدلت گستری۔ رعایا نوازی۔ رحمدلی۔ مآل اندیشی۔ فیاضی۔ تہور۔ شجاعت۔ خلق۔ تواضع انکسار۔ ہر دلعزیزی۔ سادگی۔ بے تکلفی کی شیریں حکایات تاریخ عباسی کا ایک زریں ورق ہیں جو کہ واقعات اور حالات کی روشنی میں علیحدہ مرتب ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ بشرط زندگی آئندہ سال بست سالہ جوبلی حکومت بابرکت سلطانی ظل سبحانی کے موقعہ پر پیش کیا جائیگا۔

اس موقعہ پر خاص خاص اصلاحات اور حسن انتظام کے بعض مختصر اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور یہ مختصر تاریخ اسی کے متقاضی ہے اللہ تعالیٰ آپ کا ظل ہمایونی اور سایہ ہما پایہ ہمیشہ تمام خاندان اور ملک کے سر پر قائم رکھے۔

آپنے اپنے خاندان عظیم الشان کی ترقی میں شایان شان حصہ لیا ہے اور اسی سلسلہ میں آپنے پہلے اپنی اولاد اور جگر گوشوں کو علمی اور فوجی تعلیم سے آراستہ فرما کر خاندان کے دیگر ممبروں کی طبائع کو حسن اسلوب سے اس طرف راغب کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ چنانچہ سب کو علم حاصل کرنے میں اسطرح مصروف فرمایا ہے۔ کہ اب عباسی صاحبزادوں میں متعدد اعلیٰ گریجویٹ موجود ہیں اور کئی ایک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اور اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق اپنے آقا اور وطن کی خدمت میں مشغول ہیں۔ آپنے اپنی تمام قلمرو پر امن میں ترقی کے راستے کھول دئیے ہیں۔ انہار کی توسیع نے دولت کو پانی کی طرح وافر کر دیا ہے۔ اور مدارس کی ایزادی نے جابجا علم کے دریا بہا دئیے ہیں۔

آپ کی سپاہیانہ ممتاز زندگی نے آپ کو ہندوستان کے فوجی حکام کی نظروں میں بہترین نمونہ ثابت کر دیا ہے اور اسی جذبہ کا اثر ہے۔ کہ آپکے ملک کا ہر ایک فرد سپاہیانہ جوش خدمت سے آراستہ ہے۔ ایوان سلطانی کے افسران اور ملازمان بلکہ ادنیٰ درجے کے وابستگان بھی چست لباس اور باقاعدہ تربیت وقواعد سے اسقدر آشنا ہو گئے ہیں کہ بجائے خود ہر فرد سپاہی معلوم ہوتا ہے۔ آپنے ایکطرف اپنی فرمانروایانہ حیثیت سے ملک کی عمارت کو نہایت مضبوط فرما دیا ہے دوسری طرف ہمدردی اور اخلاق سے تمام ملک کی رعایا کے دلوں پر محبت اور وفاداری کا گہرا نقش ثبت کر دیا ہے رعایا کے سر اس کے حکم کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اور دل اس کی سچی محبت کے وفادار اور جاں نثار ہیں۔

ترقی ملک کی مسلسل منازل

آپ کے عہد مبارک میں جسقدر مفید اور اصلاحی تدابیر عمل میں آ رہی ہیں۔ ان کا ایک نہایت مختصر بیان ذیل کے گوشوارہ سے ہو سکے گا۔ جو تاریخی لحاظ سے باترتیب درج کیا جاتا ہے۔ (اسکا آغاز تاریخ مسند نشینی کے بعد سے شروع ہوتا ہے)

۱۳ر مارچ ۱۹۲۱ء کو آپ نے نظم و نسق ریاست کے لئے ایک مشیر اعلیٰ اور چار دوسرے مشیر مقرر فرمائے

مشیر اعلیٰ چیف منسٹر نواب ملک طالب مہدی خان صاحب۔ او۔ بی۔ ای

مسٹر ایف ڈبلیو کنوے صاحب ریوینیو و پبلک ورکس منسٹر	مولوی غلام حسین صاحب ہوم منسٹر	کرنل جی۔ ایم۔ ایلکوف صاحب ملٹری منسٹر

خان بہادر چودھری محمد دین صاحب فنانشل منسٹر

آپ نے اپنے حدود مملکت میں مئی ۱۹۲۴ء میں موٹروں کے چلانے کے قواعد جاری فرمائے۔

مارچ ۱۹۲۵ء میں ہیڈ پلہ میں عظیم الشان ریگولیٹر کا سنگ بنیاد رکھا جس سے ریاست کی آبادی میں بیش قدر ترقی ہوئی

اپریل ۱۹۲۵ء میں احمد پور شرقیہ کے مڈل سکول کو ترقی دے کر ہائی سکول کے درجہ تک پہنچایا

۲۴ر ستمبر ۱۹۲۵ء کو صیغہ جوڈیشل میں ایک جوڈیشل سیکرٹری کا نیا عہدہ تجویز فرما کر اس کے فرائض کا تعین فرمایا۔

۱۴ر فروری ۱۹۲۶ء صیغہ جوڈیشل میں بنظر حالات تمام مجسٹریٹ صاحبان کو دفعہ ۱۱۰ ضابطہ فوجداری کے اختیارات عطا فرما کر ملک کے امن و امان کے قیام میں سہولت پیدا فرمائی

۲۴ر مئی ۱۹۲۶ء میں بہاولپور کی مالی حالت کی تقویت اور رفاہ عام کی غرض سے ایک بنک کھولنے کی منظوری مرحمت فرمائی۔

اگست ۱۹۲۶ء میں جامع عباسیہ بہاولپور میں جہاں اصلاح شدہ درس نظامی کی اعلیٰ تعلیم ہوتی تھی طب کا شعبہ ایزاد فرما کر ملک میں جسمانی صحت کی ضرورت کو پورا فرمایا۔

یکم جنوری ۱۹۲۷ء کو ایک جدید صیغہ سٹیشنری ڈپو کے نام سے کھولنے کی منظوری مرحمت فرمائی۔ جس سے ریاست کے تمام صیغوں کی سٹیشنری کی ضروریات کا سٹاک موجود رکھنے کی مفید تجویز کی گئی۔

۱۴ ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو ترقی اشتہار کے سلسلہ میں "اسلام وریہ" کا افتتاح ہز ایکسیلینسی لارڈ اِروِن بالقابہ و خطابہ وائسرائے جنرل ہند کے ہاتھ سے کرایا۔

جنوری ۱۹۲۸ء کو بہاولنگر کے مڈل سکول کو ہائی سکول کے درجہ تک ترقی کی منظوری عطا کی۔

۱۳ ر اپریل ۱۹۲۸ء میں ریاست کی چولستانی آمدورفت اور اسباب تجارت کے درآمد برآمد کی ضروریات کی بناء پر جونئی ریلوے لائن تیار ہوئی تھی اور جو بہاولنگر سمہ سٹہ کے درمیان اشد ضروری تھی تعمیر ہونے پر اسکا افتتاح فرمایا۔

۱۴ ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو اعلحضرت نے حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ فیض احمد صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔

۵ ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو خانپور کے طلبا کے لیئے ایک عظیم الشان بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر منظور فرمائی۔

۱۳ ر مارچ ۱۹۳۰ء کو اسلامی شان و شوکت کا نشان ریاست کپور تھلہ کے عالیشان جامع مسجد کی افتتاح سے قائم فرمایا۔

۱۳ ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو اعلحضرت مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت کے لیئے علیگڑھ تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر ایک لاکھ روپیہ امداد بھی فرمائی۔

۲۷ ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو اعلحضرت نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے چھیالیسویں سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی۔ اور خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ اور انجمن کو مبلغ ۲۵ ہزار روپے عطیہ شاہی کا اعلان فرمایا۔

۲ ر اپریل ۱۹۳۱ء کو حضور نے آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی کے جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت فرمائی اور بیس ہزار روپیہ کے گرانقدر عطیہ کا اعلان فرمایا۔

فروری ۱۹۳۳ء مملکت خداداد بہاولپور اور گورنمنٹ برطانیہ کے اتحاد صد سالہ کی یادگار میں جوبلی کا عظیم الشان جشن منایا۔ اور اس اتحاد کی زیادہ مضبوطی کی بہترین یادگار قائم فرمائی۔ اور بہت بڑا جشن منایا گیا۔

۲۹ ر جون ۱۹۳۳ء کو اعلحضرت نے اپنی ہمشیرہ محترمہ کا عقد شرعی اپنے عمزاد صاحبزادہ محمد معتصم خان صاحب عباسی کے ساتھ منعقد فرمایا۔

۲۷ جولائی ۱۹۳۳ء کو اعلیحضرت نے اپنی کونسل کیلئے چھ ممبر منظور فرمائے۔ اور انکی نامزدگی اسطرح فرمائی

۱ پرائیم منسٹر ۲ ریونیو منسٹر ۳ ممبر فار لاء اینڈ جسٹس ۴ ہوم منسٹر ۵ آرمی منسٹر ۶ منسٹر فار کامرس

۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو اعلیحضرت یورپ تشریف لے گئے جہاں سے ۲۴ جنوری ۱۹۳۴ء کو واپس تشریف فرمائے دارالخلافہ ہوئے۔

۲۷ فروری ۱۹۳۴ء کو پنجاب یونیورسٹی کا ایک وفد زیر قیادت ڈاکٹر ولنر صاحب بہادر رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی اس غرض سے بہاولپور پہنچا۔ کہ اعلیحضرت کی خدمت میں بطور اعتراف قابلیت و دلچسپی تعلیم۔ ایل۔ ایل کی ڈگری پیش کرے۔ چنانچہ نورمحل میں ایک عظیم الشان دربار میں اس وفد نے اعلیحضرت کی علمی قابلیت اور دلچسپی کے اعتراف کے ساتھ یہ محترم ڈگری حضور کی خدمت میں پیش کی۔

۸ مارچ ۱۹۳۴ء کو بہاولپور گورنمنٹ نے اعلیحضرت کی دس سالہ جوبلی کا جشن منایا۔ اور دربار منعقد ہوا۔ جسمیں اعلیحضرت کی دس سالہ حکومت کی برکات کا تذکرہ کیا گیا۔

جولائی ۱۹۳۴ء میں حضور والا نے جامع مسجد شریف بہاولپور کی از سر نو تعمیر کے سلسلہ میں قرب و جوار کی سرکاری اراضی اور قیمتی جائیداد کے علاوہ ایک لاکھ روپیہ نقد عطا فرمایا۔ اور یہ عظیم الشان کام زیر نگرانی سردار محمد امیر خان صاحب بہادر ہوم منسٹر شروع ہوا۔

اکتوبر ۱۹۳۴ء میں حج پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور اسی سلسلہ میں راقم ناچیز کو بذریعہ تار بہاولنگر سے طلب فرمایا گیا۔ ۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو جب میں حاضر ہوا۔ تو ناچیز کے ذمہ قافلہ حج کے انتظام اور حسابات کی ترتیب کی خدمت سپرد فرمائی۔ حج کے تمام ضروری انتظامات اور ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد ایک سو کے قریب ہمراہیوں کی معیت میں ۲۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو سفر حجاز کو روانہ ہوئے۔ اور ۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو ڈیرہ مبارک (صادق گڑھ پیلس) میں واپسی ہوئی۔ اس حج کے مفصل حالات راقم ناچیز کی کتاب حج صادق میں درج ہوکر شائع ہوچکے ہیں۔

مختصر حالات

۲۳ جنوری ۱۹۳۵ء کو کراچی پہنچے۔ ۲۴ کو رحمانی جہاز میں سوار ہوکر یکم فروری ۱۹۳۵ء کو جزیرہ کامران سے ہوتا ہوا۔ ۳ فروری ۱۹۳۵ء کو جدہ کے بندر پر پہنچے۔ ۳ فروری ۱۹۳۵ء کی شام کو اعلیحضرت کے اعزاز میں منشی احسان اللہ خان انڈین وائس کونسل جدہ کی عظیم الشان دعوت تھی جس میں برطانیہ۔ ترکش۔ مصری۔ عراقی۔ اٹالین۔ پرشین۔ نیدرلینڈرس۔ عرب۔ جدہ وغیرہ کے تمام زعماء سے موجودہ جدہ جن کی تعداد اسی کے قریب تھی۔ شامل ہوئے

۵ر فروری ۱۹۳۵ء کو اعلیٰحضرت کا مبارک قافلہ موٹروں اور لاریوں کے ذریعہ مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا۔ اور ۱۱ر فروری ۱۹۳۵ء کو مدینہ طیبہ میں پہنچے۔ مدینہ طیبہ کے تمام موجودہ اکابر۔ رؤساء اور قائدین محترم نے استقبال کیا۔ مقام قیام پر پہنچتے ہی حرم نبوی کی زیارت اور روضۂ اقدس کے صلوٰۃ و سلام کی عزت سے مشرف ہوئے۔

مدینہ طیبہ کے قیام کے عرصہ میں حرم محترم کی نمازیں درود وسلام نبوی کی مصروفیتیں۔ مقامات مقدسہ کی زیارات امیر مدینہ کی شاندار دعوت کے علاوہ سب سے بڑی نعمت یعنی داخلہ بارگاہ نبوی صلعم کی سعادت حاصل فرمائی۔

۲ر مارچ ۱۹۳۵ء تک مدینہ طیبہ کے قیام کے بعد حج کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانگی ہوئی۔

۴ر مارچ ۱۹۳۵ء کو وادی ام الدود میں کیمپ فرماکر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اور صفا ومروہ کی سعی سے فارغ ہوکر احرام کھولا۔ پھر واپس آکر صبح ۵ر مارچ ۱۹۳۵ء۔ تمام اسٹاف اپنے درباری لباس میں افواج سعودی کی سلامی لیتے ہوئے مدینہ طیبہ کے وزراء حکام رؤساء اور افسران کے ساتھ جو استقبال کے لئے موجود تھے۔ مصافحہ فرمایا۔ حرم کعبہ اور طواف سے فارغ ہوکر قصر منصورہ کے قریب مقام شہدا میں قیام پذیر رہے۔

ہز ہائنیس امیر فیصل گورنر مکہ کی ملاقات اور دعوت قبول فرمائی۔ اور مسلسل بیت اللہ کی باجماعت نمازوں طواف، تلاوت اور نوافل میں مصروف رہے۔

۱۰ر مارچ ۱۹۳۵ء (۴ر ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ) کو حضرت جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز بن سعود کنگ مملکت نجد و حجاز کا ورود ہوا۔

۱۱ر مارچ کو اعلیٰحضرت ان کی مرحباگوئی کے لئے قصر سلطانی کی طرف گئے۔ دوسری شام کو بادشاہ نجد وحجاز نے اعلیٰحضرت کی بہت بڑے تپاک سے دعوت کی۔

۱۲ر مارچ (۷ر ذوالحجہ شریف ۱۳۵۳ھ) کو عصر کے بعد بیت اللہ شریف کو غسل دیا گیا۔ اعلیٰحضرت تاجدار بہاولپور دام اقبالہ و ملکہ کو خاص طور پر سعادت شمولیت حاصل ہوئی۔

۱۳ر مارچ (۸ر ذوالحجہ) کو منیٰ کی طرف روانگی ہوئی۔ راستہ میں جنۃ المعلیٰ کے مبارک قبرستان کی زیارت فرمائی۔ اور بزرگان ملت کے مزارات پر فاتحہ کے پھول چڑھائے۔ کوہ حرا کی زیارت فرماتے ہوئے میدان منیٰ میں پہنچے مسجد خیف کے سامنے کیمپ بہاولپور نصب کیا گیا۔

۱۴ر مارچ ۱۹۳۵ء (۹ر ذوالحجہ) کی صبح کو پنجشنبہ کے دن میدان عرفات میں پہنچے جبل رحمت کے سامنے بہاولپور کا کیمپ نصب کیا گیا۔ غروب آفتاب تک وہیں قیام رہا۔ اس کے بعد مزدلفہ میں واپسی ہوئی۔

صبح ۱۵ر مارچ (۱۰ر ذوالحجہ) پھر منیٰ میں پہنچکر رمی جمار اور ذکر وفکر سے فارغ ہوکر بیت اللہ شریف میں عید کی

کی نماز ادا فرمائی۔ اور پھر منیٰ میں پہنچ گئے اور قربانیاں فرمائیں۔ والئی مکہ مکرمہ کو عید کی مبارک باد دی۔ امیر موصوف نے ملاقات بازدید کیلئے بہاول پور کیمپ میں آکر عید کی مبارک دی۔

۲۲ر مارچ ۱۹۳۵ء تک مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔

۲۳ر مارچ ۱۹۳۵ء کو واپسی ہوئی۔

۲۵ مارچ ۱۹۳۵ء کو جدہ سے رضوانی جہاز کے ذریعہ ہندوستان کی طرف بڑھے۔

۴ر اپریل ۱۹۳۵ء (۲۹ر ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ) کو کراچی اور ۵ر اپریل ۱۹۳۵ء کو صادق گڑھ پیلس بعافیت واپس رونق افروز ہوئے۔

۱۱ر مئی ۱۹۳۵ء کو شہنشاہ معظم کی پچیس سالہ حکومت کی خوشی میں جوبلی کا جشن منایا گیا۔

۵ر سے ۱۱ مئی تک تعطیلات ہوئیں۔ دربار میں خوشی کے جلسے کھیلیں، تفریحات کا مشغلہ قابل یادگار رہا۔

۳۰/۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کی درمیانی رات کو کوئٹہ میں زلزلہ عظیم واقعہ ہوا جس سے ہزارہا انسانی جانیں تلف ہوئیں بے شمار انسان زخمی ہوئے۔ مکانات اور جانوروں کی تباہی کا کوئی احصار نہیں ہو سکتا۔ تمام شہر کوئٹہ اس زلزلہ کے صدمے سے دب گیا۔ سینکڑوں لکھ پتی جو زندہ بچ رہے تھے مفلس، کنگال اور اپنی اس عبرت انگیز صدمے سے دیوانہ وار بدحواس ہو گئے۔ اس تاریخ سے زخمیوں کو اسپیشل ٹرینوں کے ذریعہ پنجاب اور ہندوستان کے ان مقامات پر لے جایا جاتا رہا۔ جہاں جہاں ان زخمی لوگوں کے کچھ تعلقات اور سہارے تھے۔ کئی روز تک یہی سلسلہ جاری رہا

اعلیحضرت نے صدمہ رسیدگان زلزلہ کے ساتھ انسانی ہمدردی اور روایتی رحم کے تقاضے سے وہ سلوک فرمایا۔ کہ تمام ہندوستان میں دھاک بندھ گئی۔

آپ بنفس نفیس روزانہ ریلوے اسٹیشن پر خود تشریف لے جاکر زخمیوں کی مرہم پٹی۔ غذا۔ پارچات اور ہر قسم کے ضروریات کا انتظام فرماتے تھے۔ اور نقدی امداد عطا کر کے تقدیر پر صبر کرنے کی ہدایت کے ساتھ ان کی غمگساری اور تسلی کے تمام عملی پہلو اختیار فرماتے تھے۔

کئی ڈاکٹر اور دواؤں کا بہت بڑا اسٹاک اسٹیشن پر ہر ایک گاڑی کے وقت موجود ہوتا تھا۔ چاء۔ ڈبل روٹی کھانا۔ پارچات کا کوئی شمار نہ تھا۔ اس ہمدردی اور ایثار کیوجہ سے ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند نے خاص طور پر ۳ر جولائی کو بہاولپور پہنچکر نواب صاحب کی اس بے نظیر خدمت خلق کا شکریت کے ساتھ اعتراف فرمایا۔

۲۹ر جولائی ۱۹۳۵ء کو اعلیحضرت دام اقبالہ و ملکہ یورپ کے سفر میں مصروف ہو گئے جہاں سے سوا دو ماہ کے بعد ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۵ء کو واپسی ہوئی

اس سے پہلے بھی آٹھ مرتبہ سیاحت یورپ فرما کر تمام بہترین اور تمدن کی تازہ ترین تدابیر ترقی کے زیورات سے اپنی مملکت خداداد کو آراستہ اور مزین کرنے کی کامیاب کوشش میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں۔ پہلے سفروں کا حال حج صادق میں بتفصیل ہو چکا ہے۔

۱۰؍جنوری ۱۹۳۶ء کو غریب ملکخواران دولت عالیہ کے چند مشتاق مسلمانوں کو حج مبارک کیلئے زاد راہ اور مصارف مرحمت فرما کر ان کو روانہ فرمایا۔ اور یہ سلسلہ اب تک برابر جاری ہے۔ ہر سال ایک خاص تعداد میں غریب مسلمانوں کو حج کیلئے مصارف سفر عطا کر کے بھجوایا جاتا ہے۔

۲۱؍جنوری ۱۹۳۶ء شہنشاہ ہند جارج خامس کے انتقال کی خبر پہنچی۔ رسوم عزاداری ادا ہوئے۔ نشان ریاست کا فرہ نیچے کیا گیا۔

۴؍مئی ۱۹۳۶ء کو سلطان مصر کی رحلت کی اطلاع پر ماتم کی علامت یعنی نشان نیچے کیا گیا۔

۵؍مئی ۱۹۳۶ء۔ بوڈاپسٹ (ملک ہنگری) سے جامع مسجد بوڈاپسٹ کی امداد کے لئے ایک وفد بہاولپور آکر شرف سلام سے ممتاز ہوا۔ اعلیحضرت نے فراخدلی سے ان کی امداد فرمائی

۳۰؍ستمبر ۱۹۳۶ء کو راقم تاریخ ناچیز عزیز کو ازراہ قدردانی و علمی سرپرستی بجلدوئے تالیف سفرنامہ "حج صادق" دبیر الملک کا خطاب اور تمغہ مرحمت فرمایا۔

۱۲؍اپریل ۱۹۳۷ء یورپ کو تشریف لے گئے وہاں شہنشاہ معظم کی جشن تاجپوشی کے تمام رسوم میں شامل ہوئے اگست ۱۹۳۷ء میں واپسی ہوئی۔

۱۴؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو مسافران کی ایک لاری ریلوے سے متصادم ہوئی جس میں ۲۵ مسافر سوار تھے۔ ۱۴ مسافر ہلاک ہو گئے ۹ زخمی بہاولپور لائے گئے

اعلیحضرت فوراً مقام تصادم پر پہنچے۔ اور بہاولپور میں تشریف لا کر زخمیوں کی ہمدردی اور علاج اپنے سامنے کرایا۔ اور خاص ہدایات دے کر متوفیوں کے ورثاء کے ساتھ ہمدردی فرماتے رہے۔

۳؍فروری ۱۹۳۸ء کو راقم ناچیز کے بزرگ بھائی حاجی محمد عبدالرحمٰن صاحب سوداگر علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا۔ اس سانحہ سے متاثر ہو کر اظہار تاسف فرمایا۔ اور مرحوم کے جنازہ کیلئے توشہ خانہ عالیہ سے ابریشمی لنگی اور تھان ململ کا مرحمت فرمایا۔ اور تعزیت کیلئے ایک منسٹر کو بہاولپور بھجوایا۔

۵؍دسمبر ۱۹۳۸ء کو مہاراجہ صاحب سوکیت تشریف فرمائے بہاولپور ہوئے ان کی شائستہ مدارات و تواضع کی گئی۔ نہایت ہی محظوظ اور مشکور واپس گئے۔ ان کے پرائیویٹ سکرٹری رائے سید ہو رام کو اور رائے ڈی سی لالہ ہرکرنداس

بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کو طلائی تمغے اور امتیازات مرحمت فرمائے۔

۱۵ فروری ۱۹۳۹ء کو پشاور کی انجمن دارالعلوم اسلامیہ کا وفد باریاب سلام خسروی ہوا۔ اور عنایات سلطانی سے ممتاز ہوا۔

۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء کو اعلیٰحضرت نے اپنی لخت جگر نور نظر شہزادی صاحبہ دام عفتہا وعظمتہا کا نکاح صاحبزادہ محمد عبدالحمید خانصاحب عباسی کے ساتھ فرمایا۔

۲۷ فروری ۱۹۴۰ء کو راقم ناچیز کی مرتبہ حیات بہاول خان خامس پیش ہوئی۔ نہایت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور ناچیز راقم کو انعام و خلعت سے سرفراز فرمایا۔

۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو چاچڑاں شریف پہنچکر صاحبزادہ بلندقدر میاں غلام فرید نبیرہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تقریب بسم اللہ خوانی میں شامل ہوئے اور خود اسکو بسم اللہ پڑھائی۔

۲۹ اپریل ۱۹۴۰ء کو عالمگیر جنگ یورپ کے متعلق امداد و مساعی میں بیش از بیش مصروفیت کا عملی پہلو اختیار فرمایا تمام رؤساء اور زمینداروں کی امداد کا اعتراف فرمایا۔ اور مزید کوشش کی ترغیب دلائی۔

یکم نومبر ۱۹۴۰ء کو جامع مسجد بہاولپور میں دس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ آخری جمعہ رمضان شریف ادا فرماکر ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی اور ملک کے امن و امان کیلئے دعا کی گئی۔

۴ نومبر ۱۹۴۰ء کو اعلیٰحضرت نے فوج کے ان نوجوانوں کے روبرو جو میدانی خدمات پر مامور ہوئے تھے ایک پُر اثر تقریر فرمائی جسمیں ان کی ہمت افزائی اور وفاداری کے خیالات کا پرجوش اہتمام تھا۔

اسی طرح ۷ نومبر ۱۹۴۰ء کو بھی فوج کی اس جماعت کو کھانے میں شمولیت کی عزت بخشی۔ جو فوجی لاریوں کیساتھ میدان میں جانے والے تھے۔

جنوری ۱۹۴۱ء حضور اعلیٰحضرت دام اقبالہ و ملکہٗ کی اعتراف قابلیت و خدمات کے متعلق خطاب۔ جی۔سی۔ایس۔آئی کا اعلان ہوا اس موقعہ پر تمام ملک میں خوشی اور مبارکباد کے جلسے ہوئے۔ تعطیلیں منائی گئیں۔ دربار منعقد ہوئے تمام جماعتوں نے اس خوشی کے موقعے پر مبارکباد کا خوشگوار فرض ادا کیا۔ زمینداروں۔ رئیسوں اور ساہوکاروں نے اپنے اپنے مسکن پر اس خوشی کے مظاہرے کئے۔ منسٹر صاحبان نے بھی دعوتیں دیں۔ گارڈن پارٹیاں منعقد ہوئیں فوج اور تعلیم کے محکموں نے اس خوشی میں عملی طور پر کھیلوں اور تماشوں کی صورت میں حصہ لیا۔ بہت دنوں تک یہ مسرت کا سلسلہ قائم رہا۔ ملازمان خاص اور سٹاف کو ترقیاں عطا فرمائیں

۱۷ فروری ۱۹۴۱ء کو فوجی دستے میدانی امداد کے لئے لنڈی کوتل کی چوکی کو روانہ ہوئے

۱۸ر اپریل ۱۹۴۱ء کو حضور اعلیٰحضرت۔ مشرق وسطیٰ۔ مصر۔ بصرہ۔ شام اور عراق کی طرف جنگی مناظر کے دیکھنے اور فوجوں کی حوصلہ افزائی اور ہمت بڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ۳ر مئی ۱۹۴۱ء کو بخیریت اپنے دارالخلافہ میں واپس تشریف فرما ہوئے۔

۱۶ر مئی ۱۹۴۱ء کو ایک فوجی دستہ میدانی خدمات کے سلسلہ میں انبالہ بھجوایا گیا۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۱ء کو اعلیٰحضرت دام اقبالہٗ و ملکہٗ خدمات جنگ کے سلسلہ میں پھر عراق تشریف لے گئے۔ جہاں سے ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۱ء کو واپس ہوئے۔

۱۳ر ستمبر ۱۹۴۱ء کو ایک اور فوجی دستہ میدانی خدمات کے لئے روانہ ہوا۔

نومبر ۱۹۴۱ء ہز ایکسیلینسی حضور وائسرائے گورنر جنرل ہندوستان اور ہز ایکسیلینسی کمانڈر انچیف افواج برطانیہ تفریح و شکار کی غرض سے تحجہ تشریف فرما ہوئے۔ اور شکار عمدہ ہوا۔ نہایت ہی محظوظ اور خوش واپس تشریف لے گئے۔

یکم مئی ۱۹۴۲ء مسٹر آر۔ ایم۔ کرافٹن صاحب بہادر نے بہاولپور پہنچکر پرائم منسٹری کا چارج خان بہادر نبی بخش محمد حسین سے سنبھالا۔ اور ۴ر مئی ۱۹۴۲ء کو سابق پرائم منسٹر صاحب روانہ وطن ہوئے۔

۱۹ر اگست ۱۹۴۲ء بوجہ رحلت برادر خورد شہنشاہ معظم آج ماتمی رسوم ادا ہوئے۔

۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۲ء اعلیٰحضرت نے بہاولپور وار اور پرپز فنڈ کمیٹی کے اجلاس اول کی صدارت فرمائی اور نور محل عالیہ پر سر اجلاس ایک نہایت ہی فصیح اور پر اثر تقریر کی۔

نومبر ۱۹۴۲ء میں ہز ایکسیلینسی وائسرائے گورنر جنرل بہادر ہندوستان کی ایک مختصر پارٹی جج اور گاگری کی تفریح شکار کیلئے رونق افزائے ریاست ہوئی۔ اور نہایت کامیاب شکار اور تفریح کے بعد واپس ہوئی۔

اعلیٰحضرت کے سفر بیرون از ہند

اپنی خداداد مملکت کو ترقی دینے کا جذبہ جو حضور اعلیٰحضرت دام اقبالہٗ و ملکہٗ کی طبیعت میں قدرت نے ودیعت فرمایا ہے اس کے سلسلہ میں آپنے دس سے زیادہ مرتبہ دنیائے بیرون از ہند۔ یورپ کی سیاحت فرمائی اور ہر ایک سفر میں آپنے اپنے ملک اور اپنی عزیز رعایا کے جو مشغلہ اور اصلاح مناسب حال دیکھا۔ اس کیلئے اپنے ملک کو آراستہ کرنے کے لئے واپس آکر عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔

اسی طرح جنگ کے پُرخطر اور اندیشناک مقامات پر بھی آپ اپنی اور ہندوستانی افواج کی دلدہی اور ہمت افزائی کیلئے ۱۹۳۵ء کے سفر حجاز کے بعد ایک دفعہ مئی ۱۹۴۱ء میں مصر۔ عراق وغیرہ

میں تشریف لے گئے۔ اور پھر دوسری دفعہ اگست ۱۹۴۱ء میں عراق کی حالت کا معائنہ فرمانے کیلئے پُر خطر سفر فرمایا۔

صبح صادق میں ہم ان سفروں کے حالات زیادہ وضاحت سے نہیں لکھ سکتے۔ اور صرف اسی قدر بالاختصار نوٹ کر رہے ہیں۔ حضور اعلیٰحضرت کے حالات پر جو ایک مفصل اور بیش بہا کتاب علیحدہ مرتب ہو رہی ہے۔ اس میں ان تمام دوروں کے حالات پوری وضاحت سے درج کئے جا رہے ہیں۔ جو انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب منصۂ شہود میں جلوہ گر ہوگی۔

اعلیٰحضرت کے شاندار خطابات و امتیازات

یہ خطاب تو اعلیٰحضرت کا موروثی ہے۔ جو امیر محمد بہاول خان ثانی عباسی کو (۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء تا ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء) دہلی کے مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کی طرف سے ملے تھے۔ برابر استعمال ہوتے چلے آتے ہیں " رکن الدولہ۔ نصرت جنگ۔ سیف الدولہ۔ حافظ الملک۔ مخلص الدولہ و معین الدولہ مگر بذات خاص حضور اعلیٰحضرت نے اپنی فوجی دلچسپی۔ علمی خدمات اور علمی سرپرستی کے جذبات کے متعلق وقتاً فوقتاً حاصل فرمائے اور انشاءاللہ تعالیٰ ان خطابات کی روز افزوں کی کیفیت وابستگان دولت عالیہ عباسیہ کو بہت جلد خوشگوار اور شاندار اضافہ کے لئے دعوت دے گی۔

۱۔ ۱۹۲۱ء میں " کے۔ سی۔ وی۔ او " گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کی جانب سے
۲۔ ۱۹۲۹ء میں " کے۔ سی۔ ایس۔ آئی " 〃
۳۔ ۱۹۳۱ء میں " جی۔ سی۔ آئی۔ ای " 〃
۴۔ ۱۹۳۴ء میں " ایل۔ ایل۔ ڈی " پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے
۵۔ ۱۹۴۱ء میں " جی سی۔ ایس آئی " گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کی طرف سے

فوجی رینک

۱۔ لفٹیننٹ　۱۹۲۲ء میں
۲۔ کیپٹن　۱۹۲۴ء میں
۳۔ میجر　۱۹۳۲ء میں
۴۔ لفٹیننٹ کرنل　۱۹۴۱ء میں

امتیازات تمغوں اور سندات کی فہرست

جو عہد مبارک سلطانی میں ۱۹۴۲ء تک نفاذ پذیر ہوئے

اعلیحضرت دام اقبالہ نے اپنے عہد زریں میں ہر ایک کام کرنے والے کو بالعموم اور فوجی ملازمت کرنے والوں کو بالخصوص اپنے اپنے کام میں زیادہ محنت کرنے اور کامیاب ہونے پر حوصلہ افزائی کی کئی ایک عملی صورتیں اختیار فرمائی ہیں۔

انعام۔ ترقی۔ مناسب طور پر معاوضہ۔ خلعت کے علاوہ امتیازات۔ تمغے اور سندیں بھی عطا کی جاتی ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا ہے۔ کہ ہر اہل علم و فن شب و روز اپنے کام میں ترقی کرنے کا دل سے کوشش کر رہا ہے۔ اس عنوان کے نیچے ہم ان امتیازات اور تمغوں کی فہرست درج کرتے ہیں۔ جو اس وقت تک پیشگاہ معلی سے نفاذ پذیر ہو چکے ہیں۔

امتیاز ستقلالیہ کے چار درجے	امتیاز عباسیہ کے چار درجے	امتیاز ہارونیہ کے چار درجے	امتیاز حضوری کے ۳ درجے

اقتصادی (استعداد حربیہ)

دو درجے

فوج

گریٹ وار جنگ عظیم	بکار کوٹ سنٹرل	جنرل سروس افواج
این ڈبلیو ایف	شجاعت	(خدمات عمومیہ) افسری فوج
لانگ سروس	گڈ سروس	گڈ کنٹراکٹ
(خدمات طویل)	(خدمات حسنہ)	(حسن عمل)

سول

جنرل سروس	لانگ سروس	گڈ سروس	گڈ کنٹراکٹ	کور میڈل

کمشنری	کارونیشن ۱۹۲۴ء	کنگ سلور جوبلی	تمغہ حج	تمغہ عراق عرب

خطابات (ارکان ریاست اور وزرا کیلئے)

رئیس الوزراء	نواب	عزت نشان	رفیع الشان	محسن الملک	عماد الملک

شجاع الملک	افتخار الملک	امین الملک	عمدہ الامرا

مذہبی کاموں میں ممتاز بزرگوں اور بزرگ زادوں کیلئے
مخدوم الملک

ساہوکاروں کیلئے
سیٹھ بہادر

طبیبوں اور حکیموں کیلئے
افسر الاطباء
افضل الحکماء

شاعروں کیلئے
ملک الشعرا

مصنفوں اور اہل قلم کیلئے
دبیر الملک وغیرہ

حضور اعلیٰحضرت جلالتہ الملک فرمانروائے بہاولپور دام اقبالہ وملکہ کی پرائیویٹ زندگی

آپ کی پبلک لائف - ملکی ہمدردی - ایثار - پر بیشمار ضخیم جلدوں میں بحث کی جا رہی ہے - اور یہ بحث اسقدر دلچسپ اسقدر مہتم بالشان ہے - کہ تمام دنیا کے مدبرین حضور ممدوح کے اس کامیاب دستور العمل کے مفید ترین حالات پر بیساختہ آپکی درازی عمر اور بلندی اقبال کی دعا کرنے لگتے ہیں - آپ کی پرائیویٹ اور گھریلو زندگی بھی کچھ کم شاندار نہیں ہے آپ اپنے تمام خاندان کو جسطرح دنیا کی دوڑ میں کامیاب اور ہر دلعزیز دیکھنے کے خواہاں ہیں - اسی طرح اپنے کنبہ کی محبت اور بہی خواہی کے جذبات سے بھی آپکا دل الفت آمود اور لبریز ہے - خدا تعالیٰ کے فضل و عنایت سے آپ کی اولاد اپنے تمام پیشرو اسلاف عباسی سے اسوقت بھی زیادہ ہے جبکہ آپ عمر اور قوا کے لحاظ سے پورے جوان اور مستعد ہیں - اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ مزید وسعت پذیر ہوتا رہیگا -

اس وقت آپ کی اولاد احفاد میں مندرجہ ذیل شہزادے اپنے بزرگ اور محترم والد کے سایہ ہما پایہ میں اپنی تعلیم و تربیت کے منازل کامیابی اور خوش اسلوبی سے طے کر رہے ہیں -

	شہزادگان بلند اقبال کے نام	تاریخ ولادت
۱	شہزادہ محمد عباس ولیعہد بہادر سلمہ	۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء (۱۵ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ روز شنبہ)
۲	شہزادہ محمد ہارون الرشید خان	۲۰ جون ۱۹۲۴ء (۱۶ ذیقعد ۱۳۴۲ھ - شب جمعہ)
۳ -	شہزادہ محمد مبارک خان	۳ اگست ۱۹۲۸ء (۱۹ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ - بروز جمعہ)
۴ -	شہزادہ صادق رشید خان	۴ اکتوبر ۱۹۲۸ء - (۱۹ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ - بروز پنجشنبہ)
۵ -	شہزادہ محمد داؤد خان	۲۰ دسمبر ۱۹۲۹ء (۱۸ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ بروز جمعہ)
۶ -	شہزادہ محمد معین الرشید خان	۲۱ جنوری ۱۹۳۱ء - (یکم رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ بروز چہارشنبہ)

شہزادگان بلند اقبال کے نام	تاریخ ولادت
۷۔ شہزادہ محمد قاسم خان	۲۴ر نومبر ۱۹۳۲ء (۲۴ر رجب المرجب ۱۳۵۱ھ بروز پنجشنبہ)
۸۔ شہزادہ مامون رشید خان	۲۷ر نومبر ۱۹۳۳ء (۸ر شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ بروز دوشنبہ)
۹۔ شہزادہ سعید الرشید محمود خان	۲۹ر اپریل ۱۹۳۴ء (۱۴ر محرم الحرام ۱۳۵۳ھ بروز یکشنبہ)

ان شہزادوں کے علاوہ لخت جگر شہزادیاں بھی ہیں جن میں سے ایک بڑی شہزادی صاحبہ دام عفتہا وعظمتہا کی شادی بھی ہو چکی ہے۔ اور ان کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند بھی مرحمت فرمایا ہے۔

اس عنوان میں ہم کو یہ دکھلانا ہے کہ حضور اعلیحضرت کی پرائیویٹ لائف بھی نہایت ہی شائستہ شاندار اور بہترین طریق پر بسر ہو رہی ہے۔ اپنے کنبہ کے ساتھ اور دیگر لوگوں کے ساتھ آپ کی مہربانی اور لطف کا برتاؤ بہت بلند اور عالی منزلت رکھتا ہے جسطرح آپ اپنے خاندان کے ہر فرد کو محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اپنی تمام رعایا کے ہر عزیز کو محبت اور دائمی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر فرد رعایا اقتصادی اور علمی ترقی کے منازل کو بہترین طریق پر طے کرنے کے قابل ہو۔ قدرت نے یہ جذبات اعلیحضرت کی طبع مبارک میں ودیعت کر دیئے ہیں کہ آپ کسی شخص کے نقصان یا تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے اور جہانتک ممکن ہوتا ہے۔ صدمہ رسیدہ شخص کی تلافی اور اطمینان کے لئے عملی قدم اٹھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

کوئٹہ کے زلزلہ رسیدگان کے ساتھ جس ہمدردی۔ ایثار اور عملی مروت اور احسان کا برتاؤ ہوا۔ اس کیلئے تمام دنیا نے آپ کو رحمدل فرمانروا تسلیم کر لیا ہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ سے آپ کی اس انسانی ہمدردی کے متعلق اعتراف کیا گیا اور آپکے لئے دعاؤں کی آواز سے فضائے آسمان گونج اٹھی

آپکے تدبر۔ شجاعت۔ دانشمندی۔ مآل اندیشی کیطرح آپ کی خویش نوازی۔ ہمدردی اور بنی نوع انسان کیساتھ مروت و احسان کی داستانیں بھی ہر زبان پر وظیفہ کی طرح جاری ہیں۔ آپ کی خصوصیات اعلیٰ اور صفات حسنہ کے مختصر بیان کیلئے بھی ایک ضخیم دفتر چاہیئے۔ اس مختصر کتاب میں ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ لیکن آپ کی زریں سوانح، جواہر نگار بایوگریفی جو مرتب کی جا رہی ہے اور عنقریب اشاعت پذیر ہونے والی ہے۔ اسمیں ممدوح دام اقبالہ و ملکہ کی بعض خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

ہم دعائے درازی عمر و ترقی دولت عالیہ اور صحت و تنومندی حضور لامع النور پر اس کتاب کو ختم کرتے ہیں

اللھم متع المسلمین بطول حیاتہ

صحت نامہ اغلاط کتاب صبح صادق طبع ثانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ھ	۳	جنکا نر	جنکا اثر
۲	۱۱ و ۱۲	متن کی اطاعت نہیں	متن کی اشاعت ہیں
۴	۳	وہ	وہ غلط ہے کاٹ دیا جائے ×
۶	۶	پہنچا	پہنچائے
۷	۱۱	نکلے ہوئے	نکلے اور
۹	۴	آیت شریف کو	آیت شریف سے
۱۰	۶	وفات سے	وفات کے
۱۲	۶	خنجر پھونک کر	خنجر بھونک کر
۱۴	۱۱	اذکار	انکار
۱۴	۱۳	یزید مارا گیا	یزید مرگیا
۱۴	۱۷		مروان اول کو نمبر ۱ ظاہر کیا گیا ہے۔ مورخین نے سلسلہ شکنی کی وجہ سے مروان اول سے خلافت کا سلسلہ شمار کیا ہے۔ ورنہ حضرت امیر المومنین عثمان ابن عفان بھی تو بنو امیہ ہی سے تھے مگر وہ خلفائے راشدین کے ذیل میں شمار ہوئے۔ معاویہ اور یزید کو خلافت کا تسلسل ٹوٹ جانے کے سبب اس سلسلہ میں شمار نہیں کیا۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اگرچہ یزید نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ شام و عرب میں یزید کی خلافت منوانے پر بہت زور دیا جاتا رہا۔ مگر انتظام کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اور جا بجا خلافت کے دعویدار پیدا ہو رہے تھے۔ یزید اس کوشش کے سلسلہ میں مرگیا۔ معاویہ بن یزید نے سلطنت سے خود ہی کنارہ کرکے وفات پائی۔ مروان بن حکم کو (جسکا نام یہاں مروان اول درج کیا گیا ہے) موقعہ مل گیا اور وہ مکہ سے شام میں پہنچکر خلیفہ بن گیا۔ اسی کی اولاد سے دس خلیفے مسند خلافت پر ۶۵ھ سے ۱۳۲ھ تک حکومت کرتے رہے۔ یہی سبب ہے کہ مروان اول کو نمبر ۱ میں دکھلایا گیا ہے اور مسلسل خلافت بنو امیہ اسی سے شمار کی گئی ہے۔
۱۵	۱۱	حنیفیہ	حنیفہ
۳۲	۴	خبر مرگ مخفی رکھا	خبر مرگ کو مخفی رکھا
۳۴	۱۱	پھر بھی روسیوں	پھر کبھی روسیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۹	۳۲۷ھ	۲۷ھ
۴۹	۹	بیشا پور	نیشا پور
۴۹	۷	ملر بخیر	مگر بخیر
۴۹	۲۳	فتوی دیا گیا	فتویٰ دیا گیا
۵۱	۱۵	بیٹے لوسیف	بیٹے یوسف
۵۲	۱۴	ان کے لئے اسمعیل	ان کے بیٹے اسمٰعیل
۵۳	۵	طغرل بیگ مقبوضات	طغرل بیگ سے مقبوضات
۵۵	۲۴	سے بیٹوں کو	کے بیٹوں کو
۵۶	۱۰	چلا آتا تھا	چلا آتا تھا
۵۷	۲	۲۵۵ سال	۳۵۵ سال
۵۸	۱۱	حاجی سعید کی ہتی	حاجی سعید کی کی تھی
۵۸	۲۰	کر رہے ہیے	کر رہے تھے
۶۰	۱۵	قلعہ پاکر	قلعہ پار کر
۶۰	۱۶	قلعہ پار سے	قلعہ پار کر کے
۶۲	۶	کما یتنی	کما ینبغی
۶۳	۴	ہو جاسے کی	ہو جائے گی
۶۴	۲۰	مفاکحت میں دیا	مناکحت میں دیا
۶۵	۲۴	امیر محمد خان کے بعد	امیر محمود خان کے بعد
۶۶	۷	نزاع پیدا	نزاع پیدا ہو
۶۷	۱۴	فیروز خان سے ہاتھ	فیروز خان کے ہاتھ
۷۰	۶	ہندوستاہ	ہندوستان
۷۰	۱۸	اپنے مرسد کی	اپنے مرشد کی
۷۱	۳	بدانیش	بداندیش
۷۱	۱۰	مطب خان	قطب خان
۷۴	۳	بڑے دشمن	بڑا دشمن
۷۸	۹	قلعہ ڈادر	قلعہ ڈیراور
۷۸	۱۸	عطر خان کلہودرہ	عطر خان کلہوڑہ
۷۹	۷	محمد تھان جب	محمد خان جب
۸۲	۲	خاموش نہ ہوا	خاموش نہ ہوا
۸۵	۵	نوقلزتی	نوقلزنی
۸۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۶	۶	۱۴۰اپیل	۱۴اپیل
۸۶	۹	آبادی سے لیئے	آبادی کے لئے
۸۷	۱۴	خود مباکپور	خود مبارک پور
۹۰	۲۲	شورہ لنشت	شورہ پشت
۹۲	۱	شاہ علم ثانی	شاہ عالم ثانی
۹۵	۹	یورش لی	یورش کی
۹۵	۱۰	گوریگیح نے وزارت کا	گوریگیح وزارت کا
۹۶	۸	مئو کے زیارت	مئو کی زیارت
۹۷	۶	سندھ لی طرت	سندھ کی طرف
۹۸	۱۰	کرنے کے ارادہ	کرنے کا ارادہ
۱۰۷	۹	شامل ہوتے	شامل ہونے سے
۱۰۷	۲۱	کنیگھم صاحب	کننگھم صاحب
۱۰۸	۲۱	استحسان سے دیکھ	استحسان سے دیکھا
۱۰۹	۸	سال کے کامیاب	سال کی کامیاب
۱۱۰	۲۴	سے آگی تھی	سے آگئی تھی
۱۱۵	۴	مشاہدہ	مشاہرہ
۱۱۵	۱۲	ثالث کے	ثالث کے
۱۱۶	۲۱	بسترح سنگین	بشرح سنگین
۱۲۶	۲	صرف کرے	صرف کرے
۱۲۹	۴	کردیئے	کردیا
۱۲۹	۲۱	اس ہیم	اس مہم
۱۲۹	۲۳	شاہ کہ خلعت	شاہ کو خلعت
۱۳۵	۱۲۲	معتبر نے	معتبر سے
۱۳۶	۲۲	لیکن متراں	لیکن مشیران
۱۳۹	۵	ذکر معلوم ہوتا ہے	ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے
۱۳۹	۱۲	مقررا دی گئی	مقرر کرا دی گئی
۱۴۰	۲۱	کالروپ	کالٹروپ
۱۴۹	۱۱	اس کی مقاصد	اس کے مقاصد
۱۵۱	۴	اعتقاد حاصل کیا	اعتماد حاصل کیا
۱۵۲	۴۰	ذیل نقل کرتے ہیں	ذیل میں نقل کرتے ہیں۔
۱۵۳	۱۳	مدیر اور منتظم	مدبر اور منتظم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۴	۱۵	مہتم بالشان	مہتم بالشان
۱۵۴	۱۷	برطانیہ کے گورنمنٹ کے	برطانیہ گورنمنٹ کے
۱۵۶	۵	ہزاروں قسم پرندوں	ہزاروں قسم کے پرندوں
۱۵۶	۶	پنجر کیمیائی	کے پنجر کیمیائی
۱۵۷	۱۴	روحانی عـالم ہیں	روحانی عالم ہے۔
۱۵۷	۴	رہا لرتے تھے	رہا کرتے تھے
۱۶۰	۳	آجاکر	آجاکر
۱۶۴	۱۸	کردیتے تھے	کردیئے تھے
۱۶۴	۱۸	نوابصاحب نے بھی	نوابصاحب بھی
۱۶۸	۵	ریت ہی ریت سے	ریت ہی ریت ہے۔
۱۶۸	۱۸	گورنر پنجاب ۱۳ ار مئی ۱۹۰۱ء	گورنر پنجاب نے ۱۳ ار مئی ۱۹۰۱ء
۱۷۳	۹	اللہ اس	کہ اس
۱۷۵	۴	تجویز کریں گے	تجویز کرنے کے
۱۷۹	۱۳	اندازہ بیس لاکھ	اندازہ تین لاکھ
۱۷۹	آخری	اشی شام	اسی شام
۱۸۲	۷	خدائے کرم	خدائے کریم
۱۸۳	۲۰	کوارنتین	کوارنٹین
۱۸۸	۲	بلندا قبال	بلند اقبال
۱۸۹	۲۲	جبلو دیکھکر	جس کو دیکھ کر
۱۹۰	۱۳	علے خطاب	اعلیٰ خطاب
۱۹۰	آخری	لاکھ سے سالانہ	لاکھ سالانہ سے
۱۹۲	۱۶	اختیارات سے عطا فرماکر	اختیارات عطا فرماکر
۱۹۴	۷	ایل ایل کی ڈگری	ایل ایل ڈی کی ڈگری
۱۹۴	۲۲	ہونا ہوا	ہوتے ہوئے
۱۹۵	۸	۳۵ تمام سٹاف	۳۵ تمام سٹاف
۱۹۹	۱۵	گورنر جنرل	گورنر جنرل
۲۰۰	۷	موردو ثبت	موروثی ہیں



حضرت علامہ دبیرالملک مولانا الحاج محمد عزیز الرحمن صاحب عزیز
ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہاولپور

مؤلف

دو سو (۲۰۰) سال کا عرصہ گذرا جبکہ مؤلف ناچیز کے بزرگان سلف کی سکونت دریائے گھارا کے کنارے ایک بستی میں تھی۔ اور علم و عمل کا شغل جاری تھا۔ بعض بزرگ تجارت کا شغل بھی کرتے تھے۔ نواب محمد بہادل خانصاحب عباسی علیہ الرحمتہ اول نے جب سنہ ۱۱۶۲ھ میں شہر بہاولپور کا سنگ بنیاد رکھا۔ تو اہل علم و کمال کو بہاولپور میں آباد ہونے کی دعوت دی۔ مؤلف ناچیز کے مورث اعلیٰ میاں جان محمد صاحب علیہ الرحمتہ نے اس دعوت پر لبیک کہا اور یہاں آکر اپنے علمی اور تجارتی شغل میں مصروف ہو گئے ان کی اولاد میں علامہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب علیہ الرحمتہ کے ہاں ننگِ خاندان عزیز ناچیز ۹ رصفر المظفر سنہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۷/۶ اپریل سنہ ۱۸۷۳ء دوشنبہ کی رات کو پیدا ہوا۔ ابھی اپنی عمر کی چھٹی منزل تک پہنچا تھا۔ کہ قدرت نے والدین کے سایۂ عاطفت سے محروم کر دیا۔ جدہ ماجدہ اور اعمام کی سرپرستی میں علمی شغل میں مصروف رہ کر درس نظامیہ کی تکمیل کی۔

ابھی تعلیم کا شغل جاری تھا۔ کہ ملازمت مل گئی۔ تعلیم اور بندوبست وغیرہ کی غیر مستقل ملازمتوں کے بعد ۱۳ مئی سنہ ۱۹۰۳ء کو مستقل ملازمت کے سلسلہ میں منسلک ہو گیا۔ کئی منزلیں طے کرنے کے بعد سنہ ۱۹۳۱ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ جج و رجسٹرار کے عہدہ تک ترقی کی۔ بڑے بھائی حاجی محمد عبدالرحمٰن صاحب علیہ الرحمتہ کی وفات اور ضروریات وقت نے مجبور کیا۔ کہ سلسلہ ملازمت کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ بحکم (۲۸ فروری سنہ ۱۹۳۸ء) پیشگاہ معلےٰ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۳۸ء سے پنشن حاصل کر لی۔

علمی مشاغل کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ چنانچہ اول اول سنہ ۱۹۰۰ء میں خلد آشیاں نواب صادق محمد خان رابع علیہ الرحمتہ کی سوانح عمری صبح صادق کے نام سے شائع کی گئی

اس کے بعد کئی ایک علمی، تاریخی کتب سپرد قلم ہوئیں۔ پنشن کے باوجود حضور پُرنور فائے نامدار سرکار ابد قرار دام اقبالہ و ملکہ کی عنایت سے سررشتہ تالیفات کے ناظم اور شاہی میوزیم اور لائبریری کے سپرنٹنڈنٹ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تعلیم کے مذاق کی وجہ سے بعض امتحانات کا ممتحن بھی مقرر ہوتا رہا۔ اور اس تعلیمی کمیٹی کا جائنٹ سیکرٹری بھی رہا جس نے تمام ریاست کے دورہ کرنے کے بعد ۱۹۲۳ء میں اصلاحی رپورٹ مرتب کی تھی۔

انتظامی صیغوں میں سے میونسپل کمیٹی کا وائس پریذیڈنٹ رہا۔ ۱۹۲۷ء میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمات کا انچارج رہا۔ جیل بہاولپور کا سرکاری طور پر وزیٹر بنایا گیا اور خاص طور پر شکایات جیل کی تحقیقات کیلئے سپیشل افسر مقرر ہوا۔ ریاست کی طرف سے بطور معتمد ریاست بیکانیر اور فریدکوٹ کی خاص تقریبوں میں شامل ہوا۔

احداثی نہر کے سلسلہ میں بطور سپیشل جوڈیشل افسر مامور رہ کر کئی سال تک خدمات انجام دیتا رہا۔ جس کے اعتراف میں اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حضور گورنر جنرل بہادر ہند نے بہاول کینال کے افتتاح پر ایک سنہری گھڑی مرحمت فرمائی۔

۱۹۲۴ء میں مسند نشینی اعلیٰحضرت دام اقبالہ و ملکہ پر خدمات خاص کے صلہ میں تمغہ عطا ہوا۔

۱۹۳۳ء میں جوبلی اتحاد صد سالہ کے موقعہ پر خدمات خاص کے اعتراف میں ایک تمغہ مرحمت ہوا۔

۱۹۳۵ء میں سبھائی ہندوؤں کی شورش کے موقعہ پر بہاولنگر سے بذریعہ تار بلایا گیا جاکر انسدادی انتظام کے لئے تعینات کیا گیا۔ جس کو نہایت کامیابی سے فرو کیا گیا اس سے پہلے رحیمیار خاں کے موضع ولانہ کی شورش کا بھی انسداد کامیابی سے کیا گیا تھا۔

۱۹۳۵ء میں بموقعہ حج بیت اللہ شریف حضور سرکار ابد قرار دام اقبالہ و ملکہ بحیثیت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کیمپ حجاج ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس تمام سفر کے حسابات وغیرہ کے علاوہ حالات حج قلمبند ہوئے۔ جو متعدد تصاویر کے ساتھ حج صادق کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔ اس سفر مقدس کی یادگار میں علاوہ ترقی تنخواہ کے تمغہ عطا ہوا اور نصف تنخواہ بطور انعام مرحمت فرمائی گئی۔ اسی سال شہنشاہ معظم جارج پنجم کی سلور جوبلی

کی تقریب پر سپرنٹنڈنٹ نمائش کی خدمات انجام دیں
۱۳ستمبر ۱۹۳۶ء کو اپنی کتاب "صبح صادق" دربار سالگرہ میں پیش ہونے پر عزت افزائی
فرمائی گئی۔ اور تمغہ امتیاز سٹلج حضور پُرنور دام اقبالہ وملکہ نے اپنے دست مبارک سے
سینۂ جاں نثار پر آویزاں فرمایا۔ اور دبیر الملک کے خطاب سے ممتاز فرمایا۔
۱۹۳۹ء میں حسب الارشاد حضور آقائے نامدار جلالۃ الملک رولر بہادر بہاولپور دام اقبالہ
وملکہ آپ کے والد بزرگوار فردوس آشیان نواب حاجی محمد بہاول خان صاحب بہادر خامس عباسی
علیہ الرحمتہ سابق فرمانروائے دولت خداداد کی سوانح عمری لکھ کر شائع کی
اگرچہ یہ سوانح مرحوم مغفور علیہ الرحمتہ کی رحلت کے بیالیس سال بعد سپرد قلم ہوئی۔ مگر جس
عرقریزی اور محنت سے واقعات کی تلاش اور کتاب کی ترتیب اور تصاویر کی بہم آوری کا اہتمام
کیا گیا تھا۔ اُس نے ملک کی نگاہوں میں خاص منزلت حاصل کی۔ اور آقائے نامدار نے نہایت ہی
خوشنود ہوکر ناچیز مولف کی انعام وخلعت سے عزت افزائی فرمائی۔ اور اس نادر الوجود کتاب
کی طباعت عمل میں لائی گئی۔ اس کتاب میں ۸۱ عنوان اور ۷۳ نہایت ہی بیش بہا اور خوبصورت
عکسی تصاویر شامل ہوئیں۔ اس کے بعد خاندان سلطانی کا شجرہ نسب لکھا جس کی پہلی جلد بھی ملاحظہ
اقدس میں شرفیاب ہوکر چھپ چکی ہے۔
تاریخ ڈیرا ور بھی ناچیز کے اہم قلمی خدمات کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ جو گذشتہ سال لکھی
جاکر طبع ہوئی اور مشتاقان تاریخ کی آنکھوں کا نور سمجھی گئی۔ اس تاریخ میں قلعہ۔ مسجد شریف اور
قبرستان شاہی کی مکمل تاریخ اور تصویریں درج ہوئیں۔
اس تحریری نوٹ کے ساتھ خاندان عباسی کی اہم تاریخ قدیم وحال کے واقعات کو جمع کرکے
پیش کیا جاتا ہے۔ اس صبح جدید میں آخیر ۱۹۴۲ء تک اہم اور ضروری واقعات درج کئے گئے
ہیں۔
ملک میں علمی بیداری اور تاریخی مذاق پیدا کرنے کی غرض سے ناچیز نے ایک آزاد پریس
کی بنیاد ۱۹۳۸ء میں قائم کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک ماہوار جریدہ علمی، ادبی، تاریخی
"العزیز" کے نام سے جاری کر دیا ہے۔ ایک ہفت روزہ اخبار بھی اسی نام سے شائع ہو رہا ہے
یہ دولت خداداد بہاولپور کے لئے علمی اور ادبی ترقی کا ایک بلند اور پائیدار مینار اور مستحکم حصار ہے

دنیا میں یہی کارنامے ملک کی ترقی اور شائستگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ اور الحمدللہ کہ اس ناچیز نمک خوار دولت عالیہ عباسیہ نے اپنے وطن کی خدمت کیلئے اپنی بیشتر جائیداد صرف کرکے ملکی بہبود و ترقی کے میدان میں ایک ممتاز قدم بڑھایا ہے۔

یقین ہے کہ اس محنت اور مسلسل خدمت سے ملک میں بیداری کے آثار نمایاں ہوں گے۔ اور تاریخ سنہری الفاظ میں بہ ظاہر کرے گی۔ کہ دولت عالیہ عباسیہ کی قدیم روایات سرپرستی علوم و فنون کے سلسلہ میں ایک ناچیز نمک پروردہ دولت نے پہلا اور کامیاب قدم بڑھایا۔

میں اس مختصر نوٹ کو حضور سلطان العلوم جلالۃ الملک دام اقبالہٗ و ملکہٗ کی دعائے دولت اقبال پر ختم کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم اس سرپرست علوم فنون کی ذات گرامی کو مع تمام خاندان عالیشان کے بصحت و اقبال ہمیشہ سلامت و برقرار رکھے۔ آمین

خدایا تو ایں شاہ درویش دوست | کہ آسائش خلق در ظل اوست
بسے بر سر خلق پایندہ دار | بتوفیق طاعت دلش زندہ دار
جہانش بکام و فلک یار باد | جہاں آفرینش نگہدار باد
دل و کشورش جمع معمور باد | ز ملکش پراگندگی دور باد
درونش بتائید حق شاد باد | دل و دین و اقلیمش آباد باد
خدایا در آفاق نامی کنش | بتوفیق طاعت گرامی کنش

زہے دین و دانش زہے عدل و داد
زہے ملک و دولت کہ پاینده باد

فہرست مضامین صبح صادق طبع ثانی

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	فہرست ہذا	
۲	دیباچہ طبع ثانی	الف تاح
۳	مقدمہ	ط تا ن
۴	نقشہ ریاست بہاولپور	س
۵	شجرہ فرمانروایان خاندان حضرت عباسؓ	ع
۶	باب اول۔ مملکت خداداد بہاولپور کے حکمران خاندان کی قدیم تاریخ یعنی دودمان عباس کے ابتدائی حالات	۱
۷	بانیٔ اسلام علیہ السلام رحمۃ للعالمین	۲
۸	ہجرت اول	۵
۹	مسلمانوں کی واپسی حبش کی کوشش	۵
۱۰	سازش قتل	۶
۱۱	خدیجہ خاتون اور ابوطالب کی وفات	۶
۱۲	ہجرت مدینہ	۷
۱۳	غزوہ	۸
۱۴	سریہ	۸
۱۵	حجۃ الوداع	۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵	مرض	۹
	خلافت راشدہ	
۱۶	حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ	۱۱
۱۷	امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب	۱۱
۱۸	امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان	۱۲
۱۹	امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب	۱۲
۲۰	امام حسن بن علی المرتضیٰ	۱۳
۲۱	سید الشہداء امام حسین علیہ السلام	۱۳
۲۲	بنو امیہ کی حکومت کا مختصر خاکہ	۱۴
۲۳	دولت عالیہ عباسیہ کے ابتدائی مراحل کا شاندار تذکرہ	۱۵
۲۴	حضرت عباس ابن عبدالمطلب	۱۷
۲۵	لقب خاتم المہاجرین	۱۹
۲۶	حضرت عبداللہ بن عباس	۲۲
۲۷	حضرت علی بن عبداللہ بن عباس	۲۳
۲۸	حضرت امام محمد بن علی بن عبداللہ عباسی ہاشمی	۲۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۹	ابراہیم امام بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس	۲۵	۵۰	المتقی باللہ ابن المقتدر	۴۴
۳۰	خاندان حضرت عباس کا پہلا خلیفہ		۵۱	المستکفی باللہ ابن مکتفی باللہ	۴۴
	ابوالعباس عبداللہ سفاح عباسی	۲۷	۵۲	المطیع اللہ ابن المقتدر باللہ	۴۵
۳۱	امیرالمومنین ابوجعفر عبداللہ منصور عباسی	۳۰	۵۳	الطائع للہ ابن المطیع اللہ	۴۶
۳۲	امیرالمومنین خلیفہ محمد مہدی بن منصور عباسی	۳۲	۵۴	القادر باللہ ابن الاسحٰق	۴۶
۳۳	امیرالمومنین خلیفہ ہادی بن مہدی	۳۲	۵۵	القائم بامر اللہ ابن القادر باللہ	۴۷
۳۴	امیرالمومنین خلیفہ ہارون الرشید بن مہدی	۳۳	۵۶	المقتدی بامر اللہ ابن محمد بن قائم	۴۸
۳۵	محمد الامین بن ہارون رشید	۳۵	۵۷	المستظہر باللہ ابن المقتدی	۴۹
۳۶	امیرالمومنین خلیفہ عبداللہ المامون بن		۵۸	المسترشد باللہ ابن المستظہر باللہ	۴۹
	ہارون رشید عباسی	۳۶	۵۹	الراشد باللہ ابن المسترشد	۵۰
۳۷	امیرالمومنین خلیفہ معتصم باللہ بن ہارون الرشید	۳۶	۶۰	المقتفی بامر اللہ ابن المستظہر باللہ	۵۱
۳۸	خلیفہ الواثق باللہ بن معتصم	۳۷	۶۱	المستنجد باللہ ابن المقتفی	۵۱
۳۹	خلیفہ المتوکل علی اللہ عباسی بن المعتصم باللہ	۳۷	۶۲	المستضیٔ بامر اللہ ابن المستنجد	۵۲
۴۰	خلیفہ المنتصر باللہ بن المتوکل باللہ	۳۸	۶۳	الناصر لدین اللہ ابن المستضی	۵۲
۴۱	خلیفہ المستعین باللہ عباسی بن المعتصم باللہ	۳۸	۶۴	الظاہر بامر اللہ ابن الناصر	۵۳
۴۲	خلیفہ المعتز باللہ عباسی بن المتوکل علی اللہ	۳۹	۶۵	المستنصر باللہ ابن الظاہر	۵۴
۴۳	خلیفہ المہتدی باللہ عباسی بن الواثق باللہ	۳۹	۶۶	المستعصم باللہ ابن المستنصر	۵۵
۴۴	خلیفہ المعتمد علی اللہ ابن المتوکل	۴۰	۶۷	امیر سلطان احمد ثانی عباسی	۵۹
۴۵	خلیفہ المعتضد باللہ عباسی بن المتوکل	۴۱	۶۸	امیر ابن	۶۰
۴۶	المکتفی باللہ بن المعتضد باللہ	۴۱	۶۹	امیر کاہر خان یا عبدالقاہر خان	۶۰
۴۷	خلیفہ المقتدر باللہ ابن المعتضد باللہ	۴۲	۷۰	امیر سنگراسی خان (سکندر خان)	۶۰
۴۸	القاہر باللہ ابن المعتضد باللہ	۴۳	۷۱	امیر فتح اللہ خان (افضل خان)	۶۱
۴۹	خلیفہ الراضی باللہ ابن المقتدر باللہ	۴۳	۷۲	امیر بہادر اللہ خان (بہاول خان)	۶۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۳	امیر چنے خان	۶۲
۷۴	امیر محمد داؤد خان عباسی	۶۵
۷۵	امیر محمود خان	۶۵
۷۶	امیر محمد خان	۶۵
۷۷	امیر داؤد خان ثانی	۶۶
۷۸	امیر جنید خان	۶۶
۷۹	امیر صالح خان	۶۶
۸۰	امیر ہیبت خان	۶۶
۸۱	ابوبکر خان عرف بکھر خان	۶۶
۸۲	امیر بہادر خان	۶۶
۸۳	امیر بکھر خان	۶۷
۸۴	امیر محمد خان	۶۷
۸۵	امیر فیروز خان	۶۷
۸۶	امیر بہادر خان	۶۸
۸۷	آبادی شہر شکارپور	۶۸
۸۸	فتح شہر لکی	۶۹
۸۹	امیر محمد مبارک خان	۷۰
۹۰	خاندان کلہوڑہ کی بے پناہ طاقت	۷۲
	باب دوم	
۹۱	امیر صادق محمد خان اول (نواب اول بہاولپور)	۷۳
۹۲	سنہ ۱۱۳۹ھ ۱۷۲۶ء	۷۵
۹۳	سنہ ۱۱۴۰ھ ۱۷۲۷ء	۷۵
۹۴	سنہ ۱۱۴۱ھ ۱۷۲۸ء سنت کا پہلا شہر آباد ہوا۔ اللہ آباد	۷۵
۹۵	سنہ ۱۱۴۲ھ ۱۷۲۹ء	۷۵
۹۶	سنہ ۱۱۴۴ھ ۱۷۳۱ء شہر فریدہ کی فتح	۷۵
۹۷	سنہ ۱۱۴۵ھ ۱۷۳۲ء	۷۶
۹۸	سنہ ۱۱۴۶ھ ۱۷۳۳ء	۷۶
۹۹	سنہ ۱۱۵۲ھ ۱۷۳۹ء حملہ نادر خان	۷۶
۱۰۰	سنہ ۱۱۵۹ھ ۱۷۴۶ء	۷۹
۱۰۱	۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۱۵۹ھ ۱۷۴۶ء	۸۰
۱۰۲	امیر محمد بہاول خان اول ریاست کا دوسرا فرمانروا	۸۱
۱۰۳	سنہ ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۷ء	۸۲
۱۰۴	سنہ ۱۱۶۳ھ ۱۷۴۸ء	۸۲
۱۰۵	صاحبزادہ محمد مبارک خان کی بغاوت اور پشیمانی	۸۲
۱۰۶	آبادی شہر بہاولپور سنہ ۱۱۶۲ھ ۱۷۴۸ء	۸۳
۱۰۷	امیر محمد مبارک خان ریاست کا تیسرا فرمانروا	۸۴
۱۰۸	سنہ ۱۱۶۵ھ	۸۵
۱۰۹	ولادت صاحبزادہ جعفر خان سنہ ۱۱۶۶ھ	۸۶
۱۱۰	آبادی مبارک پور سنہ ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء	۸۶
۱۱۱	ڈیراور کی واپسی	۸۶
۱۱۲	سنہ ۱۱۸۲ھ ۱۷۶۸ء	۸۶
۱۱۳	سنہ ۱۱۸۴ھ ۱۷۷۰ء	۸۷
۱۱۴	نواب محمد بہاول خان ثانی فرمانروائے چہارم	۸۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۵	سنہ ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء	۸۹
۱۱۶	سنہ ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء	۸۹
۱۱۷	سنہ ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء	۹۰
	سنہ ۱۲۱۴ھ / ۱۷۹۹ء	۹۰
۱۱۸	سنہ ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ء	۹۱
۱۱۹	سنہ ۱۲۱۷ھ / ۱۸۰۲ء	۹۱
۱۲۰	سنہ ۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴ء	۹۱
۱۲۱	سنہ ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء	۹۲
۱۲۲	سنہ ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء	۹۲
۱۲۳	صادق محمد خان ثانی نواب پنجم	۹۴
۱۲۴	سنہ ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء	۹۵
۱۲۵	سنہ ۱۲۲۶ھ کوٹ سبزل کا علاقہ تالپوروں کے قبضہ میں چلا گیا	۹۵
۱۲۶	سنہ ۱۲۲۶ھ میں ایک اور سازش	۹۶
۱۲۷	شورش نصیر خان گوریگیج	۹۷
۱۲۸	مولوی محمد یار کاردار کا دیوانہ پن	۹۸
۱۲۹	سنہ ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۸ء شاہ شجاع الملک کابل	۹۸
۱۳۰	مہاراجہ رنجیت سنگھ	۹۸
۱۳۱	ڈیرہ غازیخان	۹۸
۱۳۲	وفات	۹۹
۱۳۳	نواب محمد بہاولخان ثالث عباسی نواب ششم	۹۹
۱۳۴	سنہ ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء	۱۰۱
۱۳۵	ترجمہ عہدنامہ	۱۰۱
۱۳۶	عہدنامہ جدید	۱۰۵
۱۳۷	محمد یعقوب خان سنہ ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء	۱۰۶
۱۳۸	شاہ شجاع الملک	۱۰۶
۱۳۹	سنہ ۱۲۵۶ھ / ۱۸۳۹ء	۱۰۶
۱۴۰	کوٹ سبزل کا علاقہ بہاولپور میں سنہ ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۲ء	۱۰۷
۱۴۱	سنہ ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۴ء	۱۰۷
۱۴۲	دلوان کا علاقہ ایجنٹ کو دیا گیا	۱۰۷
۱۴۳	قائمی سرحد بیکانیر سنہ ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء	۱۰۷
۱۴۴	ہنگامہ ملتان اور بہاولپور کی امداد سنہ ۱۸۴۸ء	۱۰۸
۱۴۵	اعتراف خدمات ملتان	۱۰۸
۱۴۶	صاحبزادہ سعادت یار خان	۱۰۹
۱۴۷	انتقال سفر اخیر	۱۰۹ ۱۰۹
۱۴۸	نواب صادق محمد خان ثالث نواب ہفتم	۱۱۰
۱۴۹	نواب حاجی خان عرف فتح خان نواب ہشتم	۱۱۳
۱۵۰	سعادت یار خان	۱۱۴
۱۵۱	خلعت مسند نشینی	۱۱۵
۱۵۲	قانون دادستد مجرمان	۱۱۵
۱۵۳	غدر سنہ ۱۸۵۷ء	۱۱۵
۱۵۴	لمہ کے داؤد پوتروں کی سازش	۱۱۶
۱۵۵	ولادت صاحبزادہ	۱۱۶
۱۵۶	تخفیف محاصل مال تجارت محصول عبور دریا	۱۱۶
۱۵۷	شادی صاحبزادہ محمد رحیم یار خان و دفینہ	۱۱۷
۱۵۸	تیاری بنگلہ سنگ مرمر	۱۱۷
۱۵۹	موزنزاشی صاحبزادہ محبت خان	۱۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۰	وفات	۱۱۷
۱۶۱	نواب رحیمیار خان عرف نواب محمد بہاول خان رابع عباسی نواب نہم	۱۱۸
۱۶۲	خلعت مسند نشینی	۱۱۹
۱۶۳	صفر ۱۲۷۵ھ	۱۱۹
۱۶۴	صاحبزادہ گل محمد خان کی بغاوت	۱۲۰
۱۶۵	بغاوت بار دوم	۱۲۰
۱۶۶	جمعدار احمد خان وزیر کا ہنگامہ	۱۲۱
۱۶۷	ولادت شہزادہ صادق محمد خان	۱۲۴
۱۶۸	اللہ داد کے داؤد پوتروں کا بلوہ	۱۲۵
۱۶۹	منشی محمد حسن کی معزولی	۱۲۵
۱۷۰	تقرر ارکین	۱۲۶
۱۷۱	بلوہ پنہوں خان	۱۲۶
۱۷۲	ایک اور بلوہ	۱۲۷
۱۷۳	بہرام خان کا بلوہ	۱۲۷
۱۷۴	غلام محمد چاکی مدار المہام ہوا	۱۳۰
۱۷۵	نواب صاحب کا دفعتہً انتقال	۱۳۱
	باب سوم	
	ترقی ملک کا دوسرا کامیاب قدم	
۱۷۶	نواب صادق محمد خان رابع نواب دہم	۱۳۲
۱۷۷	وکیل	۱۴۰
۱۷۸	پولیس	۱۴۰
۱۷۹	انہار	۱۴۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۰	مال	۱۴۰
۱۸۱	خزانہ	۱۴۱
۱۸۲	انہار	۱۴۱
۱۸۳	پبلک ورکس	۱۴۱
۱۸۴	فوج	۱۴۱
۱۸۵	پولیس	۱۴۱
۱۸۶	طب	۱۴۱
۱۸۷	جیل	۱۴۱
۱۸۸	تعلیم	۱۴۱
۱۸۹	میونسپلٹی	۱۴۱
۱۹۰	پریس اور اخبار	۱۴۱
۱۹۱	ڈاک کا صیغہ	۱۴۲
۱۹۲	امن	۱۴۲
۱۹۳	موتراشی (جھنڈ)	۱۴۲
۱۹۴	بسم اللہ	۱۴۲
۱۹۵	بیماری	۱۴۲
۱۹۶	تعلیم	۱۴۳
۱۹۷	ختنہ	۱۴۳
۱۹۸	مدرسۃ المعلمین	۱۴۳
۱۹۹	نور محل	۱۴۳
۲۰۰	اوقات تعلیم	۱۴۳
۲۰۱	سفر حسن ابدال	۱۴۳
۲۰۲	بیماری	۱۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰۳	کشمیر	۱۴۴
۲۰۴	ولایت	۱۴۴
۲۰۵	لاہور	۱۴۴
۲۰۶	شادی کتخدائی	۱۴۴
۲۰۷	دربار اختیارات	۱۴۵
۲۰۸	تمغہ جی سی ایس آئی	۱۵۳
۲۰۹	جنگ افغانستان اور بہاولپور	۱۵۴
۲۱۰	دربار حویلی	۱۵۴
۲۱۱	اخلاق وعادات اور ذاتی خصوصیات	۱۵۵
۲۱۲	انتقال	۱۵۷
۲۱۳	مرثیہ	۱۵۸
۲۱۴	محکمہ وزارت	۱۶۵
۲۱۵	الحاج نواب محمد بہاول خان خامس	
	فرمانروائے یازدہم	۱۶۶
۲۱۶	ولادت	۱۶۷
۲۱۷	بچپن اور تعلیم	۱۶۷
۲۱۸	کالج کی تعلیم۔امتحان انٹرینس	
	میں کامیابی	۱۶۸
۲۱۹	قطعہ تہنیت کامیابی امتحان انٹرینس	۱۶۹
۲۲۰	والد ماجد کی وفات	۱۷۰
۲۲۱	دستار بندی	۱۷۰
۲۲۲	بہاولپور کے والی	۱۷۱
۲۲۳	شادی کتخدائی	۱۷۱
۲۲۴	تعمیر مسجد	۱۷۱
۲۲۵	دربار تاجپوشی شہنشاہ ہند	۱۷۲
۲۲۶	یتیم خانہ بہاولپور	۱۷۲
۲۲۷	دہلی کارونیشن دربار کی شمولیت	۱۷۲
۲۲۸	مدارالمہام ریاست	۱۷۲
۲۲۹	مسند نشینی	۱۷۲
۲۳۰	مختصر واقعات ۴/۵/۰۶ ۱۹ء	۱۷۵
۲۳۱	اصلاح پولیس	۱۷۶
۲۳۲	بہاول کلب	۱۷۶
۲۳۳	بہاول گڑھ اور دوسری شاہی عمارات	۱۷۶
۲۳۴	بیعت	۱۷۶
۲۳۵	توسیع انہار	۱۷۶
۲۳۶	ولادت ولیعہد	۱۷۶
۲۳۷	دستور العمل جدید	۱۷۷
۲۳۸	موٹر اشی ولیعہد بہادر	
۲۳۹	سالگرہ اول ولیعہد بہادر	
۲۴۰	انتظام تعلیم وتربیت شرفاء	
۲۴۱	قواعد فروخت سنکھیا	
۲۴۲	زنانہ مدرسہ کا افتتاح	
۲۴۳	توسیع مصارف کالج	
۲۴۴	اصلاح سکہ بہاولپور	
۲۴۵	بہاول وکٹوریہ شفا خانہ	
۲۴۶	مجلس معراج	

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۲۴۷	شہزادہ ولیعہد کی دوسری سالگرہ اور تمغوں کی تقسیم	۱۷۸
۲۴۸	شاہی قبرستان	۱۸۴
	باب چہارم	
۲۴۹	اعلیٰحضرت نواب الحاج سید صادق محمد خان صاحب بہادر خامس فرمانروائے حال	۱۸۵
۲۵۰	ولادت	۱۸۷
۲۵۱	تسمیہ عقیقہ	۱۸۸
۲۵۲	والد ماجد کی معیت میں سفر حج	۱۸۸
۲۵۳	رحلت والد ماجد علیہ الرحمتہ	۱۸۹
۲۵۴	دستار بندی	۱۸۹
۲۵۵	کونسل آف ریجنسی	۱۸۹
۲۵۶	تعلیم	۱۸۹
۲۵۷	سفر یورپ	۱۸۹
۲۵۸	ایچیسن چیفس کالج لاہور	۱۹۰
۲۵۹	خطاب کے-سی-وی-او	۱۹۰
۲۶۰	پریسیڈنٹ کونسل کے اختیار	۱۹۰
۲۶۱	کامل اختیارات کا دربار	۱۹۰
۲۶۲	حسن انتظام	۱۹۰
۲۶۳	ترقی ملک کی مسلسل منازل	۱۹۲
۲۶۴	مختصر حالات	۱۹۴
۲۶۵	اعلیحضرت کے سفر بیرون از ہند	۱۹۹
۲۶۶	اعلیحضرت کے شاندار خطابات و امتیازات	۲۰۰
۲۶۷		۲۰۱
۲۶۸	صحت نامہ صبح صادق	۲۰۵
۲۶۹	حالات مولف	۲۰۹-۲۱۲